The Arabs Before Islam

By

Allama Ghulam Mashi

وَبِذُرِّيَّتِكَ تَتَبَارَكُ جَمِيعُ أُمَمِ الأَرضِ،

اورتیری نسل اپنے دشمنوں کے دروازوں پر قابض ہوگی اورتیری نسل سے زمین کی ساری قومیں برکت پائینگی

جس میں زمانہ جاہلیت کے عربوں کی شاندار حکومتوں کے ان کی تہذیب اورشائستگی اُن کے مذاہب وعقائید ورسوم کے نہایت مختصر پر تعجب خیز حالات ۔بائبل مقدس سے مغربی اشیاء اورآثار قدیمہ سے اورتاریخ اسلام سے مرتب بیان کئے گئے ہیں یہ کتاب قدیم تاریخ عرب کے متعلق نادر معلومات کا خلاصہ ہے۔

مولفہ ومصنفہ

پادری غلام مسیح صاحب ایڈیٹر نور افشاں ۔لاہور

تحقیق الاسلام وہماری بائبل اورمسلم علماء

اثبات صلیب بجواب احمدیت کی کسر صلیب

1925

To view the Arabic text, you need to have the Traditional Arabic font on your computer.

قرآنی آیات کو بہتر طورپر دیکھنے کے لئے آپ کو عربیک ٹریڈیشنل فونٹ کو ڈاؤن لوڈ کرنا ضروری ہوگا۔

کوائف العرب

علامہ غلام مسیح

Urdu

Oct.19.2005

www.muhammadanism.org

مقدمه

بائبل مقدس خصوصاً پرانہ عہدنامہ مغربی ایشیاء اور مصر کی مدفون اقوام اوراُن کی گئی گذری تہذیب وشائستگی کو دوبارہ زندہ کرنے میں بیمثال طورسے ایک زبردست آله کار ثابت ہوچکا ہے جس کی نشاندہی سے اقوام بابل، اکاد، ننوہ، اور، اموری ، حتی، فینکی، کنعان، مصر، عیلام اورآرمینیا اور عرب کے اوراُن کی سلطنتوں کے ۔اُن کی تہذیب وشائستگی کے اُن کے مذاہب وعقائد ورسوم کے عجیب وغریب حالات وفساد معرض ظہور میں آچکےہیں جن کے آثار ونشانات وحالات سے یورپ کے عجائب خانے بھرچکے ہیں ۔زمانہ حال کی زندہ اقوام کی ماؤں مذکورہ بالا میں سے عرب کی اقوام بھی ہیں جن قدیمی حالات پر آنے والے اوراق میں کچھ تاریخی روشنی ڈالی گئی ہے ۔ بائبل کی اقوام میں اہل عرب بھی نہایت بلند جگہ رکھتے ہیں۔

بائبل مقدس نے بعدطوفانِ نوح جو زمین پر قوموں کے آباد ہونے کا بیان کیا ہے اُس ملک عرب کو حضرت سم بن نوح کی اولاد سے آباد کرکے دکھایا ہے۔ اگرچہ حضرت سم بن نوح کی اولاد (مغربی ایشیاء) کے وسط میں آباد دکھائی ہے لیکن اس کے ساتھ ہی یہ کہنا بھی مبالغہ نہیں ہوگا کہ حضرت سم بن نوح کی اولاد کے مختلف قبائل نے مختلف زمانوں میں آبائی سکونت گاہونکو چھوڑکر ملک عرب میں سکونت اختیارکی ہوگی۔کیونکہ مغربی ایشیاء کے وسط میں آبادکاروں میں جنگ وجدل کا سلسلہ زمانہ قدیم سے ہی جاری ہوگیاتھا جس کی وجہ سے وہاں کے آباد کاروں کا مال و جان ہمیشہ خطرہ میں مبتلا رہتا ہوگا۔اس وجہ سے سم کی نسل کے امن پسند خاندان ملک عرب میں پناہگزین ہوئے ہونگے۔

مغربی ایشیاء اورمصر کے اقوام کے آثارقدیمہ میں اہل عرب کے ذکر اکاد، صابیوں، بدوؤں اور خیبری اور چوپان اقوام کے نام سے زیادہ ترپائے گئے ہیں ۔جنہوں نے اقوام مافوق کی حکومتوں پر ابتداء سے اپنی فوقیت قائم وثابت کرنیکی ہمیشہ کوشش کی اوروہ اس کوشش میں ناکام نہیں نکلتے تھے ۔

مغربی ایشیا کی مافوق سلطنتوں سے جو ملک عرب کی شمال مشرق ،شمال ، شمال مغرب میں زمانہ قدیم سے قائم ہوئی تھیں۔ ان سے قدیم عربوں کے گہرے تعلقات ثابت ہوئے ہیں۔ ان زبردست سلطنتوں میں سلطنت بابل اورننوہ اورمصر کے حکمرانوں کی فہرستیں ذیل میں دیتے ہیں۔ تاکہ ناظرین کرام پر یہ امر واضح ہوجائےکہ اہل عرب کن زبردست حکومتوں کا مقابلہ کرکے اپنی ملکی آزادی اورحریت کو قائم رکھتے ہوئے اپنی ہستی کو بچاتے رہے تھے۔ درحالیکہ وہ زبردست حکومتیں فنا ہوگئیں مگر اہل عرب آج تک زندہ چلے آئے ہیں۔ ان بڑی بڑی سلطنتوں کے حکمرانوں کی فہرستیں حسب ذیل ہیں جو ہنوزناتمام خیال کی جاتی ہیں۔

خاندان سم کے بابلی یا اکادی حکمرانوں کی فہرست

مغربی ایشیاء کے آثارقدیمہ کے ماہرین نے اکادی یا بابلی سلطنت کے حکمرانوں کو اعلیٰ تہذیب وشائستگی کے بانی بتلایا ہے۔ اوراس سلطنت کے پہلے حکمران کا زمانہ قبل ازمسیح ۳۸۰۰ برس قراردیا ہے اورعجیب ترمعاملہ یہ ہے کہ اکادی سلطنت کے پہلے حکمراں کو عرب کی صابی حکومت کے بادشاہ اثمر (انگریزی اتھمر) نے خراج دیا تھا ۔ جس سے یہ بات باخوبی روشن ہوتی ہے کہ عرب میں صابی حکومت اکادی حکومت سے بھی پیشتر قائم ہوچکی تھی۔اکادی حکومت کے حکمرانوں کی فہرست آثارِ قدیمہ سے ثابت ہوچکی ہے سارگون اول نے جو خاندانِ سم سے تھا اس نے قبل ازمسیح ۳۸۰۰ اکاد میں عظیم الشان سلطنت قائم کی جو عیلام سے لے کر صور فینکی اور کنعان (جزیرہ کپرس) تک وسیع تھی اوردسری طرف ملکِ عرب کے جنوب تک اس کا اثر تھا۔

نارام سن نے جو سارگون اول کا بیٹا تھا اس نے قبل از مسیح ۳۷۵۰ میں مغربی ایشیاء کی تمام سرزمین پر قبضہ کیا تھا۔

قبل ازمسیح ۲۷۰۰ میں اُور کے بادشاہ سلطنت بابل پرحکمران تھے ۔حمورابی خاندان کا مذکورکا چھٹا حکمران نہایت زبردست حکمران تھا جس کے زمانہ میں سمی تہذیب وشائستگی کمال کو پہنچی تھی اس کی سلطنت تمام مغربی

ایشیاء تک وسیع تھی۔ یہ خاندان سلطنت بابل کے تخت پر قبل ازمسیح ۲۳۰۰ تک تمکن رہا تھا۔

بابل کے اِن بادشاہوں کے خاندان کا یہ بھی دعویٰ تھاکہ وہ اموریوں کے ملک میں بھی حکمران تھے عیلام کے کاسیوں نے بابل کو فتح کیا وہ وہاں ۵۷۳ برس اور ۹ ماہ تک حکمران رہے۔ یعنی قبل ازمسیح ۱۷۸۶ تک پھر قبل ازمسیح ۷۴۷ میں نبوکد نصر بابل کا بادشاہ ہوا (پھر یلودپل) نے جسے تغلط پلاسر کہا جاتا ہے اورجو اسریا کا بادشاہ تھا اس نے قبل ازمسیح ۷۲۷ میں بابل کو فتح کیا تھا اس کے بعد الولو جسے شلنصر رابع کہتےہیں قبل ازمسیح ۷۲۵ میں اسریاہ کا بادشاہ ہوا۔ پھر مردوکہ بلد ان ثانی نے قبل ازمسیح ۷۲۱ میں حکومت بابل پر قبضہ کیا اور ۱۲برس تک حکومت کی اسی نے یہوداہ کے بادشاہ عزیاہ کے پاس اپنا وکیل بھیجا تھا۔ قبل از مسیح ۷۰۹ میں اسریاہ کے بادشاہ سارگون نے پھر بابل کی حکومت پر قبضہ کرلیا۔ پھر قابل ازمسیح ۷۰۴ میں سخریب بابل کے تخت پر تمکن ہوا پھر قبل ازمسیح ۷۰۲ سے ۶۸۹ تک بابل اورعیلام اوراسریاہ میں خانہ جنگی رہی اورسخریب نے بابل کو قبل ازمسیح ۶۸۹ میں بالکل برباد کردیا جسے قبل از مسیح ۶۸۱ میں اسرہدون نے پھر بنایا تھا قبل ازمسیح ۶۶۸ میں اسرہدون نے سلطنت بابل کو اپنے بیٹوں پر تقسیم کیا تھا اور خا ص حکومت بابل اپنے بیٹے شمس سم یکین کو دی تھی۔ قبل ازمسیح ۶۴۸ میں بابل میں بڑی بغاوت ہوئی تھی جسے اسریا نے مٹادیا تھا قبل ازمسیح ۶۲۶ میں بنوپلاسر وایسرا ہی مقرر ہوا تھا۔ قبل ازمسیح ۶۰۶ میں اسریا کی حکومت میں بغاوت ہوئی اورشہر نینوہ بالکل مسمار کیا گیا قبل ازمسیح ۶۰۵ میں نبوکد نصر نے بابل کی سلطنت میں اقتدار حاصل کیا اوراُس کے بیٹوں نے سلطنت کو مضبوط کیا۔ قبل ازمسیح ۵۶۲ میں بدکارمردوک بندان تخت نشین ہوا قبل ازمسیح ۵۶۰ میں ڑگلشریز بادشاہ ہوا قبل ازمسیح ۵۵۶ میں اس کا بیٹا ہیلشیندرتخت نشین ہوا۔ قبل ازمسیح ۵۳۸ میں فارس کے بادشاہ خورس نے سلطنت بابل پر قبضہ کرلیا تھا۔ (دی السٹریڈ بائبل ٹریژری صفحہ ۱۸۰، ۱۸۱)۔ یوں تخت بابل پر خاندانوں کے حکمران قابض ہوئے جس کا

شمار ۱۰۶ اور زمانہ قبل از مسیح ۲۳۹۶ سے ۵۳۹ تک کا قرار پاچکا ہے۔ (بائبل ڈکشنری جیمس ہیسنگ)

اسریا یا حکمرن نینوہ کی فہرست

اسریا کے لوگ بھی حضرت سم بن نوح کی نسل سے تھے جنہوں نے پیشتر اکاد اوربابل میں زبردست تہذیب و شائستگی قائم کی تھی لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب قبل از مسیح ۱۷۸۶ سے پیشتر حکومت اکاد اوربابل میں ضعف کے آثار نمایاں ہوتے نظر آئے ہونگے تو قبل از مسیح ۱۷۰۰ میں کالاشیر گھاٹ میں جھیل کپکپو نے ننوائی حکومت کی بنیاد ڈالی جس کی ہستی قبل ازمسیح ۶۰۶ تک قائم رہی تھی مغربی ایشیاء کے آثارقدیمہ میں حکومت مذکورہ کے مندرجہ ذیل حکمران دریافت ہوچکے ہیں۔

قبل از مسیح ۱۳۳۰ میں شلنضر اول نے کالا کو بنایا قبل از مسیح ۱۳۰۰ میں اس کے بیٹے تغلط نتیپ اول نے حکومت بابل پر قبضہ کرلیا اور ۷ سال تک حکمران رہا۔ قبل از مسیح ۱۰۰۰ میں اسریا کی حکومت تغلط پلاسر اول کے ماتحت بحیرہ روم تک وسیع ہوئی اورمصر کے حکمرانوں نے بھی اسے تحفے تحائف دیئے قبل ازمسیح ۱۰۰۰ میں اسرار بی تخت پر نشین رہا قبل ازمسیح ۸۸۲ میں اس نضریل ثانی نے اسریا کی حکومت کو ازسر نوتازہ دم کیا۔ قبل ازمسیح ۸۵۸ میں اس کا بیٹا شلنضر ثانی تخت پر بیٹھا اوراس نے دمشق کے بادشاہ ہدوعزکو اوراسرائیل کے بادشاہ احب کو شکست دی۔ قبل ازمسیح ۸۵۰۔ ۸۴۵ تک ہن ہدہ کے خلاف جنگ کرتا رہا۔ قبل ازمسیح ۸۴۱ ہزائیل شاہ دمشق اوریاہ ہو بن امری کے خلاف جنگ کرتا رہا۔ قبل ازمسیح ۸۲۵ میں ساردانا پولس شلنضر کے بیٹے کی بغاوت رونما ہوئی۔ قبل ازمسیح ۸۲۳ میں شمس رمون ثانی نے بغاوت مذکورہ کا خاتمہ کیا قبل ازمسیح ۸۱۰ میں اس کا بیٹا رمون زاری تخت پر بیٹھا اس نے ۸۰۴ میں دمشق کو فتح کیا۔ سامریہ سے خراج وصول کیا۔ قبل ازمسیح ۷۴۸ میں پُل نے حکمران خانہ کا خاتمہ کرکے تغلط پلاسرسوم کے نام سے حکومت پر قبضہ کرلیا۔ اوراس نے دمشق کے بادشاہ ریزین اوراسرائیل کے بادشاہ مناہم سے خراج وصول کیا اوریہ قبل ازمسیح ۷۳۸ کی بات ہے۔ قبل از مسیح ۷۳۴ میں دمشق کا محاصرہ سرلیا گیا اورمشرقی یردن

کے قبیلے جلاوطنی کے لئے گرفتار کئے گئے اوریہوداہ کے بادشاہ یہاخذ کوخراج گذاربنایا گیا۔ قبل ازمسیح ۷۲۷ الولایا شلنضر رابع تخت نشین ہوا قبل از مسیح ۷۲۲ میں شارگون تخت نشین ہوا اوراس نے اسی سال سلطنت اسرائیل پر حملہ کرکے اس کے دارالخلافہ پر قابض ہوگیا ۷۱۱ قبل ازمسیح میں اُس کے سپاہ سالا ر نے اشدود کو فتح کرلیا ۷۰۵ قبل ازمسیح سخریب سارگون کی جگہ تخت نشین ہوگیا ۷۰۱ قبل ازمسیح اس نے سلطنت یہوداہ پر حملہ کیا اور۶۸۱ قبل ازمسیح میں وہ اپنے بیٹے کے ہاتھوں سے قتل ہوا اوراس کی جگہ اس کا بیٹا اسرہدون ہی تخت پر بیٹھا ۶۶۸ قبل ازمسیح اُسکا بیٹا اسر بنی پل تخت نشین ہوا ۶۰۶ قبل ازمسیح میں نینوہ برباد کیا گیا یہ کتاب ایضاً ۱۷۹۔

مصری بادشاہوں کی فہرست

ملک مصر کے بادشاہوں کی فہرست اوراُن کی حکومت کا زمانہ نہایت طویل ہے ۔ مصری تاریخ میں پہلے تین خاندان جو مصر میں حکمران رہے تھے وہ ان کے معبودیا دیوتا تھے نصف دیوتا تھے اورروحانی ہستیاں تھیں۔ لیکن اصل تاریخ منا بادشاہ سے جو قبل ازمسیح ۳۸۰۰ سے ۴۴۰۰ تک مانا گیا ہے شروع ہوئی تھی جو سکندراعظم ۳۳۲ قبل ازمسیح پر ختم کی گئی ہے۔

مصر کی سلطنت کے تخت پر کل ۳۱ خاندان کےبادشاہ تخت نشین ہوئے ہیں جن کا کل شمار چوپان بادشاہوں کو چھوڑ کر ۱۳۸ تک بیان کیا گیا ہے۔ اور چوپان بادشاہوں کے پانچ خاندان یعنی ۱۳ سے ۱۷ خاندان تک حکومت کرتے رہے ہیں۔ جنکے بادشاہوں کا پتہ نہیں ہے کہ کتنے تھے ۔ ان چوپانوں بادشاہوں نے مصر میں ۵۰۰برس تک حکومت کی تھی جو مصری حکمرانوں کے بارہویں خاندان سے لےکر اٹھارویں خاندان کے درمیانی زمانہ میں حکمران رہے تھے۔انہیں حکمرانوں کے ایام میں حضرت ابراہیم مصر میں گئے اوربنی اسرائیل مصر میں رہے تھے اورانہیں حکمرانوں نے مصر سے خارج ہوکر ملک کنعان میں شہر یروشلیم کی تعمیر کی تھی۔ یہ تمام حکمران عرب کی قوم عمالیق سے تھے (دیکھو بائی پاتھس آف بائبل نالج جلد ۵،۸)۔

شمال اورشمالی مغرب کی ان تین زبردست حکومتوں کے سو ا شمال عرب میں اور ریاستیں اورحکومتیں بھی کوڑیوں قائم ثابت ہوئیں۔ ان میں سے ملک کنعان میں بنی اسرائیل کی حکومت دریاست بھی تھی جس کا بیان مسیحیوں کی بائبل میں موجود ہے۔ مگرہم طوالت کی وجہ سے اس کا ذکرتذکرہ قلم اندازکرتے ہیں۔

ملک عرب کی قدیم حکومتیں

مغربی ایشیاء خصوصاً جنوبی عرب کے آثارقدیمہ اس بات کے شاہد ہیں کہ شمالی عرب اورشمالی مغربی عرب کی حکومتیں کی ہمزماں حکومتیں زمانہ قدیم میں ملک عرب میں قائم ہوئی تھیں جس کے نظام کے ماتحت تمام ملک عرب زمانہ طویل تک امن وسلامتی سے زندگی کاٹتا رہا تھا اور عرب کے مقامی ریاستیں اورحکومتیں ان جمہوری حکومتوں کے تابع ہوکر نہ صرف اپنے ملک میں خوشحال اورفارغ البال تھیں بلکہ عربی حکمرانوں کا اثر عرب کی شمالی اور شمالی مغربی حکومتوں تک وسیع تھا۔ عرب کی حکومتیں صابی ، عمالیقی اورماعوئی مشہورہیں ان حکومتوں کے حکمرانوں کے تعلقات اوربابل او مصر کے چوپان بادشاہوں سے ضرور تھے۔ عرب کی ان تین حکومتوں کے حکمرانوں کے نام ونشان ہنوزپورے طورسے ہمیں معلوم نہیں ہوسکے ہیں ڈاکٹرگلیسر نے ۳۳ بادشاہوں کے نام یمن اورحضرت موت کی دریافتوں سے معلوم کئے ہیں جن کے کتبے عرب کی صابی اورماعوئی زمانوں میں سے ملے ہیں۔ عرب کی اندرونی حکومتوں اوران کے حکمرانوں کی فہرستیں ہم نے سرسید مرحوم کے حظبات احمدیہ سے لی ہیں ان فہرستوں سے بات بخوبی ظاہر ہوجائے گی کہ اہل عرب زمانہ قدیم سے اپنی آزادی اور حریت قائم رکھتے آئے تھے ۔ زمانہ عیسوی کی پہلی چھ صدیوں میں ہی غیرملکی حکومتوں نے انہیں غلام بنانے کی پہلے کی نسبت نہایت زیادہ کوشش کی تھی۔

رسالہ ہذا میں جن مسیحی ومسلم کتب سے بیانات نقل کئے گئے ہیں اُن کی فہرست ذیل ہیں دی جاتی ہے تاکہ ناظرین کرام اہل عرب کے حالات سے زیادہ آگاہ ہونا چاہیں تو ان کتب کا خود مطالع فرمائیں مثلاً (۱) بائبل مقدس (۲) دی اینشینٹ جروٹریڈ یشین السٹرٹیڈ بائی دی مانیو منٹس

مصنفه پروفیسر فرینمل (۳) دی اولڈ ٹیسمنٹ اندی لایٹ آف دی ہسٹا ریکل ریکارڈدس آف اسریا اینڈ یلونیا مصنفه ڈاکٹرڈی جی نیچیز(۴) دی ہائرکریٹسزم اینڈ دی مانیومنٹس مصنفه ڈاکٹر اے ۔ ایچ ۔ سیس (۵) ریکارڈدس آف دی پاسٹ جلد اول وسوم وچہارم وپنجم ۔ایڈٹیٹ بائی اے ۔ ایچ ۔ سیس (٦) ایکس پوزیشن آف ایجنٹ اینڈ دی اولڈ ٹیسٹمنٹ مصنفه جے ۔ جی ڈنکن ۔ بی ڈی۔ (۷) بائی دی پاتھس آف بائبل نالج جلد ۵، ٦، ۸ ان کتب کے سوا ہم نے ذیل کی اسلامی کتب سے بھی کام لیا ہے ۔ (۸) خطبات احمدیه مصنفه سرسید مرحوم (۹) رسوم جاہلیت ، (۱۰) تاریخ الحرمین الشریفین ۔ (۱۱) تواریخ احمدی(۱۲) سیرت ابن ہشام وغیرہ۔

اگر کوئی ناظرین مسیحی کتب مافوق کا مطالعه کرے گا تو اس پر نه صرف ناقدین بائبل کی بےسرو پاتھیوریوں کی بیہودگی بخوبی ظاہر وروشن ہوجائے گی بلکه ان پر مغربی ایشیا کی اس قدیم تہذیب وشائستگی کی شان ظاہر ہوجائے گی جن کی بنیاد حضرت سم بن نوح کی نسل نے ڈالی تھی۔ جو تمام ایشیاء اوریورپ، اورمصر وافریقه کی اقوام کی تہذیب وشائستگی کا اُستاد اول تھی جس کی یادگاروں سے یورپ کے عجائب خانے بھرے پڑے ہیں مغربی ایشیاء کی تہذیب وشائستگی کے بانی ہی عربوں کےباپ دادا سے اوربھائی تھے جن سے جدا ہوکر ملك عرب میں آباد ہوئے تھے۔اوراُنہوں نے عرب میں آباد ہوکر اُن عربی حکومتوں اورریاستوں کی بنیاد ڈالی جن کا ذکر مسلم مورخین نے کیا ہے یه حکومتیں اورریاستیں ہزاروں برس تك اپنی ہستی قائم رکھ کرآخر کارسن عیسوی کی ابتدا سے ۵۹۰ء تك کے درمیان اپنا سب کچھ غیرملکی حکومتوں کو دے کر اُن کی غلامی کا طوق اپنے گلوں میں ڈال چکی تھیں۔ وسط عرب میں صرف یہودی اورانکی ریاست اپنے دوستوں کے ساتھ آزاده ره گئی تھی جو غیرملکی حکومتوں کے غلامی کے خطره میں مبتلا تھی غرضیکه حضرت محمد کی پیدائش کے زمانه کے قریب ملك عرب کی ملکی حالت نہایت مخدوش تھی جس کا پھرآزاد ہونا خدا کے معجزانه کام پر ہی موقوف تھا۔

رسالہ ہذا عرب کے فرزند اعظم کے زمانہ پر ختم ہوگیا ہے جن کی زندگی اورکام اور فتوحات کا بیان کسی دوسرے وقت کےلئے چھوڑدیا گیا ہے۔ مگر آپ کی زندگی کے کام جو اثر ہمارے زمانہ کی انسانی آباد پر ہے اُس کا ذکر ہم نے رسالہ ہذا کی پہلی فصل میں ہی کردیا ہے تاکہ ہمارے ناظرین کرام رسول عربی کی زندگی پر سنجیدگی سے غور فرماسکیں اوراس بات کو صفائی سے دیکھ سکیں کہ رسول عربی ہرگز کوئی معمولی ہستی نہ تھے بلکہ اقوام دہر کی اصلاح ودرستی کےلئے اورانکی تہذیب وشائستگی کی کایاپلٹ کرنے کےلئے خدا کے انتظام میں ایک منتخب شدہ وسیلہ تھے۔ جس کی عزت وحرمت کی محافظ آج کے دن کم ازکم دنیا کی ۲۴کروڑآبادی موجود ہے جس کا مذہبی طورسے سب سے زیاشہ اشتراک مسیحیت سے ہے۔ اگرہم مسیحی دنیا کی مسلم آبادی کے اس لاثانی اشتراک کی قدنہ کریں۔ اوراس مذہبی واعتقادی اشتراک سے کوئی بہتر فائدہ اٹھانیکی تجویز نہ کریں توہم بلاشک مسیحیت کے مسلم دوستوں کو ہاتھ سےکھوئینگے۔ جنکی خالی جگہ کو بھرنے کےلئے قیامت تک ہماری کوششیں کارگر نہ ہونگی۔

آخر میں یہ بھی گذارش کردینا چاہتے ہیں کہ طوالت کے خوف کی وجہ سے قدیم اہل عرب کی بابت ہم اپنی تمام معلومات رسالہ ہذا میں مرتب نہیں کرسکے جو کچھ رسالہ ہذا میں بیان کیاگیا ہے۔ وہ قدیم عرب کی تاریخ کے چشموں کے متعلق ہی لیکن اس میں بھی شبہ نہیں ہے کہ ہم نے جو کچھ رسالہ ہذا میں ہدیہ ناظرین کیا ہے وہ زمانہ جاہلیت کے عربوں کی عظمت وشان دکھانے کو کافی ہے۔ اگر کسی کو زیادہ حالات کی تلاش ہوتو وہ ۔۔۔۔۔ اپنی تلاشِ جستجو کے نتائج کا اضافہ کرسکتا ہے ۔ فقط زیادہ حد ادب

احقر العباد۔ پادری غلام مسیح۔ ایڈیٹرنورِافشاں۔ لاہور

کوائف العرب کے مضامین کی فہرست

مقدمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پہلی فصل

ملکِ عرب کا بیان

ہندوستان جنتِ نشان کے باشندے خصوصاً ہندو اورمسیحی صاحبان جو ہند کی قدرتی نعمتوں کے وارث ہیں۔ جو اس کے پہاڑوں اوراُس کی وادیوں ، اس کے میدانوں کی زرخیزی اوراس کے دریاؤں اورچشموں کی زرریزی کے خوگر ہیں۔جوہند کی قدیم ،شاندارتہذیب وشائستگی کے دوراس کی صنعت وحرفت اوراس کے فنون لطیفہ سے واقف وآگاہ ہیں۔ جب کبھی عرب اوراہل عرب کا ذکر سنتے تو عموماً ناک بھو چڑھا کر کہہ دیا کرتے ہیں کہ ارے ملکِ عرب بھی کسی مہذب انسان کے غوروفکر کے قابل ملک ہے؟ جس میں نہ کوئی شاندارپہاڑوں کا سلسلہ ہے جس میں نہ کوئی دریا ہے اور نہ کوئی جھیل یا چشمہ یا کوئی آبشار ہے۔ جہاں نہ کوئی ایسا میدان ہے جہاں کھیتی باڑی ہو۔ نہ کوئی تجارت کی منڈی ہے

نہ پھول اورپھلوں کے باغات ہیں۔ نہ وہاں صنعت وحرفت نے اور فنون لطفیہ نے جنم لیا ہے۔ نہ وہاں کی تہذیب وشائستگی ہی مشہور ہے۔ وہ ایک بنجر زمین ہے۔ جسے ریت کے ٹیلے قدرت نے میراث میں دئیے ہیں۔ وہ جنگلی اوروحشی جانوروں کی بھی سکونت گاہ کبھی نہیں بنا وہاں خدا نے کبھی کوئی خوبصورت پرندہ بھی ایسا پیدا نہیں کیا جو مہذب انسانوں کی توجہ کو اپنی طرف کھینچے۔ ایسے عجیب وغریب ملک کی طرف اوراُس کے باشندوں کی طرف کون دھیان دے سکتا ہے۔ ہند جیسے ملک کے آگے اس کی کیا حقیقت ہوسکتی ہے؟

اس میں شبہ نہیں کہ ہر ملک کو خدا نے یکساں قدرتی دولت تقسیم نہیں کی ہندوستان کو جن نعمتوں سے غنی کیا ہے وہ دنیا کے ہرملک کے حصے میں نہیں آئی ہیں۔ توبھی ہر ایک ملک اپنی اپنی کسی نہ کسی بات میں خصوصیت رکھتا ہے اوراُس کی وہی خصوصیت اس کی شان خصوصی ہے۔ ملک عرب کی بابت جو خیالات ظاہر کئے جاتے ہیں وہی اس کی شانِ خصوصی کے مظہر ہیں ۔ علم دوست انسان کے لئے اس میں بھی بہت کچھ سیکھنے کو موجود ہے ۔ کامل اورجاہل انسانوں کیلئے ہندوستان کی شان بھی صفر کے برابر ہے۔اس لئے ہم اپنے ناظرین کرام کے روبرو ملکِ عرب کو پیش کرتے ہیں تاکہ وہ اس بابرکت ملک پر اوراس کے باشندوں پر غوروخوض کریں اور دیکھیں کہ یہ ملک کس بات میں دیگر ممالک کے مقابل اپنی شان خصوصی رکھتا ہے؟

ہم یہ بات بھی ذکرکے قابل خیال کرتے ہیں کہ فصل ہذا میں ہم ملک عرب کے مفصل حالات پیش نہیں کرسکتے نہ ہمارا ایسا ارادہ ہے۔ مگرہم ملک عرب کی طرف ناظرین کرام کی اس فصل کے بیان پر توجہ ہی دلانا چاہتے ہیں کہ وہ ملک عرب کے باشندوں کو اپنے دل میں جگہ دے کر اس پر ضرور غور وفکر کریں۔ اس کی طرف سے دلوں سے نفرت کو نکال ڈالیں۔کیونکہ اس ملک میں بھی قدرت نے ہمارے لئے بصیریتیں اورہمارے لئے عجائب وغرائب رکھے ہیں جو عام طور سے ہند کی شان وبڑائی کی روشنی کے مقابل نہایت خفیف اورہلکی چیزیں معلوم ہوتےہیں۔ لیکن اگر ہم ان چھوٹی چیزوں پر غور وفکر کرکے دیکھینگے تو وہ ضرور عظیم

الشان حقائق دکھائی دینگی۔ مندرجہ ذیل بیان میں ملک عرب کی بابت چند سطحی باتیں درج وبیان کی جاتی ہیں۔=

دفعہ ۱۔ لفظ عرب کی وجہ تسمیہ:

بعض لوگ عرب کے نام کو لفظ عربہ کی طرف جس کے معنی ہمواربیان کے ہیں اورجوصوبہ تہامہ کا ایک ضلع ہے منسوب کرتے ہیں۔ اوربعض لوگ لفظ عیبر کی طرف منسوب کرتے ہیں ۔ جس کے معنی خانہ بدوش کے ہیں کیونکہ زمانہ سابق میں عرب خانہ بدوش تھے۔ اس صورت میں اس اشتقاق لفظ عبرانی جس کی یہی وجہ تسمیہ ہے ثابت ہوتا ہے ۔ بعض لوگوں کے نزدیک یہ لفظ عبری مصدرعرب سے نکلا ہے ۔ جس کےمعنی نیچے جانے کے ہیں۔ اوراس سے وہ ملک مراد ہے جس میں سیمٹیک یعنی اولادِ سام بن نوح جو دریائے فراحت کے کنارے پر رہتی تھی ۔ آفتاب غروب ہوتا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ بوکارٹ صاحب کے نزدیک لفظ عرب ایک فنیشن لفظ ہے جس کے معنی اناج کی بالوں کے ہیں سے مشتق ہواہے۔ لفظ عربہ ایک عبری لفظ بھ ہے جس کے معنی بنجر زمین کے ہیں۔ اورتوریت میں شام اورعرب کی حد فاصل کے طورپر بارہا بولا گیا ہے ۔ خطبات احمدیہ صفحہ ۱۷ حاشیہ۔

لفظ عرب کی وجہ تسمیہ میں کوئی ایسی بات نظرنہیں آتی جو کسی کے دل کو اپنی طرف مائل کرے۔ بظاہر اس سے یہی معلوم ہوتی ہے کہ ملک عرب ایک ایساملک ہے ۔ جس میں دریاؤں ، جھیلوں اور چشموں کی سخت قلت ہے وہ بالکل ایک خشک ملک ہے۔ جس کے پہاڑوں اور وادیاں نباتات کی نعمت سے محروم ہیں۔ اس میں پانی کی جو قدر وقیمت ہے وہ صحرائی اعظم افریقہ کو چھوڑکرکسی دوسرے ملک میں نہیں ہے توبھی اس کی بابت یہ بات نہیں کہہ جاسکتی کہ اس میں بنی نوع انسان اورحیوانات اور پرندوں وغیرہ کی حیات کیلئے پانی بالکل ناپید ہے۔ قدرت نے اس خشک سرزمین کو بھی پانی کے چشمے عطا فرمائے ہیں۔ جن کے ایک ایک قطرہ کی قیمت زندگی کی ہمعنا ہے۔

دفعه ۲۔ عرب کا حدود اربعه:

ملکِ عرب براعظم ایشیاکا مغربی حصه ہے۔ قدرتی طور سے اُس کے حدود ونہایت وسیع ہیں۔ پر ملکی طور سے ملک عرب کا حدود اربعه حسب ذیل ہے۔

اُس کے مشرق میں بحیرہ عرب اورخلیج فارس اوردریا فرات واقع ہیں۔ اس کے شمال میں شام اورشمال مغرب میں ملک کنعان اور مدیان اورکوہ شعیر کا سلسله واقع ہے اور مغرب میں خلیج عکابه اوربحر قلزم ہے۔ اس کے جنوب میں بحر ہند ہے جو سرزمین ان حدود کے اندرواقع ہے اُسی کو ملک عرب کہاجاتا ہے۔ سرسید لکھتے ہیں که:

عربی جغرافیه دانوں نے جزیرہ عرب کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ تہامه ، حجاز، نجد، عروضی ، یمن ۔ غیر ملکوں کے مورخ اورجغرافیه دان جو یه سمجھے ہوئے ہیں که اس ملک کو حجازاس سبب سے کہتے ہیں که حاجی اورزائروں کا عام مرجع ہے وہ بڑی غلطی پر ہیں۔ کیونکه لفظی معنی حجاز کے اُس چیز کے ہیں جو دوچیزوں کے درمیان واقع ہو۔ تمام ملک کا یه نام اس پہاڑکی وجه سے پڑگیا ہے جو شام اوریمن کے درمیان بطور حجاب کے واقع ہے" خطبات احمدیه صفحه ۲۲- ۲۳-

مگر سرسید احمد کا اپنا خیال ہے که عرب ٹھیک طور سے دوحصوں میں منقسم ہوسکتا ہے۔ایک عرب الحجر یعنی کوہستانی عرب جو خاکنائے سوئز سے لے کر بحرِ احمر اوربحر عرب تک پھیل رہا ہے۔ دوسرا عرب الوادی یعنی عرب کا مشرقی حصه ۔ مگر بطلیموس پُرانے جغرافیه دان نے عرب کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ عرب الحجر یعنی پتھریلا عرب ۔ اور عرب العمور یعنی عرب آباد۔ عرب الوادی یعنی ریگستانی عرب"۔

آج کل نقشوں میں عرب الحجر میں صرف وہ حصه ملک شامل رکھا گیا ہے جو خلیج عقبه کے درمیان واقع ہے مگر اس تقسیم کےلئے کوئی معتبر سند نہیں۔ بطلیموس کے جغرافیه کے مطابق عرب الحجر کو خلیج سویس سے لے کر یمن یا عرب المعمور کی حد تک شمارکرنا چاہیے ۔ وہ لوگ جن کے نزدیک بطلیموس نے عرب العمور نقطه یمن کا ترجمه کیا ہے بلاشک غلطی پر ہیں۔ کیونکه اس پُرانے جغرافیه

دان کے زمانہ میں عرب الحجر کا جنوبی حصہ گنجان آباد تھا اورتجارت کےلئے مشہور تھا۔ جس کی وجہ سے اُس نے تمام جزیرہ کے اس حصہ کا عرب المعمورنام رکھ دیا۔ کتاب ایضاً

ملک عرب کی وسعت ......۱۰ لا کھ مربع میل کی ہے۔ جس کی آبادی یورپ کے عالمگیر جنگ سے پیشتر......۵ تھی جو نہایت قلیل معلوم ہوتی ہے۔

ملک عرب کے دوشہر نہایت قدیم سے مشہور ہیں۔ایک کو مکہ اوردوسرے کومدینہ کہتے ہیں ۔ مسلم تاریخ اسلام سے ظاہر ہے کہ یہ ہردوشہر عمالیق کے زمانہ کے ہیں غالباً اس قوم کی یادگارہیں۔ لیکن مسلم روایات سے یہ بات بھی پائی جاتی ہے کہ شہر مکہ اور کعبہ کو حضرت ابراہیم واسماعیل نے بنایا تھا۔ اس اختلاف کی وجہ تاریخ اسلام میں بیان نہیں ہے۔

دفعہ ۳۔ ملکِ عرب کا ہمارے زمانہ کی انسانی آباد پر اثر

ہندوستان جیسے آباد ملک کی نظر میں عرب اورا س کے باشندے بلاشک حقیر خیال کئے جاسکتے ہیں۔ پر اگر عرب اوراس کی آبادی کا خارجی ممالک پر اثر دیکھا جائے تو اُس کے مقابل ہندوچین کے پتے کانپ جاتے ہیں۔ ذیل میں ہم دنیا کے ممالک میں مسلمانوں کا شمار جو مسلمان اخبارات نے شائع کیا ہے دیکردکھاتے ہیں کہ ملک عرب اوراس کے باشندوں نے کس قدر دنیا کے ممالک اوراُن کی آبادی کو زیر اثر کر رکھا ہے۔ مسلمانوں نے کل دنیا میں اپنی آبادی حسب ذیل بیان فرمائی ہے جو مدراس کے ایک انگریزی اخبار "مسلم ہیرلڈ" نے شائع فرمائی ہے۔

ہسپانیہ ۷۰۰	جزائر روس ۱۳۵۸۹
انگلستان ۲۳۰۰	میزان ۱۳۹۰۱۵۶۶
آسٹریا ۲۵۰	دنیا کے دوسرے حصص کی
فرانس ۲۵۱۰	مسلم آبادی حسب ذیل ہے۔
ہنگری ۴۴۷	اناطولیه موصل اور ترک کے
پرتگال ۱۲۱	مشرقی حصص ۱۰۵۵۳۴۲۲۴
جبرالٹر ۱۳۰۰	جزیرہ قبرص ۵۹۳۲۱
روس ۹۳۹۸۷۴	عراق ۱۸۵۴۳۳
رومانیه ۵۹۴۸۵	شام وفلسطین ۱۸۱۰۵۲۱
یورپی ٹرکی ۱۶۸۲۰۰۰	جزائر عرب اور عرب
البانیه ۶۶۱۲۴۸	۷۳۸۹۰۷۹

بوسنیا وہرزی گوینا۵۷۱۴۸۲

سرویا (مانٹی نگرو) ۵۰۶۴۳۸

بلغاریہ ومشرقی رومیلیا۶۹۷۳۸۶

یونان ۔ مناسترجنوبی

مقدونیہ وجزائر۴۱۰۲۴۰

چین خاص ۴۲۹۹۰۰

ہندوستانی چین ۴۴۲۵۳۳۰

منگولیا ۲۷۱۰۰۰

ینان وناؤچین ۴۷۸۰۰۰

سیمان دان چین ۴۱۳۰۰۰

کنتنج چین ۴۲۲۰۰۰۰

سیام ۱۰۹۸۷۲۲

جزائر سماترا وجاوا۳۲۰۲۷۷۵۳

آسٹریلیا ۲۸۱۸۹

افریقہ ۱۱۱۸۶۰۴۳۹۰

ایران ۹۸۸۱۲۰۰

بخارا چنوا اور ترکستان وغیرہ ۱۲۴۶۵۲۶۰

افغانستان ۷۸۰۰۰۰۰

بلوچستان ۸۱۱۰۰۰

ہندوستان ۷۳۲۸۶۵۵۴

امریکہ ۸۳۳۳۹

دنیا کے کل مسلمانوں کا شمار ۳۴۰۰۰۰۰۰۰

دیگر مذاہب کے پیروں کی تعداد حسب ذیل ہے

عیسائی ۴۹۸۰۰۰۰۸

بدھ مذہب ۴۵۴۰۰۰۰۰۰

ہندو ۲۰۷۰۰۰۰۰۰

یہودی ۱۵۰۰۰۰۰۰

دہریہ ۶۵۰۰۰۰۰۰

تمام دنیا کی آبادی ۱۷۱۹۰۰۰۰۰۰

اور دنیائِ اسلام کی آبادی اس کے ۱/۵ ہے۔ پیغام صلح لاہور مطبوعہ ۷ جون ۱۹۲۵ء۔

ملکِ عرب اور اس کے باشندوں کے مذہب کے اثر کو خارجی دنیا پر دیکھ کر کون شخص ہے جو ملک عرب کی عزت کے خیال سے متاثر نہیں ہوسکتا۔ گویہ ملک دنیا کے دیگر بڑے ممالک جیسی قدرتی خوبصورتی اوردولت نہ رکھتا ہو تو بھی یہ ایک حیرت انگیز حقیقت ہے کہ ملک عرب کی عزت وحرمت کا خیال کم ازکم آج کی دنیا کے ۲۳ کروڑ بنی آدم پر ضرور ہے۔ دنیا میں آج کے دن جو ملک عرب کی عزت ہے وہ ہندوستان جنت نشان کو بھی نصیب نہیں ہے۔ پس یہ وہ بدیہی حقیقت ہے جس نے ہمیں ملک عرب کے قدیم حالات دریافت کرنے او رلکھنے پر آمادہ کیا ہے کہ دریافت کریں کہ قدرت نے اس ملک کو کس وجہ سے یہ عزت وعظمت عطا فرمائی ہے؟ اس میں خدا نے وہ کیا خصوصیت رکھی تھی کہ اسے دنیا میں وہ عزت حاصل ہوئی جو اوپر کے اعداد وشمار سے ظاہر ہے؟

ملک عرب کی بابت خواہ غیر عربی ممالک کے باشندوں کا کیسا ہی ادنیٰ خیال ہو پر اُس کی خصوصیات میں بعض باتیں آج تک ایسی ہیں جو کسی دوسرے ملک اور باشندے کو حاصل نہیں ہیں ملک عرب خارجی ممالک کا کبھی مہمان نواز نہیں بنا۔ نہ اس کے باشندوں نے کبھی دوسروں کی غلام میں رہنا پسند کیا۔ ملک عرب کی آب وہوا غیر ممالک کے باشندوں کے موافق نہیں ہوئی ۔ وہاں کسی غیر ملک کے بادشاہ نے اپنے لئے نہ اپنے لشکر کی حفاظت وپرورش کےلئے کچھ پایا۔ نہ خراج ومحصول کے حصول کی اُنہیں اہل عرب سے کبھی امید نہ ہوئی نہ اُنہوں نے کبھی عرب پر حکمرانی کرنا یا اُسے فتح کرنا آسان سمجھا نہ ابتدا سے آج تک غیر عربوں کی ملک عرب میں زندگی درازہوئی ۔ تمام دنیا کے ممالک میں صرف ملک عرب ہی ایک ایسا ملک ہے جو ابتدا سے آج تک غیر ممالک کے مقابل اپنی آزادی اورحریت کا علم بلند رکھتا آیا ہے۔ جس کے باشندے آزاد چلے آئے ہیں" جنہوں نے نہ کچھ اپنے ملک میں بنایا جسے دشمن آکر برباد کردیں نہ اپنے دشمن کی لوٹ کےلئے اپنے گھروں میں کچھ جمع کیا۔ جس پر دشمن کو لالچ آسکے۔ انہوں نے جو کچھ بنایا اور کمایا عرب سے باہرنکل کربنایا۔ پر اپنے وطن کو انہوں نے کبھی زیب وزینت نہ دی جس پر غیر عرب رشک کریں۔

دوسری فصل

بائبل مقدس اوراہلِ عرب

اہل عرب کی بابت جو کچھ دنیا کو معلوم ہوا ہے وہ اسلامی زمانہ کا اورمسلمانوں کی معرفت معلوم ہوا ہے وہ بھی اس قدر ناتمام ہے کہ قدیم اہلِ عرب کے صحیح حالات مسلم تحریرات سے معلوم کرنا قریباً دشوار ہے۔ اس کا ہرگز مطلب یہ نہیں کہ تاریخ اسلام قدیم اہلِ عرب کی بابت بالکل خاموش چلی آئی ہو۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ تاریخ اسلام ایسی روایات پر مبنی ہے کہ جو زیادہ تر درجہ اعتبار سے گری ہوئی ہیں وہ روایات زیادہ تر راویوں کے اعتبار پر مبنی ہیں۔ جنکی تائید وتصدیق ان اقوام کی تاریخ سے نہیں ہوتی جو عرب کے قرب وجوار میں آباد تھیں۔ اس وجہ سے اہل عرب کے قدیم حالات معلوم کرنے کےلئے ملک عرب کے پڑوس کی اقوام کی

طرف رجوع کرنا لازم آیا ہے پڑوس کی اقوام میں سب سے پہلی قوم یہود ی قوم ہے۔ جس کی تاریخ معتبر ہونے کے سوا نہایت قدیم ہے۔ اس تاریخ کا نام بائبل ہے۔ ذیل کا بیان ہم بائل سے پیش کرتے ہیں اس سے اجمالاً اہلِ عرب کے حالات پر روشنی پڑیگی۔

۱۔ بائبل مقدس کے موافق بعد طوفانِ نوح حصرت سام بن نوح کی اولاد نے فارس، مسوپتامیہ، شام، ملک عرب کو آباد کیا۔ خاص کر حضرت یقطان کی نسل عرب میں ہی آباد ہوئی ۔ عوضی ، مس ، ارفکسد، الموداد ، دقلہ ،حوملہ ،سبا اورال، عوبال اوخیر، سلف ۔ حصا، مادت، یوباب، ابی مائل ، شیبا، نے عرب میں سکونت اختیار کی۔ دیکھو پیدائش کی کتاب کا دسواں باب ۔

اب اگر عرب کا نقشہ دیکھا جائے تو اسماءمافوق میں سے لے کر کثیر نام ملک عرب کے نقشہ پر لکھے ملینگے۔ اس سے ہم یہ نتیجہ بآسانی سے اخذ کرسکتے ہیں کہ حضرت سام بن نوح کی نسل سے پہلے پہل ملک عرب آباد ہوا تھا۔یہاں اہلِ عرب کی فضیلت وخصوصیت یہ بیان کی جاسکتی ہے ۔ کہ یہ ملک واحد خدا کے پرستاروں کی ملکیت بنایا گیا تھا۔ خدا اسم کے ڈیروں میں رہنے والا بیان ہوا ہے۔

پیدائش کی کتاب کے دسویں باب سے یہ پتہ بھی ملتا ہے کہ حضرت یافت کی اولاد نے یورپ میں سکونت اختیار کی ۔ اورحام کی نسل کے کچھ حصہ نے ایران میں مسوپتامیہ ، اسوریہ ،کنعان، ملک مصر میں رہائش اختیار کی گویا حام اورسام کی نسل ہی ایک دوسرے کے قریب رہ گئی ۔ یافت کی تمام نسل اورتمام جھگڑوں سے الگ ہوگئی ۔ جوبعد کے زمانہ میں مسوپتامیہ اورمصر اورعرب وکنعان میں پیدا ہونے کوتھے۔

بائبل سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے حکومت وسلطنت کی بنیاد حام بن نوح کے خاندان میں شروع ہوئی۔ نمرود نے اُس کی بنیاد ڈالی۔ اس کے بعد مغربی ایشیاء کے ممالک میں زبردست قومیں اورحکومتیں قائم ہوئیں۔ جن کا بیان اس اختصاء میں آنا محال ہے ۔ عرب میں بھی زبردست قومیں اورحکومتیں پیداہوئیں جن کا اجمالاً ذکر بائبل میں آیا ہے۔ اس اجمال کا بیان بطور مثال ذیل میں

بائبل سے کیا جاتا ہے۔تاکہ معلوم ہو کہ ملکِ عرب قدیم سے تہذیب وشائستگی میں دیگراقوام سے ہرگز پیچھے نہ تھا۔

۲۔ عرب کی قدیم اقوام میں ماعونی اورعمالیق قومیں شامل ہیں۔ قوم عمالیق ملکِ کنعان کے جنوب میں اس سرزمین میں آباد دکھائی گئی ہے جو نہر سوئیز اورمدیان اور خلیج عکابہ اورکوہ سینا کے درمیان ہے۔

جب بنی اسرائیل ملکِ مصر سے نکل کر کوہِ سینا کے پہاڑوں میں پہنچے تواُن سے اسی قوم عمالیق نے سب سے پہلے جنگ کی تھی۔ موسیٰ کی دعاؤں سے صرف اسی جنگ میں بنی اسرائیل نے کامیابی حاصل کی تھی۔جس سے اس جنگ کی اہمیت کا آسانی سے اندازہ کیا جاسکتا ہے۔(خروج ۱۷: ۱۸: ۱۶)

قومِ عمالیق نہ صرف کوہستان سینا میں ہی آباد تھی بلکہ گنتی ۱۳: ۲۹سے معلوم ہوتا ہےکہ قوم عمالیق ملکِ کنعان کے دکھن میں کنعان کی دیگراقوام کے ساتھآباد تھی۔

اورجب بنی اسرائیل نے ملکِ کنعان کی جاسوسی قادس برینہ سے کی اورجاسوسوں نے کنعان کی بابت دلشکن باتیں اسرائیل کو سنائیں تو بنی اسرائیل کے نافرمانوں نے چاہا کہ وہ کنعان کے جنوب سے ہی کنعان میں جاگھسیں۔ تب موسیٰ نے اُنہیں یہ کہکر منع کیا کہ دیکھو یہاں عمالیق اور کنعانی تمہارے سامنے ہیں تم مارے جاؤ گے۔ اورایسا ہی ہوا۔ گنتی ۱۵: ۴۰تا ۴۵۔

گنتی کی کتاب ۲۰۲۲۴ سے عمالیق کی بابت نہایت بڑی بات معلوم ہوتی ہے جسے ہم بلعام کے الفاظ میں پیش کرتےہیں۔ موسیٰ کہتا ہے پھراس نے عمالیق کودیکھا اوراپنی مثل لے چلا۔ اوربولا عمالیق قوموں کے درمیان پہلا تھا۔ پر اس کا انجام نیستی نابودی ہوگا۔

اس کے سوا حضرت موسیٰ نے عمالیق کی بابت خاص طورپر سے بنی اسرائیل کو وصیت کی کہ جب توملکِ کنعان کا وارث ہوجائے توعمالیق کا ذکرآسمان کے نیچے سے مٹادینا دیکھو استشنا ۲۵: ۱۰تا ۱۹تک۔

قاضیوں کے زمانہ میں عمالیق مدیانیوں کے ساتھ ہوکر بنی اسرائیل کو ملکِ کنعان میں ستاتے رہے۔ اُن کی جدعون اسرائیلی نے قوت وطاقت کوتوڑا۔ ۶: ۳۳، ۷: ۱۲، ۱۳۔

اس کے سوا قاضی ۱۰: ۱۰تا ۱۲ تک بنی اسرائیل کے دشمنوں کی فہرست میں میدانی اورعمالیق اورماعونی صفائی سے مذکورہوئے ہیں ۔ جس سے ظاہر ہے کہ یہ تینوں قومیں ہمعصر ہمزبان تھیں۔ جو صاحب اقتدارتھیں۔ اورعمالیق کا کنعان میں اس قدر اقتدار تھا کہ افرائیم کےعلاقہ میں پہاڑ عمالیق کے نام سے نامزد تھے۔ قاضی ۱۲: ۱۵۔اس کےسوا بنی اسرائیل کے پہلے بادشاہ ساؤل کی زندگی قوم عمالیق کو ہی فنا کرنے میں ختم ہوئی ۔۱سیموئیل ۱۴: ۴۸، ۱۵: ۳۱۔ آخر کار حضرت داؤد نے عمالیق اوراسکے حلیفوں کی قوت اورطاقت کو ایسا توڑاکہ پھر اُن کی نمائش ملک کنعان میں نہیں پائی ۔۱سیموئیل ۲۷: ۸ سے ۱۲، ۳۰: ۱، ۱۳، ۱۸۔

عمالیق کی سکونت گاہ کی بابت ۱سیموئیل ۲۷: ۸ میں آیاہے کہ" اور داؤد اس کے لوگ چڑھے اورجسوریوں اورجزریوں اورعمالیقیوں پر حملہ کیا کہ وہ صورکی راہ سے لیکے مصر کے سوانے تک اسی سرزمین میں قدیم سے بستے تھے۔پھر یہ کہ سوقینی عمالیقیوں میں سے نکلے اور ساؤل نے عمالیقیوں کو حویلہ سے لیکے صورت تک جو مصر کے سامنے ہے مارا۔ ۱سیموئیل ۱۵: ۷۔

بائبل کا عمالیق کی بابت بیان مافوق اس بات کا ضرور شاہد ہے کہ جب بنی اسرائیل ملک مصر سے نکلے اس وقت وزمانہ میں قوم عمالیق ملک کے ہی حصہ پر قابض تھی جس کے شمال میں ملکِ کنعان اور مغرب میں نہر سویز اور جنوب میں بحیرہ قلزم اورمشرق میں خلیج عکابہ اورکوہ حور کا سلسلہ اورملک ادوم ہے۔ مگر اس کے ہرگز یہ معنی نہیں لئے جاسکتے کہ عمالیق کا قبضہ اوراُن کی حکومت اس ملک سے باہر خصوصاً ملک عرب میں مطلق نہ تھی۔ یہ قوم صرف ملک مذکورہی میں محدود ومقید تھی ۔ ہمیں بائبل سے معلوم ہوچکا ہے کہ یہ قوم قاضیوں اور ساؤل وداؤد بادشاہوں کے زمانہ میں دریا یردن کے مشرق ملک پر حملہ آورہوئی اورخصوصاً ساؤل سے خطرناک جنگ کئے۔

بیان مافوق سے یہ بات بھی ظاہر ہوتی ہے۔ کہ عمالیق کی حلیف اقوام بھی زبردست اورعرب کی ہی رہن والی تھیں۔ مثلاً عمالیق کی حلیف اقوام میں عرب کی

ماعونی، مدیانی ، صیدانی ، قینی ، جسوری ، جزری، کنعانی اقوام مذکورہوئی ہیں اورعمالیق قوم کو اقوام میں پہلا درجہ دیا گیا ہے۔ پس بائبل کے بیان سے قوم عمالیق کا زور صرف اس بات سے ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ قوم حکومت مصر اور کنعان کی سرحد اوراُس کے آس پاس ہوکر گویا ملک عرب کی محافظت کا کام کررہی تھی۔ جس کی بابت یہ بات بیان نہیں کی گئی ۔ کہ عرب میں قوم عمالیق کا اختیار واقتدار کہاں تک تھا؟

بائبل کے بیان سے بخوبی روشن ہے کہ ماعونی اورعمالیق ہمعصر اقوام تھیں جو ملک مصر اور کنعان کی سرحد پرزبردست اختیارواقتدار رکھتی ہیں۔

۳۔ عرب میں حضرت ابراہیم عبرانی کی نسل کا آبادہونا

حضرت ابراہیم کا زمانہ ملک عرب کے اقبال اور سرفرازی کا زمانہ تھا۔ اس زمانہ تک عرب میں حکومت وریاست قائم ہوچکی تھی۔ جو نہ صرف عرب کی حفاظت کرسکتی بلکہ ملک مصر میں حکومت کو زیر کرکے اس پر پانچ سوبرس تک حکومت کرسکتی تھی پس ایسے زمانہ میں ملک عرب کی بابت ہرگز یہ خیال نہیں کیا جاسکتا کہ ملک عرب گویا غیر آباد تھا۔ جس میں آباد ہوکر حضرت اسماعیل اورعیسو اورلوط کی اولاد گویا ایک دم ملک عرب کی مالک مختار بن گئی تھی۔ ایسا خیال کرنا واقعات وحقیقت کے سراسر خلاف ہے۔

حضرت ابراہیم کے ساتھ واحد خدا کی پرستش کا اعتقاد عالمگیر عقیدہ بننے کیلئے شروع ہوا۔ ابراہیم کی نسل میں جو حضرت اسحاق سے پیدا ہونے کو تھی اس اعتقاد نے جڑ پکڑی ۔ حضرت اسماعیل اوراُس کی والدہ کو کسی نہ کسی وجہ سے حضرت ابراہیم سے جدا ہوکر بیرسبع میں سکونت اختیار کرنا پڑی اور حضرت ہاجرہ نے حضرت اسماعیل کےلئے ایک مصری عورت لی۔ جس سے آپ کی شادی کرائی گئی اور وہ بیابان فاران یعنی عمالیق کے ملک میں رہی۔ پیدائش ۲۱: ۱۲۔

حضرت ہاجرہ اوراسماعیل کا عمالیق کے ملک میں رہنا اور حضرت اسماعیل کا مصری عورت سے شادی کرنا

اس کے خاندان سے خدایِ واحد کے اعتقاد کو ضرور دور کرنے کا سبب ہوا ہوگا۔ کیونکہ عمالیق خاص کر مصری بت پرست تھے۔ غرضیکہ فاران کے بیابان میں حضرت اسماعیل کے بارہ بیٹے پیدا ہوئے ۔ اوربڑھے ۔ بعد کو انہوں نے شمالی عرب میں جگہ حاصل کی۔ حضرت اسماعیل کے بیٹوں کے نام حسب ذیل ہیں۔

نبیط، قدار، اوئبل، مبسام ، مسماع، دومہ ، منشا، حدر، تیمہ ، اطور، نفیس ، قدمہ ۔ پیدائش ۲۵: ۱۳تا ۱۵ تک اس کے ساتھ ہی حضرت ابراہیم کےوہ بیٹے بھی عرب میں آباد ہوئے۔ جو حضرت قتورہ سے تھے۔ اُن کے نام حسب ذیل ہیں مثلاً زمران، یقسان، مدان، مدیان، اسباق، سوخ، اوریقسان سےبہا اور ودان پیدا ہوئے ۔ اور ودان کے فرزند اسوری، لطوسی، اورلومی تھے ۔ اورمدیان کے فرزند عیفہ اورعفر اور حنوك اورابیداع اورالدعا تھے۔ پیدائش ۲۵: ۱تا ۴۔

حضرت اسماعیل کی نسل اوربنی قطورہ کا عرب میں جگہ حاص کرلینا ہرگز کوئی آسان کام نہ تھا۔ ان دنوں میں عمالیقی حکومت کا تمام عرب پر قبضہ تھا۔ جو مذہبی طور سے بت پرست حکومت تھی۔ پر چونکہ حضرت اسماعیل اوراس کے بیٹے فن جنگ میں ماہر تھے۔ اوربنی قطورہ بھی اس فن میں کچھ کم قدرنہ تھے۔ عرب کے حکمرانوں نے انہیں اس وجہ سے اپنے ملك میں خوشی سے جگہ دی ہوگی کہ وہ اُن کے معاون ومددگار بن جائیں۔ بعد کو ہمیں حضرت ابراہیم کی عربی نسل کی فتوحات کا بہت کم ذکرملتا ہے۔ البتہ حضرت یوسف کی زندگی کے واقعات کی بسم اللہ ،مدیانیوں اور اسماعیلیوں کے ذکر سے ہوتی ہے۔ ہمیں بتلایا جاتا ہے کہ لایانی اوراسمعیلی سوداگر حضرت یوسف کو خرید کر مصر میں لے گئے تھے۔ اورانہوں نے اسے فوطیفار مصری حاکم کے پاس بیچا تھا۔ پیدائش ۳۷: ۲۳تا ۳۶۔

اس بیان سے کئی باتیں ظاہر ہیں۔ ان میں سے پہلی بات تویہ ہے کہ جس وقت حضرت یوسف مصر میں بیچا گیا اس وقت حضرت اسماعیل کی عربی اولاد مدیانیوں سے اچھا خاصہ ربط ضبط رکھتی تھی۔ دوم یہ کہ مدیانی اوراسمعیلی اس زمانہ میں تجارت پیشہ تھے۔ سوم یہ کہ اس زمانہ میں ملك کنعان اورعرب میں ایسے تعلقات قائم تھے کہ ایك ملك

کا سوداگر دوسرے ملک میں آسانی سے آجاسکتا تھا۔ تجارتی مال کی خریدوفروخت کرسکتا تھا۔ چہارم یہ کہ عرب وکنعان و مصر میں تجارت کھلی تھی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہرسہ ممالک میں خوشگوار، تعلقات قائم تھے اورمصر میں چوپان حکمران حکومت کررہے تھے ۔ تعجب نہیں کہ یہ چوپان حکمران عمالیقی ہوں۔

۴۔ حضرت اسماعیل وبنی قطورہ کے عرب میں آباد ہونے کے بعد حضرت اسحاق کے بیٹے حضرت عیسو اورآپ کی اولاد نے بھی عرب کے شمال مغربی حصہ میں سکونت اختیار کی ۔ حضرت عیسو بھی ایک اعلیٰ درجہ کا بہادر اورفن حرب کا مشاق وماہر تھا۔ آپ نے ابتدا میں کوہ شعیر اورادوم کو اپنا سکونت گاہ بنایا۔ لیکن بعد کو آپ کی اولاد نے عرب میں پناہ پائی ۔ حضرت عیسو کی نسل کی ترقی اورحکومت کی پائداری کا ذکر بائبل میں حیرت انگیز طریق پر آیا ہے۔ بنی اسرائیل کے ملک مصر میں غلام بننے اورغلامی سے رہائی پاکر ملک کنعان پر قبضہ کرنے اور قاضیوں کے زمانہ کے گذرجانے تک کے زمانہ میں آپ کی نسل نے زبردست ریاست حکومت قائم ثابت کرلی تھی۔ جس کا بیان پیدائش کی کتاب کے ۳۶ویں باب میں آیا ہے۔اس بیان کو روبرو رکھتے ہوئے ہم حضرت اسماعیل کی اولاد اورآپ کے بھائیوں بنی قطورہ کی اولاد کی عربی ترقی اورفتوحات کاکچھ اندازہ لگاسکتے ہیں۔ غالباً اس زمانہ میں حضرت ابراہیم کی عربی نسل عمالیقی اقتدارکو فنا کرکے ماعونی حکومت کو قائم کرنے میں ضرورمعاون ہوگئی ہوگی اورماعونی حکومت کے زمانہ میں حضرت ابراہیم کی نسل نے عرب میں خوب ترقی کی ہوگی بعد کو ماعونی حکومت کا خاتمہ صابیوں نے کیا ہوگا۔

۵۔ بنی اسرائیل کی کنعانی حکومت کے زمانہ میں خصوصاً حضرت سلیمان کی سلطنت کے زمانہ میں بائبل ہمارے روبرو عرب کی ملکہ سبا(صبا) کو پیش کرکے صابی حکومت کا اقتدارظاہر وثابت کرتی ہے۔

صابی حکومت عرب کے جنوبی کنارے سے عرب کی شمالی سرحد اورملک کنعان تک وسیع تھی۔ ہم انبیاء کے صحائف میں ذیل کا بیان پاتے ہیں۔

اورسبا کے لوگ اُن پر آگرے اورانہیں لے گئے اورنوکروں کی تلوار کی دھار سے قتل کیا۔ اورفقط میں ہی اکیلا بچ نکلا کہ تجھے خبردوں۔ایوب ۱: ۱۵۔

خداوند یوں فرماتا ہے۔ مصر کی دولت اورکوش کا منافع اورسبا کے قدآورلوگ تجھ پاس آئینگے اوروہ تیری پیروی کرینگے۔ یسعیاہ ۴۵: ۱۴۔

اورلوگوں کے ایک ہجوم شادیانہ بجاتے ہوئے کی آواز اُس میں تھی اورعوام لوگوں کے سوا بیابان سے شرابیوں کو لائے۔ وہ ہاتھوں پر کنگن پہنتے اورسروں پر خوشنما تاج رکھتے تھے۔ حزقی ایل ۲۳: ۴۲۔

اورتمہارے بیٹوں اورتمہاری بیٹیوں کو بھی نبی یہوداہ کے ہاتھ بیچوں گااور وہ اُن کو سبائیوں کے ہاتھ جو دورملک میں رہتے ہیں بچینگے۔یوئیل ۳: ۸۔ اس کے ساتھ دیکھو۱سلاطین ۱۰: ۱تا ۱۳تک۔ ۲تواریخ ۹: ۱تا ۱۲تک ۔ ایوب ۶: ۱۹۔ زبور۷۲: ۱۰تا ۱۵ تک ۔یسعیاہ نبی فرماتا ہے کہ اونٹوں کی قطاریں اور مدیان اورعیفہ کی سانڈھنیاں آکے تیرے گرد بےشمارہونگی وہ جو سبا کے ہیں آئینگے۔ وہ سونا اور لوبان لائینگے اور خداوند کی تعریف کی بشارتیں سنائینگے قیدار کی ساری بھیڑیں تیرے پاس جمع ہونگی اور نبیط کے مینڈھے تیری خدمت میں حاضرہونگے۔ ۶۰: ۶یا ۷۔

یرمیاہ فرماتا ہے کہ کس فائدے کےلئے سبا سے لبان اور دورُ ملک سے خوشبودار اوکھ مجھ تک آتے ہیں۔ تیری سوختنی قربانیاں مجھے پسند نہیں ہیں ۶۰: ۳۰۔

حزقی ایل نبی صومہ کی شوکت کا خاکہ کھینچتا ہوا اس میں ایک رنگ عربوں کا بھی بایں الفاظ ابھرتا ہے۔ ودان اور یادان اوزال سے تیرے بازار میں آتے تھے۔ آبد ارفولاد اور یتجبات اوربچ تیرے بازارمیں وہ بیچتے تھے ودان تیرا سوداگر تھا۔ سواری کے چارجامے تیرے ہاتھ بیچتا تھا۔ عرب اور قیدار کے سب امیر تجارت کی راہ سے تیرے ساتھ تجارت کرتے تھے۔ سبا اور رعمہ کے سوداگر تیرے ساتھ سوداگری کرتے تھے۔ وہ ہر رقم کے نفیس وخوشبودار مصالح اورہر طرح کے قیمتی پتھر اورسونا تیرے بازارمیں لاکے بالم لین دین کرتے تھے۔ حران اور کنہ اور عدن اورسبا کے سوداگر اوراسوراورکلمد کے سوداگر تیرے ساتھ سوادگری کرتے تھے۔

یہ ہی تیرے تجار تھے جو کمخاب اورچوغے اور ارغوانی اورمنقش پوشاکیں اورسب طرح کے بوٹے دار نفیس کپڑے گھٹنو تک ڈوری سے کسے ہوئے اورمضبوط کئے ہوئے تیری نجات گاہ میں بیچنے کےلئے لاتے تھے۔ ۲۷: ۱۹تا ۲۴۔ ۳۸: ۱۳۔

پھر یرمیاہ فرماتا ہے کہ ودان اورتیمان اوربوز کو اوران سبھوں کو جوڈاڑھی کے گوشے منڈاتے اورعرب کے سارے بادشاہوں کو اوران ملے جلے لوگوں کے سارے بادشاہوں کو جوبیابان میں بستے ہیں ۲۵: ۲۳، ۲۴۔

غزالغزلات کا مصنف قیدار کے خیموں کی تعریف میں لکھتا ہے کہ " اے یروشلیم کی بیٹیو قیدار کے خیموں کی مانند ، سلیمان کے پردوں کی مانند ۱: ۵ زبور کا مصنف لکھتا ہے کہ میں سک میں سکونت کرتا اورقیدار کے خیموں کے پاس رہتا ہوں۔ ۱۲۰: ۵۔

یسعیاہ نبی لکھتا ہے کہ بیابان اوراُس کی بستیاں ، قیدار اوراُس کے آباد دیہات اپنی آوازبلند کرینگے ۔سلع کے رہنے والے ایک گیت گائینگے۔ پہاڑوں کی چوٹیوں پر للکا رکرینگے ۔ ۴۲: ۱۱ پھر لکھتا ہے۔

عرب کے صحرا میں تم رات کاٹو گے۔ اے دوانیوں کے قافلو، پانی لیکے پیاسے کا استقبال کرنے آؤ۔ اے تیما کی سرزمین کے باشندو روٹی لیکے بھاگنے والے کے ملنے کو نکلو۔ کیونکہ وہ تلواروں کے سامنے سے ننگی تلوار سے اورکھینچی کمان سے اورجنگ کی شدت سے بھاگے ہیں۔کیونکہ خداوند نے مجھ کو یوں فرمایا۔ ہنوزایک برس ہاں مزدور کے سے ایک ٹھیک برس میں قیدار کی ساری حشمت جاتی رہیگی۔ اور تیرا اندازوں کے جوباقی رہے۔ قیدار کے بہادر لوگ گھٹ جائینگے کہ خداوند اسرائیل کے خدا نے یوں فرمایا ہے ۱۳: ۲۳، ۱۷۔

پھر زبور میں آیا ہے کہ " سبا اورسیبا کے بادشاہ ہدئیے گذرانینگے" ۷۲: ۸، ۱۰۔

بیان مافوق میں عرب کی بابت، اس کے باشندوں کی بابت ،اُس کے بادشاہوں اورتجاروں کی بابت۔ اس کی صنعت وحرفت کی بابت۔ اُس کی قدرتی دولت وپیداوار کی بابت حیرت انگیز صداقت کا اظہار آیا ہے۔ اُس کی حکومت کی

بابت تعجب خیز سچائی کا بیان آیا ہے۔جو عام طور سے مسلم دنیا کی نظروں سے چھپی چلی آئی ہے۔

بیان مافوق کی حد زمانہ حضرت ابراہیم کی ہجرت کے زمانہ سے لے کر یہوده کی کنعانی سلطنت کی تباہی اوربربادی کے زمانہ تک ہے۔اس زمانہ میں عرب کی صابی سلطنت برباد ہوئی اورعرب میں ماعونی حکومت برسرا اقتدار ہوئی۔ اس کی وسعت جنوبی عرب کے کنارے سے شمالی سرحد تک پہنچی۔ تمام عرب میں امون دامان کی فرادانی ہوئی ۔ ماعونی حکمرانوں کاسلسلہ قائم ہوا۔ ان کے اقتدار کو پڑوسی حکومتوں نے تسلیم کیا۔ عربی صنعت وحرفت کی اورتجارت کی کمال ترقی ہوئی ۔ بائبل کے انبیاء عربی حکمرانوں کا باربار ذکر کرتے ہیں بلکہ صبا یا سبا کی کیفیت سے صابی حکمرانوں کے تعلقات کنعان کی یہودی حکومت سے قائم وثابت کرتے ہیں ۔اُن کے تجارتی رشتے صورفینکی سے ظاہر کرتے ہیں۔

اس حکومت کے دوران میں وہ حضرت اسماعیل کی عربی نسل کے عرب میں اختیار واقتدار پانے کا صفائی سے تذکرہ کرتے ہیں۔ وہ قیدار کی شان وشوکت کو اسکے بہادروں کی بہادری کو، اس کی دولت وحشمت کو۔ اُسکے خیموں اورآباد ودیہات کو۔ اس کی بھیڑوں اورنبیط کے مینڈھوں کو خاص طور سے بیان کرتےہیں۔ قیدار کی حشمت کے جاتے رہنے کا بھی ذکر کرتے ہیں۔ غرضیکہ عربی حکومت کے زمانہ میں بائبل کے انبیاء حضرت ابراہیم کی عربی نسل کی ترقی اوراقبال کی گومختصر کیفیت بیان کرتے ہیں توبھی یہ کیفیت حضرت اسماعیل کی عربی نسل کی دولت وحشمت کی زبردست شاہد ہے۔ اس نے زمانہ مذکورہ میں عربی حکومت کے درمیان حکمرانوں کی حیثیت ضرور حاصل کرلی تھی۔ بنی اسرائیل ویہوده کی حکومت کی تباہی کے بعدبھی عرب کی حکومت برسراقتدار رہی اورحضرت ابراہیم کی عربی نسل برابرترقی کی راہ پر گامزن رہی۔ جب بنی اسرائیل اسیری کو لوٹ کر اپنے ملک میں آبا دہوئے تو عرب کے حکمران اس وقت بھی برسر اقتدار تھے۔ اُنہوں نے یروشلیم کی شہرپناہ بنانے میں بنی اسرائیل کی ضرورمزاحمت کی ۔دیکھو نحمیاہ کی کتاب ۲: ۱۹، ۴: ۷۔ ۶: ۱۔

اس کے سوا صابیوں کے اقتدار کا ذکر مکابیوں کی کتابوں میں بھی آیا ہے جسے بخوف طوالت قلم انداز کیا گیا ہے۔

مکابیوں کے زمانہ کے بعد سے لے کر حضرت محمد کے زمانہ تک عربوں کا اقتدار بصورت زوال پہنچا ہے۔ جس کے اسباب زیادہ تر خارجی اورکچھ اندرونی تھے ۔ جن کا بیان ترک کردیا گیا ہے۔ بیان مافوق پرنظر ڈالتے ہوئے ہرایک ناظر کویہ بات نہایت تعجب خیز معلوم ہوگی کہ حضرت سام بن نوح اور حضرت ابراہیم عبرانی کی عربی نسل ملک عرب میں ہمیشہ باقتدار چلی آئی ۔بابل ،نینوہ، سورفینکی، کنعان، مصر، فارس ، یونان کی زبردست حکومتیں پیدا ہوکر فنا کی گود میں سوتی گئیں ۔ مگر عربوں نے اپنی آزادگی ہاتھ سے نہ کھوئی کیا یہ تاریخی معجز نہیں ہے؟

تیسری فصل

آثارِ قدیمہ میں اہلِ عرب کی عظمت

اہلِ عرب کی تہذیب وشائستگی پرجو بائبل نے روشنی ڈالی۔ گووہ کسی کی کمزور آنکھ کومدھم اور دھیمی معلوم ہو۔مگر جب اسے آثار قدیمہ کی روشنی سے دیکھا جاتا ہے۔ تو وہ ایک عظیم الشان حقیقت نظر آتی ہے۔ فصل ہذا میں ناظرین کرام آثارِقدیمہ میں اہلِ عرب کی عظمت وفضیلت کو کامل طور سے دیکھ نہیں سکتے۔ کیونکہ آثارِ قدیمہ میں عرب کی شان وشوکت پر بہت کچھ آیا ہے ۔جواس اختصار میں سمانہیں سکتا۔ توبھی ناظرین کرام کی تسکین کےلئے اختصاراً ذیل کا بیان نذرکیا جاتا ہے۔ جس سے اہلِ عرب کی شان وعظمت کا کچھ اندازہ کرنا آسان ہوجائے گا۔

دفعہ ۱۔ طوفانِ نوح سے قبل ازمسیح ۲۰۰۰ برس تک کے زمانہ کے عرب

واضح ہو کہ زمانہ قدیم کی بابلی حکومت جو سنعار کے میدان میں قائم ہوئی تھی۔(پیدائش ۱۴: ۱) علما نے اس کا بیان قدیمی یادگاروں میں اکاد اورشمیر ناموں سے کیا ہے کہ سنعار کے میدان میں ایک عرصہ بعید تک بنی آدم کی اقوام کے باپ دادا اکٹھے رہے۔ آخر ان میں کسی نہ کسی سبب سے انتشار پیدا ہوا۔ پیدائش ۱۱: ۱تا ۹۔ اوراس کے سوا بائبل میں آیا ہے کہ اورکوش سے نمردو پیدا ہوا۔ وہ زمین پر جبار ہونے لگا۔ اورخداوند کے سامنے وہ صیاد جبار تھا۔ اس واسطے مثل ہوئی کہ خداوند کے سامنے نمرود سا صیاد جبار ہے۔ اوراس کی بادشاہت کی بنیاد بابل اور آرک اوراکاد اورلکنہ ، سنعار کی سرزمین میں تھی۔ اوراس ملک سے اسور نکلا اور نینوہ اوررجبات اور عیراورکلح کے درمیان رسن کو جوبڑا شہر ہے بنایا "(پیدائش ۱۰: ۱۸- ۱۲)

اس بیان سے ظاہر ہے کہ زمانہ قدیم میں پہلے پہل سنعار کے میدان میں نمرود بن کوش بن حام نے سلطنت بابل کی بنیاد ڈالی۔ بابل،ارک ، اکاد، الکنہ ، اس کے بڑے شہر تھے۔جو دریا فرات کے کنارے آباد کئے گئے تھے۔ اس سلطنت کی کہاں تک وسعت تھی۔ اس کا فی الحال بیان نہیں کیا جاسکتا فی الحال اس قدرکیفیت ظاہر ہے کہ بائبل کے بیان کے موافق بعد طوفان نوح سب سے پہلے سلطنت کی بنیاد نمرود بن کوش نے ڈالی تھی۔

نمرود بن کوش کی سلطنت کے قیام کے بعد سام کی نسل میں سے اسور نے نینوہ کی سلطنت کی بنیاد دجلہ پر سنعار کے شمال میں ڈالی اوررحبات ، عیر،کلح، اوررسن کے شہروں کوآباد کیا۔

ہردوسلطنتیں ایک مدت تک ایک دوسری کے مقابل وسیع ہوتی گئی ہونگی ان کی حدود میں غیرسامی اورغیرحامی نسل کی رعیت بھی ہوگی ۔ تب ان میں باہم تصادم ہوئے ہونگے۔ ایک مدت تک کوش حکمران اورسامی حکمران آپس میں جنگ وجدل میں مصروف رہے ہونگے۔ جن کا نتیجہ یہ ہوا ہوگا کہ کبھی حام کی نسل کے حکمران سام کی نسل پر اور کبھی سام کی نسل کے حکمراں حام کی نسل کے حکمرانوں پر

غالب آتے رہے ہونگے۔ ہر دوقوموں کی باہمی جنگ سے دونوں قومیں کمزور ہوکر تیسری قوم کا شکار بنی ہونگی۔ غرضیکہ دوہزار برس قبل از مسیح سے پیشتر کلدیا یا مسوپتامیہ میں عرصہ بعید تک باہمی جنگ وجدل جاری رہا ہوگا۔ یہ امکانات تو بائبل کے بیان سے ہی ظاہر ہے۔ اس پر آثارِقدیمہ کی شہادت کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے۔

مغربی ایشیاء کے تمام آثارقدیمہ اورملک مصر کے آثار قدیمہ سے پایا جاتا ہے کہ کلدیا یا مسوپتامیہ بعد طوفان نوح بنی آدم کےآباء اجداد کا وطن تھا۔ جہاں ابتدا میں اُنہوں نے کئی سلطنتیں قائم کی تھیں۔ جو بعد کوشمالی سلطنت اکاد اورجنوبی سلطنت سمیر اور سلطنت نینوہ کے نام سے مشہور تھیں۔ بابل کی قدیم سلطنت گردونواح کی دیگر ریاستوں سے گھری تھیں۔ جن پر اسے مدت بعد غلبہ حاصل ہوا تھا۔

آثارِ قدیمہ سے یہ بات بخوبی ثابت ہوچکی ہے کہ حضرت ابراہیم کےزمانہ سے پیشترمسوپتامیہ کوشی اورسمی اور عیلامی اقوام کا میدان جنگ تھا۔کبھی حام کے خاندان کےبادشاہ برسرِ اقتدار رہتے تھے۔ اورکبھی سام کی نسل کے حکمران غالب آکر بادشاہ بن جاتے تھے۔ کبھی عیلام کے حکمران بادشاہت پر قبضہ جمالیتے تھے۔ اُن کی حکومتیں مسوپتامیہ سےباہر مغربی ایشیاء کے شمال تک اورسوریہ وکنعان اورملک عرب کے جنوب تک وسیع ہوجاتی تھیں۔ ان حکومتوں کی یادگار میں اور اُن کےبادشاہوں کی طویل فہرستیں بصورت تحریر ہمارے زمانہ تک پہنچ گئی ہیں۔ جو یورپ کے عجائب خانوں میں موجود ومحفوظ ہیں۔ اس کے سوا انگریزی زبان میں ان قدیم یادگاروں پر کثیر کتابیں موجود ہیں۔

ہم بخوفِ طوالت حضرت ابراہیم کے زمانہ کے پیشتر کے حالات پردہ غیب میں چھوڑکر حضرت ابراہیم کے زمانہ تک کے قریب بابلی بادشاہوں کا تھوڑا سا ذکر کرتے ہیں جو عرب کے باشندے تھے۔ بابل کی تاریخ میں ان عربی بادشاہوں کا زمانہ نہایت شانداراورتہذیب وشائستگی کا ایسا اعلیٰ نمونہ ظاہر کیا گیا ہے کہ جس کی مثال مصری تہذیب وشائستگی میں بھی نہیں مل سکی ہے۔ بابل کے ان عربی

حکمرانوں کی فہرست اوراُن کے زمانہ حکومت کے سال مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ سموابی : زمانہ حکومت ۱۵ سال

۲۔ سمولا الو: زمانہ حکومت ۳۵برس

۳۔ صبیح یا ضابم : زمانہ حکومت ۱۴برس

۴۔ ایپلسن : زمانہ حکومت ۱۸برس

۵۔ سنبوط : زمانہ حکومت ۳۰ برس

۶۔ حموربی یا خموربی : زمانہ حکومت ۵۵برس

۷۔ سمسوالونا : زمانہ حکومت ۳۵ برس

۸۔ ابی ایشوء : زمانہ حکومت ۲۵برس

۹۔ عمی سنانا: زمانہ حکومت ۲۵برس

۱۰۔ عمی صدوقہ : زمانہ حکومت ۲۲برس

۱۱۔ سمسوستانا: زمانہ حکومت ۳۱ برس

(ملاحظہ ہوڈی اینشینٹ ٹریڈیشن السٹرٹیڈ بائی مانیومنٹ پروفیسر، فرہمل صفحہ ۶۹)۔

آثارقدیمہ کے ماہرین نے بابل کے عربی خاندان کے حکمرانوں کے زمانہ کی ابتدا قبل ازمسیح ۲۵۰۰ برس قراردی ہے۔ چونکہ باب کے عربی حکمرانوں کی فہرست نامکمل ہے۔ اس وجہ سے اُن کے زمانہ کے اختتام کا درست سن وسال مقرر کرنا فی الحال دشوار ہے۔ توبھی علماء نے یہ فیصلہ کیاہے کہ یہ خاندان بابل کی سلطنت پر ۱۵۰۰ برس تک حکمران تھا۔صفحہ ۴۱۔

اس فہرست میں خموربی یا حموربی حکمران حضرت ابراہیم کا ہمزبان ثابت ہواہے ماہرین آثارِقدیمہ نے اسے پیدائش ۱۴: ۱تا ۱۶کا امراخل تسلیم کیا ہے۔ امراخل یا خموربی اپنے زمانہ کا عظیم الشان بادشاہ بلکہ شہنشاہ گذرا ہے۔ جس نے سلطنت بابل کو نہایت اعلیٰ استحکام بخشا تھا۔ اس نے مملک میں قوانین جاری کئے ۔ جو خموربی کوڈ کے نام سے مشہورہیں۔ خموربی کوڈدنیا کے حکمرانوں کے قوانین میں سب سے قدیم ہے۔ جس کا انگریزی زبان میں ترجمہ بھی شائع ہوچکاہے۔ اس کے قوانین نہایت منصفانہ ہیں۔ جسے ایک دفعہ ہم نے خود بھی پڑھا ہے ۔ غرضیکہ خموربی سلطنت بابل کا وہ حکمران تھا جس کی عظمت کا آثارقدیمہ کے ماہرین پر سکہ بیٹھا ہواہے۔اس بادشاہ کی بابلی تہذیب

وشائستگی کا آفتاب سمت الراس تھا۔ جس کے زمانہ امن میں حضرت ابراہیم نے شہر حاران سے ملک کنعان کی طرف ہجرت کی تھی۔

دفعہ ۲۔ مصر میں سلطنت ہیکساس کا قیام : قبل از مسیح ۲۵۰۰ برس سے ۱۵۰۰ برس تک تخت بابل پر عربی بادشاہ متمکن تھے۔ پر عجیب بات یہ ہے کہ اس زمانہ میں مصر کی عظیم الشان سلطنت کے مالک ومختار بھی عرب کے چوپان بادشاہ تھے۔ جنکو ہیکساس کہا جاتا ہے۔ ماہرین آثار قدیمہ کا بیان ہے کہ مصر کے چوپان حکمرانوں کا زمانہ قبل مسیح ۲۱۰۰ سے ۵۸۷ تک تھا۔ مصر کے چوپان حکمرانوں میں بعض کے نام حسب ذیل لکھے ہیں۔

۱۔ سلاطس : زمانہ حکومت ۱۹برس

۲۔ بنون : زمانہ حکومت ۴۴ برس

۳۔ انچناس : زمانہ حکومت ۳۷ برس ۷ ماہ

۴۔ اپافس یا اپیپی : زمانہ حکومت ۶۱ برس

۵۔ ایانیاس : زمانہ حکومت ۵۰ برس ایک ماہ

۶۔: الیسس : زمانہ حکومت ۴۹ برس ۲ ماہ

منتھو مصری مورخ نے بیان کیا ہے کہ یہ چھ حکمراں چوپانوں کے پہلے بادشاہ تھے جنھوں نے مصریوں پر پے درپے حملے کرکے ملک مصر کو تباہ کیا تھا۔ چوپان بادشاہوں نے اُن کے قائم مقام ہوکر مصر پر ۵۱۱ سال تک حکومت کی تھی۔

تب چوپان بادشاہوں کے خلاف تھیباس اور مصر کے دیگر صوبوں کے شہزادے بغاوت پر آمادہ ہوگئے۔ اُنھوں نے چوپان بادشاہ کو شکست پر شکست دنیا شروع کی۔ اُنھوں نے چوپان بادشاہوں کے لشکر کو جس کا شمار ۸۰۰۰ کا تھا۔ قلعہ دارس میں محصور کرلیا۔ تب چوپان بادشاہ مصر نے اصلی مصری دشمن کے مقابل مصر کو چھوڑدینے کا فیصلہ کرلیا۔ تب اصلی مصریوں نے اُسے ۲۴۰۰۰ لوگوں کے ساتھ مصر سے نکال دیا جو یروشلیم کی طرف چلے گئے۔ ملاحظہ ہو۔ دی اولڈ ٹیسٹمنٹ ان دی لائٹ آودی ہٹاریکل ریکرڈ آواسر یا اینڈ ببلونیا۔ مصنفہ ٹی جی۔ پنچز، ایل۔ایل۔ایم۔آر۔اے۔ ایس صفحہ ۲۵۱۔ ۲۵۳۔

اس کے سواٹیٹسمین مطبوعہ ۱۹ دسمبر ۱۹۲۵ء میں عراق عرب کی ایک تازہ دریافت کی ایک ٹیبلٹ کی تصویر شائع

کی گئی ہے۔ جوایک ہزارٹیبلٹ میں سے ایک ہے ۔ اس کے نیچے یہ عبارت لکھی ہے۔

(انگریزی لکھنا ہے)

یعنی یہ تصویر ہزارٹیبلٹ میں سے ایک ٹیبلٹ کی ہے۔ جن کے ساتھ بہت تحریری خطوط بھی شامل ہیں۔ جو قریباً ۳۴۰۰برس قبل از مسیح لکھے ہوئے ہیں۔ یہ عراق میں دریافت ہوئے ہیں۔ ان سے امید کی جاتی ہے کہ ان سے نامعلوم لوگوں کی تاریخ اورزندگی کا حال معلوم ہوگا۔

سی ۔ ایم ۔ جی مطبوعہ ۸ جنوری ۱۹۲۶ء میں عراق کی ایک اورتازہ دریافت کا مختصر حال شائع ہوا ہے۔ جس میں یہ بات ظاہر وبیان کی گئی ہے کہ شہر اورمیں جو حضرت ابراہیم کا اصلی شہر تھا۔ اس میں ڈنگی نام بادشاہ کا محل دریافت ہوگیا ہے۔ جو قبل ازمسیح ۲۳۵۰ اورکی سلطنت پر حکمران تھا۔ یہی بیان سٹیسٹمن مطبوعہ ۷ جنوری ۱۹۲۶ء میں شائع ہوچکا ہی آنے والا زمانہ دیکھیگا کہ بابل کی سلطنت کی قیامت کی ہستی کیسی پرُستان ہوگی۔ ہم طوالت کے خوف سے فی الحال بیان مافوق پر ہی کفایت کرتے ہیں کیونکہ ہم ناظرین کرام کے لئے اس کو کافی خیال کرتے ہیں۔

اصلی مصر کے خانہ ان کے جس بادشاہ نے ملک مصر سے عرب کے چوپان بادشاہوں کو نکالا اور ۵۱۱برس کے بعد مصری حکمرانوں کے ہاتھ میں سلطنت مصر کو قائم وثابت کیا اُن کاسلسلہ حسب ذیل دیا گیا ہے۔ جو صرف ملک مصر سے بنی اسرائیل کے خروج کے زمانہ تک کا ہے۔

۱۔ اوہمس : ۱۵۸۷قبل ازمسیح

۲۔ امنہوتف۱: ۱۵۶۲ قبل ازمسیح

۳۔ تھوتھمس۱: ۱۵۴۱ قبل ازمسیح

۴۔ تھوتھمس دوم: ۱۵۱۶ قبل ازمسیح

۵۔ ہیت شپیت: ۱۵۰۳ قبل ازمسیح

۶۔ تھوتھمس سوم: ۱۵۰۳ قبل ازمسیح

۷۔ امنہوتف ثانی: ۱۴۴۹قبل ازمسیح

۸۔ تھوتھمس رابع: ۱۴۲۳ قبل ازمسیح

۹۔ امنہوتف ثالث: ۱۴۱۴ قبل ا زمسیح

۱۰۔ امنہوتف رابع: ۱۳۸۳ قبل ازمسیح

۱۱۔ راسمتحا: ۱۳۶۵ قبل ازمسیح

۱۲۔ طت انکھ امن : ۱۳۵۴ قبل ازمسیح

۱۳۔ اے: ۱۳۴۴ قبل ازمسیح

۱۴۔ ہوایمہیب : ۱۳۳۲۔ ۱۳۲۸ تک ۔ ایکس پلوریشن آوایجنٹ اینڈدی اولڈ ٹیسمنٹ ۔ مصنفه جے گیرڈ ڈنکن، بی ، ڈی صفحه ۳۰۔

مافوق فہرست مصر کے ان حکمرانوں کی ہے۔ جنہوں نے چوپان بادشاہوں کو مصر سے نکالنے کے بعد مصر میں بنی اسرائیل کو سخت ایذائیں پہنچائی تھیں۔ اس کا ایک سبب یه تھا که مصر میں بنی اسرائیل چوپان بادشاہوں کے مقبول نظر تھے۔ دوسری وجه یه تھی که مصریوں کی نگاہ میں بنی اسرائیل بھی ایشیائی تھے ، تیسری وجه اُن کو ایذا دینے کی یه تھی که یه لوگ مصر میں ترقی کررہے تھے۔ ان وجہوں سے مصریوں نے ایک طرف تو چوپان بادشاہوں کی مصری یادگاروں کو مٹایا۔ دوسری طرف بنی اسرائیل کو خوب ستایا۔ مصر کے بادشاہ مافوق ۲۶۰ برس تک بنی اسرائیل کو مصر میں دکھ دیتے رہتے تھے۔

مندرجه صدربیان زمانه قدیم کے عربوں کی تہذیب وشائستگی کا شاہدوگواہ ہے که انہوں نے عرب سے باہر زبردست حکومتیں قائم کی تھیں ۔ جن کی یادگاریں ہمارے زمانه کی مہذب دنیا کو حیران کررہی ہیں پس اہل عرب زمانه قدیم سے مہذب وشائسته تھے۔

دفعه ۱۔ عرب کی صابی اورماعونی سلطنتیں۔ قدیم عربوں کی تہذیب وشائستگی آثار قدیمه سےبخوبی ثابت ہوسکتی ہے۔ آثارِ قدیمه سے پایا گیا ہے عرب کے جنوب میں یمن اور حضرموت میں دوزبانوں کے کثیر کتبے اورنشانات پائے گئے ہیں۔ جو عرب کی صابی اورماعونی حکومتوں کے شاہد ہیں۔ ڈاکٹر گریس نے یه آثارِقدیمه نہایت کوشش اورمحنت سے دریافت کئے ہیں۔ جن کو کتابی صورت میں شائع کردیا گیا ہے۔

ان آثارِقدیمه سے پایاجاتا ہے که زمانه قدیم میں ملک عرب میں صابی حکومت قائم ہوئی تھی۔ ڈاکٹر اے ۔ ایچ سیس صاحب آثارِ قدیمه کے ماہر کا بیان ہے که صابی حکمرانوں میں اثمر صابی بادشاہ نے سارگون کو خراج دیا۔ اثمر کے بعد اس کے جانشین نے نگلست پلاسرسوم کو خاص

خراج دیا تھا۔ سارگون ۳۸۰۰ قبل ازمسیح بادشاہ تھا اورتگلت پلاسر کی حکومت کا زمانہ قبل از مسیح ۷۳۳ برس تھا۔ ملاحظہ ہودی ہائرکریٹسزم اینڈ دی مانیومنٹ صفحہ ۱۶۲ و صفحہ ۳۰۔

ڈاکٹرسیس کے بیان سے روشن ہے کہ زمانہ قدیم سے ہاں سارگون کے زمانہ سے بھی پیشتر ملک عرب میں صابی سلطنت قائم تھی۔ جس کے ایک بادشاہ اثمر نامی نے قبل از مسیح ۳۸۰۰ برس سارگون کو خراج دیا تھا۔ صابی حکمران اس زمانہ سے لیکر تگلت پلاسرسوم کے زمانہ تک اپنے حکمران رکھتے تھے ۔ یمن کی صابی حکمرانوں کی حکومت کی وسعت ہرگز ملک عرب میں محدود نہیں سمجھی جاسکتی۔ کیونکہ ہمیں پیشتر سے معلوم ہوچکا ہے کہ بابل کی وسیع سلطنت کے نہایت بااثر حکمران عرب تھے۔ مصر کی عظیم الشان سلطنت کے حکام عربی چوپان تھے۔ پس ہم یہ خیال کرنے کےلئےمجبورہیں کہ عرب کے صابی حکمرانوں کی سلطنت کسی زمانہ میں تمام مغربی ایشیاء اورملک مصر تک وسیع تھی۔

ماہرین آثارِقدیمہ نے اس بات کو تسلیم کرلیا ہے کہ صابی بادشاہوں سے پیشترملک صبا میں کاہنی حکومت تھی کاہنوں کے بعد صابی بادشاہ ہوئے تھے۔ اس سے اس بات کا اندازہ آسانی سے لگایا جاسکتا ہے کہ عرب کی صابی حکومت بابل اورمصر کی حکومت کی طرح قدیم اوران حکومتوں کے ساتھ ساتھ اپنی ہستی قائم رکھتی آئی تھی۔

مزید براں ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ صابی حکمرانوں کے ناموں کی فہرست ہمیں دستیاب نہیں ہوئی ۔ بائبل میں جن صابی حکمرانوں کا اورآثارقدیمہ میں جن کا ذکر آیا ہے۔ وہ اوپر مذکورہوچکا ہے۔ اس سے زیادہ کاہمیں آج تک علم نہیں ہوا ہے ۔

یمن اور حضرموت کی دوسری حکومت ماعونی کی دریافت ہوئی ہے ۔جس کا زمانہ پروفیسر فرہمل نے حضرت موسیٰ اورسلیمان بادشاہ کے درمیان قرار دیا ہے صفحہ ۷۹ اس حکومت کا خاتمہ یمن کے کاہن بادشاہ کریبا الوتر باوطر نے کیا تھا۔ جو صابی تھا۔ بائبل میں ماعونیوں کا سب سے پہلے ذکر قاضیوں کی کتاب ۱۰: ۱۲میں آیا ہے۔

ڈاکٹر اے ۔ ایچ سیس ۔ ڈاکٹر گریسر کی سند سے لکھتے ہیں کہ عرب کی ماعونی حکمرانوں کی فہرست میں ۳۳ بادشاہ شمار آچکے ہیں۔ جسکی حکومت جنوب سے شمال عرب تک بلکہ غازہ تک وسیع تھی۔ صفحہ ۴۰۔

ماہرین آثار قدیمہ نے عربی تہذیب وشائستگی سے ایک نہایت اہم وبنیادی حقیقت یہ منسوب کی ہے کہ عربوں نے دنیا کو لکھنے کا ہُنر سکھایا ہے۔ سب سے پہلے عربوں نے ابجد کو ایجاد کیا۔ جس سے دوسری اقوام نے اپنی اپنی ابجد بنائی ہے۔ اُن کا یہ بھی خیال ہے کہ ماعونی حکمرانوں کا مصر کے چوپان بادشاہوں سے ضرور تعلق تھا۔ صفحہ ۴۲، ۴۵ ڈاکٹر سیس۔

حالات مافوق سے بخوبی عیاں ہے کہ زمانہ حال کے عرب اُن عربوں کی نسل ہیں جو زمانہ قدیم میں نہایت عظیم الشان تہذیب وشائستگی کے بانی تھے جن کے احسان سے بعد کے زمانہ کی انسانی اقوام آجتک سبکدوش نہیں ہوئی ہیں۔ یہ عرب حضرت نوح کے بیٹے حضرت سم اورابراہیم کی نسل کے تھے۔ جن کی اولاد آج تک عرب میں اپنی آپ حکومت رکھتی ہے۔

چوتھی فصل

تاریخ اسلام میں عرب کے قدیم باشندے

مورخین اسلام نے قدیم عربوں کا جو بیان کیا ہے وہ زیادہ تر روائتی اورخیالی بیان ہے۔ جس پرپورا پورا اعتبارنہیں کیا جاسکتا۔سرسید مرحوم نے جب قدیم عربوں کے حالات پر روشنی ڈالنا چاہی توآپ کو ابن اسحاق ابن ہشام طبقات کبیرالمشہور، بواقدی، طبری، سیرت شامی ابوالفدا۔ مواہب لدینه وغیرہ کتب اس قابل نظر نہ آئیں کہ اُن کی سند سے خطبات احمدیه کا پہلا خطبه مرتب فرمالیتے۔اُن تمام کتُب تاریخ کی بابت آپ کوصفائی سے لکھنا پڑا کہ

یہ سب کتابیں تمام سچی اورجھوٹی روائتوں اورصحیح موضوع حدیثوں کا مختلط مجموعه ہیں۔صفحه ۸۔

جب اسلامی تاریخ کی سرسید جیسے علامه یه تعریف کرگئے ہیں تو اس تاریخ سے عرب کے قدیم باشندوں کےدرست حالات کا دریافت کرنا جیسا کہ مشکل کام ہے کسی روشنضمیر ناظر پرپوشیدہ نہیں ہوسکتاہے۔ اسی سبب سے خودسرسید مرحوم نے اپنے خطبات کی بنیاد بائبل اورمسیحی علماء کی تصنیفات پررکھی ۔ مسیحی اور اسلامی کتُب سے قدیم عربوں کی آپ نے جوکیفیت بیان فرمائی اس میں سے ضروری اورمفید کیفیت اختصار کے ساتھ ذیل میں درج کی جاتی ہے جسے ہم اسلامی تاریخ کا خلاصه کہہ سکتے ہیں۔

واضح رہے کہ سرسید نے عربوں کو تین حصوں پر منقسم فرماکربیان کیا ہے ۔یعنی عرب البائدہ یعنی بدوعرب۔ عرب العاریعنی ٹھیٹ عرب ۔عرب المستعربه یعنی پردیسی عرب ، ان میں سے عرب البائدہ کی بابت ہم سب سے پہلے بیان کرتے ہیں۔اس سے معلوم ہوجائے گا کہ تاریخ عرب سے بائبل مقدس کتنا گہرا تعلق ہے۔

دفعه ۱۔ عرب البائدہ کا بیان ۔ سرسید لکھتے ہیں کہ عرب البائدہ میں سات شخصوں کی اولاد کی سات مختلف گرد ہیں شامل ہیں(۱) کوش پسرحام، پسرنوح کی اولاد (۲) عیلام پسر سام پسرنوح کی اولاد (۳) لودپسرسام پسرنوح کی اولاد(۴) عوص پسر ارم پسر سام پسر نوح کی اولاد(۵) حول پسر ارم پسر سام پسر نوح کی (۶) جدیس پسر گژ پسر ارم پسرنوح کی

اولاد(ح) ثمود پسر گژ پسر ارم پسر سام پسر نوح کی اولاد۔ کوش کی اولاد خلیج فارس کے کنارہ پر اوراس کے قریب وجوار کے میدانوں میں آباد ہوئی ۔

جوہم پسر عیلام بھی اس طرف جاکر رودفرات کے جنوبي کناروں پر سکونت پذیر ہوا۔لودجو ان میں سے تیسرا مورث اعلیٰ ہے۔ تین بیٹے مسمیان طسم عمليق، اميم (ايا ميم) تھے۔ جنھوں نے آپ کو تمام مشرقی حصہ میں عرب میں یا یہ سے لیکر بحرین اوراس کےگردونواح تک پھیلادیا۔

عوص پسر عاد اورحول دونوں نے ایك ہی سمت اختیار کی اورجنوب میں بہت دور جاکر حضرت اوراُس کے قرب وجوار کے میدانوں میں اقامت اختیار کی ۔

جدیس پسر گشر پسر ارم پسر سام عرب الوادی میں آباد ہوا۔

ثمود پسر گشر پسر ارم پسر سام نے عرب الحجر میں اوراس میدان میں جو وادی القریٰ کےنام سے مشہور ہے اور ملك شام کی جنوبي اورملك عرب کی شمالی حد ہے رہتااور قبضہ کرنا پسند کیا۔ سرسید کا بیان مافوق عربي جغرافیہ دانوں کے بیان کی سند پر کیا گیا ہے جن میں سے ابوالفدا ، معالم المتنزیل ۔ تقویم البدان کتب کے حوالے سند میں پیش کئے ہیں۔ جن میں صرف عاد، ثمود ، طسم ، جدیس ، جرھم کاذکر ہے۔ اورعاد کو عوص کا عوض کوارام ، ارام کو سام کا بیٹا بیان کیا گیا ہے۔ باقی کے حسب ونسب کا کچھ ذکر نہیں کیا گیا ہے صفحہ ۲۸، ۲۹۔

سرسید پھر فرماتے ہیں کہ بنی کوش، کسی عرب کے مورخ نے بنی کوش کا کچھ حال نہیں بیان کیا سب خاموش ہیں اور اس سبب سے اُن کے حالات کچھ دریافت نہیں ہوئے۔۔۔ نویری نے اپنے جغرافیہ میں ایك فقرہ لکھا ہے۔" وملك شرجیل علی اقدیس وتمیم" اس فقرہ میں نویری نے بنی کوش کا ذکر بشمول بنی تمیم کے کیا ہے ۔ جس سے وہ حصہ سلطنت کا مراد ہے جو الحارث نے اپنے دوسرے بیٹے شرجیل کو بخشا تھا۔ نویری کے اس فقرہ پر ریورنڈ مسٹر فاسٹر یہ استد لال کرتے ہیں کہ مشرقی مورخ نبی کوش کو عرب کے رہنے والوں میں شمارکرنے سے خاموش نہیں ہیں الخ۔

مگر ریورنڈ مسٹر فاسٹر نے بڑی کوشش اور تلاش سے
اور بڑی صحت اور قابلیت سے نہایت معتبر اور مستند
حوالوں سے اس امر کو بیان کیا ہے کہ بنی کوش درحقیقت
عرب میں خلیج فارس کے کنارے پر برابر آباد ہوئے تھے اور
مشرقی کنارے کے مختلف شہروں کے ناموں کا ناموں سے
مقابلہ کرکے جو بطلیموس نے لکھے ہیں اپنے دعویٰ میں قطعی
کامیابی حاصل کی ہے۔ لیکن مصنف موصوف نے جبکہ بنی
کوش کو تمام جزیرہ عرب میں اور خصوصاً یمن اورخلیج
عرب کے کناروں پر پھیلادینے کی کوشش کی ہے تواُس کی
دلیلوں میں ضعف آجاتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اس لئے ہم کہتے ہیں
کہ " نمرود " کے سوا جس کا ذکر تنہا کتاب مقدس میں کیا گیا
ہے اوراس سبب سے ہم کو یہ متنبط کرنا پڑتا ہے کہ وہ اپنے
بھائیوں کے ساتھ آباد ہوا تھا۔ باقی اولاد کوش کی جن کے نام
سبا، حویلہ ، سبتاہ، رعماہ ، ستبکا تھے اور رعما کے بیٹے یعنی
شبا اور دوان سب خلیج فارس کے کنارہ کنارہ آباد ہوئے
تھے۔۔۔صفحہ ۳۰،۳۱۔

اس کے بعد سرسید نے بائبل مقدس اور مسٹر فاسٹر
کے تاریخی جغرافیہ عرب کی سند سے عربی قبائل کا ایسا بیان
کیا ہے جو بائبل کے بیان سے تطبیق کھاتا ہے۔ طوالت کے
خوف سے باقی بیان قلم اندازکرلیا گیا ہے۔

دفعہ ۲۔ عرب العاربہ یا ٹھیٹ عربوں کا بیان بھی
سرسید نے بائبل مقدس اور مسٹر فاسٹر کے جغرافیہ کی سند
سے کیا ہے۔ بنی یقطان کے حکمرانوں کا بیان تاریخ اسلام سے
کیا گیا ہے۔

۱۔ قحطان اول یمن میں پہلا حکمران مانا گیا ہے جو قبل از
مسیح ۲۲۳۴ موجود تھا۔

۲۔ یعرب یا جرھم اپنے باپ کی وفات کے بعد تخت نشین ہوا۔

۳۔ جرھم کے بعداس کا بیٹا یشحب اس کا جانشین ہوا۔

۴۔ یشحب کے بعد اُس کا بیٹا عبدالمشس تخت پر بیٹھا۔

۵۔ عبدالشمس کے بعد اس کا بیٹا حمیری تخت نشیں ہوا۔
حمیری کو تارح کاہمزماں مانا گیا ہے ۲۱۲۶ قبل ازمسیح
موجود تھا۔

۶۔ واثل اپنے باپ کا جانشین ہوا۔

۷۔ واثل کے بعد اس کا بیٹا سکسک تخت نشین ہوا۔
۸۔ سکسک کے بعد اسکا بیٹا جعفر تخت پر بیٹھا۔
۹۔ جعفر کے بعد اُس کا بیٹا نعمان تخت کا مالک ہوا۔ نعمان کا زمانہ حضرت ابراہیم کی ہجرت کا زمانہ مانا گیا ہے۔ قبل از مسیح ۱۹۲۱۔
۱۰۔ نعمان کے بعد اُس کا بیٹا شمع تخت پر بیٹھا۔
۱۱۔ شمع پرشد اد نے حملہ کرکے اُس کی حکومت پر قبضہ کرلیا۔ یہ قبل ازمسیح ۱۹۱۲ کا واقع مانا گیا ہے۔
۱۲، ۱۳۔ شداد کے بعد اس کے دوبھائی لقمان اورذوشد یکے بعد دیگرے تخت پر بیٹھا۔
۱۴۔ ذوشد کے بعد اس کا بیٹا الحارث بادشا ہوا۔
۱۵۔ پھر الحارث ملقب رایش تخت پر بیٹھا۔ اس کے بعد۔
۱۶۔ صعب ملقب بہ ذوالقرنین۔ ۱۷ اس کے بعد ابرہہ ملقب بہ ذوالمنار۔ ۱۸ اورافریق۔ ۱۹۔ اورعمر وملقب بہ ذوالاذغار یکے بعد دیگرے تخت نشین ہوئے۔
۲۰۔ عمرذوالاذغار کی سلطنت پرسرجیل نے قبضہ کرلیا۔
۲۱۔ سرجیل کے بعد اس کا بیٹا الہد بادتخت نشین ہوا۔
۲۲۔ الہدباد کے بعد ملکہ بلقیس ۲۰برس تک تخت نشین رہی۔ یہ وہی ملکہ سبا ہے جو حضرت سلیمان کے ملنے کوآئی تھی۔
۲۳۔ ملکہ بلقیس کے بعد اس کا چچا زاد بھائی ملقب بہ ناشر النعم تخت نشین ہوا۔
۲۴۔ اس کے بعد اس کا بیٹا شمر برعش بادشاہ ہوا۔
۲۵۔ شمر برعش کے بعد اس کا بیٹا مالک تخت پر بیٹھا۔
۲۶۔ مالک کی سلطنت کو عمران نے چھین لیا۔
۲۷۔ عمران کے بعد اُس کا بھائی عمر مزیقیا تخت پر بیٹھا۔
۲۸۔ عمر مزیقیا کے بعد حمیری خاندان کے الاقرن بن ابومالک نے تخت وحکومت پر قبضہ کرلیا۔
۲۹۔ اس کے بعد اس کا بیٹا ذوجشان تخت پر بیٹھا۔
۳۰۔ اس کے بعد اس کا بھائی تبع اکبر۔ (۳۱) اس کے بعد اس کا بیٹا کلیکر ب تخت پر بیٹھا۔(۳۲) اس کے بعد اس کا بیٹا ابوکرب اسعدتبع اوسط (۳۳) اس کے بعد اس کا بیٹا حسان (۳۴) اس کے بعد اس کا بھائی ذوالاعواد۔ (۳۵) اس کے بعد اس کا بیٹا عبدکلال (۳۶) تبع اصغر پسر حسان نے اس سے

تخت پر چھین لیا۔(۳۷) اس کے بعد اس کا بھتیجا حارث بن عمرو تخت کا مالک ہوا تمام مورخوں کا اتفاق ہے کہ حارث نے یہودی مذہب قبول کرلیا تھا۔(۳۸) اس کے بعد مرثد ابن کلال اور(۳۹) اس کے بعد وکیعہ بن مرثد تخت پر بیٹھا۔

سرسید لکھتے ہیں کہ ان بادشاہوں کی حکومت کا زمانہ حارث بن عمرو کے یہودی مذہب اختیار کرنے کی وجہ سے کسی قدر صحت کے ساتھ معلوم ہوسکتا ہے جبکہ بخت نظر فلسطین کو فتح کرکے اوربیت المقدس کو مسمار کرکے حضرت دانیال اوراُنکے دوستوں کو قیدی بنا کربابل کو لے گیا۔ اس وقت کچھ یہودی بچ کر یمن کو بھاگ گئے تھے۔ اس زمانہ میں حضرت یرمیاہ اوردانی ایل پیغمبر تھے۔ اس لئے یہ بات نہایت قرین قیاس معلوم ہوتی ہے کہ ان مفروریہودیوں کی وجہ سے الحارث نے خدایِ واحد کا اقرارکیا ہوگا۔اوریہودی مذہب کو قبول کیا ہوگا۔ اوریہ امر واقعی ہےکہ الحارث اوروکیعہ اس زمانہ میں حکمران تھے یعنی ۳۴۰۰ دنیوی میں یا ۶۰۴قبل حضرت مسیح میں اس امر کا واقعی ہونا زیادہ تر اس لئے قابلِ اعتبار ہے کہ نسلوں کے پیدا ہونے کے قدرتی قاعدہ کے مطابق بھی یہ زمانہ ٹھیک ٹھیک صحیح آتا ہے ۔ کیونکہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے کہ مالک ناشر النعم ۳۰۰۱ دینوی میں تخت پر بیٹھا تھا۔ مالک اوردکیعہ کے درمیان گیارہ اوربادشاہ گذرے ہیں۔ جن کا زمانہ مجموعاً چارسوبرس خیال کرنا قرین عقل ہے۔ دکیعہ کے بعد چھ اوربادشاہ خاندان حمیر میں سے تخت نشین ہوئے یعنی ابرہہ بن الصباح ، صہبان، بن محرث ، عمر ابن تبع، ذوشناتر، ذونواس ملقب بہ ذو اخدوذ وجدن چونکہ ان بادشاہوں کا خاندانی سلسلہ صاف صاف تحقیق نہیں ہوا۔ اس لئے ہم نے اُن کے ناموں کو شجرہ انساب عرب العاربہ میں شامل کردینے کی جرات نہیں کی ۔ بلکہ اُن کے ناموں کو شجرہ کے حاشیہ پر لکھ دیا ہے ان لوگوں کی سلطنت کا ٹھیک زمانہ بھی تحقیق نہیں ہوا۔

ذونواس ایک متعصب یہودی تھا اوریہودی مذہب والوں کے سواء ہر مذہب کے معتقدوں اورپیرووں کو آگ میں زندہ جلادیا کرتا تھا۔ اس بات کا خیال کرنے کے واسطے ایک عمدہ وجہ یہ ہے کہ یہی وہ زمانہ تھا جبکہ ارٹازرکسز اوکس نے چند یہودیوں کو جو مصر میں قید ہوئے تھے کیونکہ

ملک مصر سے ملا ہوا تھا ہرقانیہ (مازندران) کو بھیج دیا۔ اورچونکہ یہ بادشاہ بھی یہودی تھا۔ اس کی سلطنت کوبھی صدمہ پہنچا اورحبشیوں نے اُس پر غلبہ کرلیا اوراُس کی سلطنت سے خارج کردیا۔ پس یہ زمانہ اس خاندان کا آخری زمانہ معلوم ہوتا ہےاور۳۶۵۰دینوی یا ۳۵۴ قبل از حضرت مسیح کے مطابق ہوتا ہے۔

اس زمانہ سے ہمارے جناب پیغمبر خدا صلی اللہ وسلم کی ولادت تک نوسوبیس برس ہوتے ہیں۔ اس درمیان میں افریقہ کے لوگوں جو ارباط حبشہ کہلاتے تھے۔ اورنیز بعض عرب المستعربہ اورابرہونکی حکومت رہی۔۔۔۔۔۔ اس خاندان ابرہہ میں ایک بادشاہ کا نام اسٹر تھا جوابرہہ اشرم صاحب الفیل کہلاتا ہے۔ اورجس نے مکہ معظمہ پر ۴۵۷۰ دینوی یا ۵۸۰ عیسوی میں چڑھائی کی تھی۔ وہ اپنے ساتھ بہت سے ہاتھی اس نیت سے لے گیا تھا کہ خانہ کعبہ کو منہدم کردے۔ اس کے بعد اس کا بیٹا ابرہہ مسروق تخت نشین مگر سیف بن ذی یزن حمیری نے اس کو سلطنت سے بیدخل کردیا۔ جس کو کسریٰ نوشیروان والی ایران نے بہت مددی تھی جیساکہ آگے معلوم ہوگا۔ اسکے بعد اس خاندان ابرہہ کی حکومت منقطع ہوگئی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ سیف بن ذی یزن کو ایک اُس کے درباری حبش مصاحب نے قتل کردیا ۔ اس کے بعد اس صوبہ کو نوشیروان نے اپنے ممالک محروسہ میں شامل کرلیا اوراپنی جانب سے وہاں عامل مقررکرتا رہا۔ ان عالموں میں سے اخیر عامل باذان تھا۔ اُس کا زمانہ اور آنحضرت کا زمانہ متحد تھا۔ چنانچہ وہ آنحضرت پر ایمان لایا اورمسلمان ہوگیا۔ صفحہ ۴۰ سے صفحہ ۵۵ تک۔

دوم۔ صوبہ حیرہ کے حکمرانوں کی فہرست :

(۱)مالک بن فہم۔(۲) مالک بن فہم کا بھائی عمرو(۳) جذیمہ بن مالک (۴) جذیمہ کا بھانجا عمر وبن عدی (۵) عمرو بن عدی کے بعداس کا بیٹا امرواالقیس (۶) امروالقیس کا بیٹا عمرو(۷) اس کے بعد ایک یا دوباشاہ اسی خاندان کے تخت نشین ہوئے۔اس کے بعد امروالقیس ثانی بن عمرو نے حکومت پر قبضہ کرلیا۔ اس شخص نے انسان کو زندہ جلانے کی سزا سب سے پہلے تجویز کی تھی(۸) اس کے بعد نعمان(۹) نعمان کا بیٹا المتداول۔ (۱۰) المتدثانی ، (۱۱) علقمہ

ذیلی (۱۲) امروالقیس ثالث (۱۳) المنذرثالث (۱۴) عمرو (۱۵) قابوس (۱۶) المنذرربع (۱۷) نعمان ابوقابوس یہ نعمان عیسائی ہوگیا (۱۸) ایاس ابن قبیصتہ الطائی (۱۹) زاودیہ (۳۰) المنذرخامس اس بادشاہ کو خالد بن ولید سردارلشکر اسلام نے شکست دیکر سلطنت چھین لی۔

سرسید فرماتےہیں کہ عمروبن المنذرماء لسماء کی حکومت کے آٹھویں سال میں محمد رسول اللہ آخرالزماں پیدا ہوئے تھے۔اس واسطے یہ بادشاہ ۴۵۶۲ دینوی یا ۵۶۲ عیسوی میں تخت پربیٹھاتھا۔صفحہ ۵۵ سے ۵۷ ۔

سوم۔ عرب عاربہ کی تیسری حکومت غسان کے حکمران

عرب العاربہ نے ایک اورسلطنت صوبہ غسان میں قائم کی تھی۔ اوراس سلطنت کے حاکم عرب الشام کے نام سے مشہورتھے۔ اگر صحیح طورسے غورکیا جائے تو یہ حاکم قیصر روم کی طرف سے بطورعمال کے تھے۔ مگر شاہی لقب اختیار کرنے کی وجہ سے تاریخ عرب میں بادشاہوں کے ذیل میں بیان ہوتے ہیں ۔ چونکہ بعض اموران لوگوں سے ایسے متعلق ہیں جن سے ہم کو بعض امورکی تحقیقات اورتجسس میں آسانی ہوگی۔ اس لئے ان سلطنتوں کا ایک مختصر سال حال اس مقام پر لکھتے ہیں۔

اس سلطنت کی بناء چارسوبرس قبل ظہوراسلام کے ہوئی اوریہ زمانہ تینتالیسویں صدی دینوی یا تیسری صدی عیسوی سے مطابقت رکھتا ہے (اس سلطنت کےبادشاہوں کے نام ذیل میں درج ہیں) (۱) جفنہ بن آس (۳) ثعلبہ (۴) الحارث (۵) جبلہ (۶) الحرث (۷) المنذرالاکبر (۸) اس کا بھائی نعمان (۹) جبلہ (۱۰) البیم (۱۱) عمر (۱۲) خفتہ الاصغر بن المنذرالاکبر (۱۳) نعمان الاصغر (۱۴) جبلہ بن نعمان ثالث ۔ یہ بادشاہ خاندان حیرہ کے بادشاہ المنذرماء السماء کا ہمعصر تھا (۱۵) نعمان رابع بن الامیم (۱۶) الحرث ثانی (۱۷) نعمان الخامس (۱۸) النذر (۱۹) عمربر اورالمنذر (۲۰) حجربر اورعمر (۲۱) الحارث بن حجر (۲۲) حبلہ بن الحارث (۲۳) الحارث بن حبلہ (۲۴) نعمان ابوکرب بن الحارث اورابیہم عم نعمان (۲۵) المنذر (۳۶) اسراحیل (۲۷) عمرو (۲۸) جبلہ بن الایہم بن حبلہ ۔ یہ بادشاہ حضرت عمر کی خلافت کے زمانہ تک زندہ رہا تھا پہلے

مسلمان ہوگیا اوراس کے بعد روم کو بھاگ کر عیسائی ہوگیا صفحہ ۵۸۔ ۵۹۔

چہارم ۔ عرب العاربہ کی چوتھی حکومت کندہ خاندان نے ڈالی تھی

اس کا پہلا بادشاہ حجربن عمرہوا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا عمروتخت نشین ہوا۔اس کے بعد اس کا بیٹا الحرث تخت کا وارث ہوا اُس نے کسریٰ قباد کا مذہب اختیارکرلیا۔ یہ بادشاہ پینتالیسویں یا چھیالیسویں صدی دینوی یا پانچویں یا چھٹی صدی عیسوی میں حکمران تھے۔صفحہ ۶۰

پنجم۔ سلطنت حجاز کے حکمرانوں کی فہرست ذیل دی گئی ہے

بوالفدا کے نزدیک اُس کا پہلا بادشاہ جرہم تھا۔ مگر سرسید اس میں ابوالفدا کی غلطی تسلیم کرتے ہیں (۲) یالیل (۳) جرثیم بن یالیل (۴) عبدالمد ان بن جرشم (۵) ثعلبہ بن عبدالمدان (۶) عبدالمسیح بن ثعلبہ (۷) مضامین بن عبدالمسیح (۸) عمرو بن مضاض (۹) الحرث براور مضاض (۱۰) عمروبن الحرث (۱۱) بشر بن الحرث (۱۲) مضاض بن عمر بن مضاض ۔

اگر ابوالفدا کے نزدیک یہ بادشاہ حضرت اسماعیل بن حضرت ابراہیم سے پیشتر گذرے ہیں تو وہ بڑی غلطی پر ہے۔ کیونکہ عبدالمسیح کے نام سے بلاریب ثابت ہوتا ہے کہ وہ عیسائی تھا۔ اوراس لئے ممکن نہیں کہ وہ حضرت اسماعیل سے پیشتر گذرا ہو یا اُن کا ہمعصر ہو۔کچھ شک نہیں کہ یہ سلطنت اس وقت قائم تھی جبکہ یمن اور حیرہ اورکندہ کی سلطنتیں زوال کی حالت میں تھیں۔ اوراس لئے ہم کو یقین ہے کہ اس سلطنت کے بادشاہ پینتالیس یا چھیالیس صدی دینوی یا پانچویں اورچھٹی صدی عیسوی میں گذرے ہیں۔

یہ بھی واضح ہے کہ عمروبن لاحی ۴۲۱۰ دینوی یا تیسری صدی عیسوی کے آغاز میں اسی سلطنت پر حکمران تھا۔ ابوالفدا کا بیان ہے کہ اسی شخص نے بت پرستی کو عرب حجازمیں رواج دیا تھا اورکعبہ میں تین بت ھول، کعبہ کی چھت پراوراساف اورنائلہ اورمقاموں پر رکھے تھے۔

مثل دیگر عرب العاربہ کے جو مجاز میں متوطن ہوئے اورپھر وہیں کے بادشاہ ہوئے ۔ زہیرا بن حباب نے بھی لقب شاہی اختیارکیا تھا۔ یہ بات اس وقت کی ہے جبکہ ابراہہ اشرم نے مکہ معظمہ پر حملہ کیا تھا۔ کیونکہ یہ بات مشہور ہے کہ زہیر بھی ابراہہ اشرم کے ساتھ اس مہم میں شریک تھا۔ اس لئے بآسانی محقق ہوسکتا ہے اس کا عہد حکومت چھیالیسویں صدی دینوی یا چھٹی صدی عیسوی کے آخری حصہ میں ہوگا۔ سب سے مشہور واقعہ اس کے عہد حکومت کا یہ تھاکہ اُس نے نبی غطفان کے اس مقدس معبد کو جو اُنہوں نے کعبہ کے مقابلہ کےلئے بنایا تھا۔ بالکل برباد کردیا تھا۔صفحہ ۶۰ ۔ ۶۱۔

دفعہ ۳۔ عرب المستعربہ یعنی پردیسی عرب۔

سرسید عرب المستعربہ کی ذیل میں حضرت اسماعیل بن حضرت ابراہیم کی اولاد کو اورحضرت ابراہیم کی اس اولاد کو جو حضرت قتورہ سے تھی۔ حضرت عیسو کی اولاد کو بنی ناحورکو۔ بنی ہاران کو شمار کرتے ہیں صفحہ ۶۴ سے ۹۶تک۔

سرسید نے خطبات احمدیہ میں بزرگان مافوق کی اولاد کا بیان بائبل اور فاسٹر صاحب کے تاریخی جغرافیہ عرب کی تطبیق میں کیا ہے۔ اسلامی روایات کواس میدان میں قابل اعتبار نہیں گردانا ہے۔ بزرگان مذکورہ بالا کی اولاد کے حضرت فاطمہ بنت حضرت محمد تک ۲۳۷ قبیلے یا قبائل شمارکئے ہیں۔ پر عرب المستعربہ میں حضرت محمد کے زمانہ تک حکمرانوں کی کوئی فہرست نہیں لکھی ہے ۔ جس سے بظاہریہی بات معلوم ہوتی ہے ۔ کہ عرب میں حضرت تارح اورحضرت ابراہیم کی نسل کبھی برسرحکومت نہیں آئی تھی۔ اگرآئی تھی توکم ازکم تاریخ عرب میں اس کے ثبوت پائے نہیں گئے ۔ چنانچہ سرسید کا اپنا بیان اس پر شاہد ہے ۔ آپ لکھتے ہیں ۔

حضرت اسماعیل کے بارہ بیٹوں میں سے قیدار کی اولاد نے ایک عرصہ کے بعد شہرت حاصل کی ۔ اورمختلف شاخوں میں متفرع ہوگئی ۔ مگربہت صدیوں تک یہ بھی اپنی اصلی حالت پر رہی اورمدت تک ان میں ایسے لیئق اورنامی اشخاص جنہوں نے اپنی لیاقتوں اور عجیب وغریب

قابلیتوں کی وجہ سے نامورہونے کا استحقاق حاصل کیا ہویا سلطنتوں اورقوموں کے بانی ہوئے ہوں۔ پیدا نہیں ہوئے اور اسی وجہ سے قیدارکی اولاد تاریخ کے سلسلہ کو مرتب کرنے میں بہت سی صدیوں کا فصل واقع ہوجاتا ہے ۔ مگر یہ ایک ایسا امر ہے جس سے عرب کی قومی اورملکی روایات کی جو حضرت اسماعیل کی نسل کی بابت چلی آتی ہے۔ کماحقہ تصدیق ہوتی ہے کیونکہ ایک جلاوطن ماں اوربیٹے کی اولاد کی کثرت اورترقی کے واسطے جو ایسی بیکس اور مصیبت زدہ حالت میں خانہ بدرکی گئی تھی۔ضروربلکہ یقیناً ایک عرصہ درکاررہوا ہوگا۔ خصوصاً ایسی ترقی کے واسطے جس نے انجام کاراُن کو دنیا کی تاریخ میں ایک نہایت ناموراورممتاز جگہ پر پہنچایا اوراُن کی اولاد نے ایسے ایسے کارہایِ نمایاں کئے جنکی نظیرکسی قوم میں نہیں ملتی" صفحہ ۱۰۰-۱۰۱-

بیان مافوق سے یہ حقیقت روزِروشن کی طرح ظاہر وثابت ہے کہ حضرت اسماعیل وحضرت ہاجرہ اورحضرت ابراہیم کا مکہ میں آنا اورکعبہ شریف کا بنانا گواسلام کی ثابت ہوسکتا ہے ۔ مگر تاریخ عرب میں اس کا ثبوت بلند دشوار ہے۔ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل کے زمانہ میں سرزمین حجازز بردست بادشاہوں کی حکومت کے ماتحت تھی۔ جس میں اجنبی آسانی سے سکونت پذیر ہوہی نہ سکتے تھے۔ لیکن سرسید کا بیان مافوق کتاب مقدس کے اس بیان کے خلاف معلوم ہوتا ہے جو ہم پیشتر کرچکے ہیں۔ کتاب مقدس کا بیان ہرگز جھٹلایا نہیں جاسکتا ہے۔

دفعہ ۴۔ عمالیقی حکومت کا بیان ۔

تاریخ عرب سے قوم عمالیق کا بھی بڑا تعلق مانا گیا ہے۔ تاریخ اسلام میں اس زبردست قوم کا ذکر آیا ہے۔ عرب کے پڑوس کی اقوام کی تاریخ بھی اس قوم کے کارناموں سے خالی نہیں خیال کی جاسکتی ۔ بائبل مقدس میں اس قوم کے کثیر مذکرے آئے ہیں۔ دفعہ ہذا میں مختصرطورسے قوم عالمیق کا ذکر کیا جاتا ہے تاکہ تاریخ عرب پوری روشنی پڑے اور ناظرین کرام کو معلوم ہوجائے کہ ملک عرب زمانہ قدیم میں اپنی شان رکھتا تھا۔

۱۔ تاریخ اسلام اورعمالیق

مولانا عبدالسلام صاحب ندوی نے ابھی حال میں اپنی کتاب" تاریخ الحرمین الشریفین" لکھی ہے۔ اس کتاب سے ناظرین کرام کے فائدے اورآگاہی کےلئے ذیل کا بیان ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔ مولانا مدینہ کا بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"لیکن اس کا سب سے قدیم مشہورنام یثرب ہے۔ جس کی وجہ تسمیہ کے متعلق متعدد اقوال ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ یثرب سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی فساد کے ہیں۔ دوسرا اقوال یہ ہے کہ وہ یثرب سے مشتق ہے۔ جس کے معنی ملامت کرنے کے ہیں۔ ایک خیال یہ بھی ہے کہ یثرب ایک کافر کا نام تھا اوراسی کے نام سے یہ شہر مشہور ہوگیا۔ یہی وجہ ہے کہ بعض علماء نے مدینہ کے اس نام کو مکروہ خیال کیا ہے۔ لیکن بعض لوگوں کا خیال ہے کہ لفظ یثرب ایک مصری لفظ تربیس کی تحریف ہے۔

مدینہ کے قدیم باشندے اوراگریہ نظریہ صحیح ہے تو اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس شہر کو سب سے پہلے عمالقہ نے ۱۰۱۲قبل مسیح یا ۱۲۲۲ قبل ہجرت میں مصر سے نکل کر آباد کیا تھا(الرحلتہ الحجازیہ صفحہ ۲۵۲) اور خود مورخین کی تصریحات سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ یاقوت حموی نے معجم البلدان میں لکھا ہے کہ سب سے پہلے جس نے مدینہ میں کھیتی باڑی کی کھجور کے درخت لگائے مکانات اورقلعے تمعیر کئے وہ عمالیق یعنی عملاق بن ارفحشد سام بن نوح علیہ السلام کی اولاد تھی۔ یہ لوگ تمام ملک عرب میں پھیل گئے تھے۔ اوربحرین، عمان ، اورحجاز سے لیکر شام اورمصر تک ان کے قبضے میں آگئے تھے۔ چنانچہ فراعنہ مصرانہیں میں سے تھے بحرین اورعمان میں ان کی جو قوم آباد تھی۔ اس کا نام جاسم تھا۔ مدینہ میں اُن کے جو قبائل آباد تھے اُن کا نام بنو ہفان، سعد بن ہفان ، اوربنومطرویل تھا۔ اورنجد تیمار اوراس کے اطراف میں اس قوم کا قبیلہ بنو عدیل بن راحل آباد تھا اورحجاز کے بادشاہ کا نام ارقم بن ابی الا رقم تھا۔ معجم جلد ۷ لفظ مدینہ یثرب۔

وفاء الوفاء میں اوربھی بعض اقوال نقل کئے ہیں۔ مثلاً ایک قول یہ ہے کہ جب حضرت نوح کی اولاد دنیا میں پھیلی تو

سب سے پہلے مدینه کو یثرب میں قانیه بن مہلابیل بن ارم بن عبیل بن عوص بن ارم بن سام بن نوح علیه السلام نے آباد کیا اوراس کے نام پر مدینه کا نام پڑا۔صفحه ۱۷۲- ۱۷۳تک۔

مولانا عبدالسلام صاحب تاریخ مکه لکھتے ہوئے فرماتے ہیں که" مکه کی تاریخ حضرت ابراہیم خلیل الله کے زمانے سے شروع ہوتی ہے۔ ۱۸۸۲ء قبل مسیح میں خدا نے ان کو حکم دیاکه اپنے فرزند اسماعیل اوراُن کی ماں ہاجره کولے کر (جیسا که تورات میں آیا ہے) ہجرت کرجائیں ۔ چنانچه وه ان دونوں کو لیکر اس خشک غیرآباد میدان میں آئے ۔ پانی کی قلت سے اس میں کوئی شخص آیا نہیں تھا۔

صرف عمالیق اس کے شمالی وادی میں جس کو حجون کہتے ہیں آباد تھے۔

یه لوگ یہاں پر بحرین کی طرف سے نکل کرآباد ہوئے تھے۔اوراُن کی سلطنت شبه جزیره سینا تک پھیلی ہوئی تھی۔ بابلی اُن کو مالیق کہتے تھے۔ اورعبرانیوں نے اُس میں لفظ عم (یعنی امه) کا اضافه کرکے" عم مالیق" بنالیا اور عرب نے تحریف کرکے عمالیق بنادیا۔ مصری لوگ اُن کو ہکسوس یعنی چرواہا کہتے ہیں ۔

حضرت ہاجره کو چاه زمزم سے جو اس وادی کے لئے ایک زندگی تازه تھی اطلاع ہوئی تو عمالیق بھی یہاں آئے۔ اوراس شرط پر اُن کے ساتھ قیام کرنے کی درخواست کی که حکومت اُن کے اوراُن کے فرزند کے ہاتھ میں ہوگی۔ چنانچه اُنہوں نے اس شرط کو قبول کرلیا۔۔۔ اس دن سے خانه کعبه کے آس پاس کے قبائل میں اس کی شہرت پھیلنے لگی اورلفظ مکه یامکاکا اشتقاق اسی سے ہوا۔ کیونکه یه ایک بابلی لفظ ہے۔ جس کے معنی گھر کے ہیں اورعمالیق نے یه نام رکھا ہے صفحه ۵۷،۵۸۔

۲۔ سرسید لکھتے ہیں ۔ عرب میں جو لوگ آباد ہوئے ۔ وه تین ناموں سے مشہورہیں۔ ایک عرب البائده ۔ ایک عرب العاریه اورایک عرب المستعربه عرب البائده وه لوگ کہلاتے تھے جن میں عاد ثمود اورجرہم الاولیٰ اورعمالیق اولیٰ تھے۔ وه قومیں برباد ہوگئیں اورتاریخ کی کتابوں میں اُن کا

بہت کم حال ملتاہے۔ اوریہ سب قومیں ابراہیم سے اور بناکعبہ سے پہلے تھیں۔

عرب العاربہ کی وہ قومیں ہیں ، جنکی نسل یقطان یا قحطان سے چلی ہے اورتمام قبائل عرب اسی نسل میں ہیں۔ حمیر بھی اُنہیں ایک قبیلہ ہے۔ اوربنی حمیر میں بھی ایک قبیلہ عمالیق کے نام سے تھا جو مکہ میں بستا تھا۔ اس پچھلی قوم نے بنی جرہم پر غلبہ پالیا تھا۔ اورکعبہ کی مختار ہوگئی تھی۔ اس زمانہ میں اس قوم عمالیق ثانی نے کعبہ کوپھربنایا۔ جو غالباً پہاڑوں کے نالے چڑھ آنے سےٹوٹ ٹوٹ جاتا تھا۔

سرسید تسلیم کرتے ہیں کہ بعض مورخوں نے ان دونوں قوموں میں تمیزنہیں کی اورعرب البائدہ میں جو قوم عمالیق تھی۔ اس کی نسبت تعمیرکعبہ کو خیال کیا اور چونکہ وہ قوم بنی جرہم سے پہلے تھی۔ اسلئے لکھ دیاکہ عمالیق نے قبل بنی جرہم کے تعمیر کعبہ کی تھی۔ حالانکہ اس زمانہ میں نہ ابراہیم تھے نہ کعبہ تھا" ۔خطبات احمدیہ صفحہ ۲۳۳۔

سرسید کی رائے عمالیق کی بابت اپنی ہے۔ وہ کسی شہادت پر مبنی نہیں ہے۔ اس پر خود سرسید فرماتے ہیں کہ عمالیق ثانی کی تعمیرکا زمانہ بھی نہیں معلوم ہوسکتا۔صفحہ ۳۲۳۔ پھرنا معلوم سرسید نے عمالیق ثانی کا خیال کس فائدے کےلئے ظاہر فرمایا تھا۔ شائد اس سے آپ کا یہ مدعا ہوگاکہ کعبہ کی تعمیراوّل کو حضرت ابراہیم واسماعیل سے منسوب فرمائیں۔ مگرہم اُس کی بابت کیا کہہ سکتے ہیں ۔ خود مسلم مورخ کعبہ شریعت کی تعمیر حضرت ابراہیم سے ہزاروں برس پیشترکراگئے ہیں کیا ان مورخوں کے بیانات اور کعبہ شریف کے متعلق دیگر روایات کو جھٹلائیں ؟ اورایسا کرنیکی کسی کی کیا مجال ہوسکتی ہے۔ جو ان مورخوں اور روائتوں کے خلاف فتویٰ دے ۔

سرسید کی رائے خواہ کیسی ہی زبردست ہو پر ہم مولانا عبدالسلام کی رائے کو ترجیح دینے کیلئے مجبو رہیں۔ کیونکہ اس میں زیادہ صداقت نظر آتی ہے۔ اس کے سوا مولانا کی رائے بائبل کے بیان سے زیادہ موافقت رکھتی ہے۔

اس کے سواتاریخ اسلام کی ایک خامی جو حضرت ابراہیم وحاجرہ واسماعیل کے مکہ میں آنے اورکعبہ کو تعمیر کرنے کی بابت ہے وہ تو ویسی کی ویسی روحانی ہے۔

اُسے نہ تو سرسید نے واقعات کیبنا پر پورا کیا ہے نہ مولانا عبدالسلام صاحب نے پورا کرکے دکھایا ہے۔ تاریخی واقعات جن کا ذکر ہم اوپر کرچکے ہیں۔ تاریخ اسلام کی اس خامی کے پُر کرنے میں کسی صورت میں معاون ومددگار بنتے نظرنہیں آتے تاریخ اسلام ایسے زبردست قرائن پیش کرتی ہے۔ جن سے یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ مکہ مدینہ بلکہ کعبہ تك عمالیق قوم کی یادگار میں ہیں۔ان سے حضرت ابراہیم یا اسماعیل کا تعلق اعتقاد تو ثابت ہے مگر تاریخ اسلام کا مکہ وکعبہ کی خصوصیت سے حضرت ابراہیم واسماعیل سے منسوب کردینا کسی تاریخی ثبوت پر مبنی نہیں کیا گیا ہے۔

اس بات سے انکارنہیں ہوسکتا کہ عمالیقی اورصابی حکومتوں کے خارجی اوراندرونی اسباب سے کمزورہوجانے پر حضرت ابراہیم کی عربی نسل نے ضرورترقی کی ہوگی۔ رفتہ رفتہ اس نے اقبال حاصل کیا ہوگا۔ اوروہ حجازتك پہنچ کر حکمران بن گئی ہوگی۔ مگر تاریخ اسلام اس ترقی پر خاموش ہے۔ وہ تو وہاں عرب العاربہ کی مستقل حکومت دکھارہی ہے۔

پانچویں فصل

عربوں کا مذہب آثارِقدیمہ کی روشنی میں

تمام دنیا میں مذاہب حضرت نوح کے تینوں بیٹوں کے تین خاندانوں سے متعلق ہونے سے ابتدائی صورت میں تین مذہب قرار پائے ہیں۔یعنی یافت کی نسل کی اقوام کا مذہب ۔ حام کی نسل کی اقوام کا مذہب اورسام کی نسل کی اقوام کا مذہب ۔ پھر یہ تینوں مذاہب ہر ایك قوم میں سینکڑوں صورتوں میں تقسیم ہوگئے ہیں۔ پر توبھی ہرایك خاندان کے مذاہب اپنے اصلی مذہب سے اشتراك رکھتے آئے ہیں۔ اُنھوں نے اپنے افتراق میں اصلی مذہب کو ضائع نہیں کیا ہے۔

حام بن نوح کی اقوام میں ایك خاص قسم کے مذہب کی بنیاد پڑی۔ جسے مصری مذہب کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ مصری مذہب ہمہ اوستی مذہب تھا جو کائنات دیدنی کی ہرایك چیز کو خدا مانتا تھا ۔ خدا کے لئے موت اورجنم لازمی

قرار دیتا تھا۔ سورج اورچاند اُن کے بڑے معبود تھے۔ بادشاہ اُن کے نزدیک سورج دیوتا کے اوتار سمجھے جاتے تھے۔ وہ دنیا کے ہرایک مخلوق کو کسی نہ کسی معانی میں اپنے معبود کا مظہر خیال کرتے تھے۔ زمانہ قدیم کی اقوام خصوصاً مغربی ایشیاء اوریورپ اورہند کی اقوام تک یہی مذہب مانا جاتا تھا۔ بابلی اقوام میں تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ اس مذہب کی پیروی ہوتی تھی مگر حضرت سم کی نسل کی اقوام میں بالکل دوسرا مذہب مروج تھا۔ اگرچہ سام بن نوح کی نسل کی بعض اقوام مصری اوربابلی مذہب قبول کرچکی تھیں۔ توبھی عام طور سے اُن کے درمیان واحد خدا کا زبردست اعتقاد تھا۔ گو وہ بتوں کو پوجتی تھیں۔ ملک عرب کے قدیم باشندوں کا یہی مذہب تھا۔

جائے افسوس ہے کہ حضرت سام بن نوح کی نسل نے تہذیب وشائستگی کو شروع کرکے اس میں ایسی ترقی نہ کی جیسی کہ حام بن نوح اوریافت بن نوح کے خاندان کی اقوام نے کی تھی۔ خصوصاً باشندگان عرب نے فن تحریر کو جنم دیکر اسے ابتدائی حالت میں چھوڑدیا۔ علم ومعلومات کے بڑھانے اور گذشتہ واقعات وروایات کو ضبط تحریر میں لانے کی کبھی کوشش نہ کی اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ حضرت محمد سے پیشتر کے عربوں کی تاریخ اورتہذیب وشائستگی مٹ گئی۔ وہ میدان ترقی میں پیچھے رہ گئے۔ اُن کا جیسا حال آج تک دیکھا جاسکتا ہے ویسا حال حضرت محمد سے پیشتر ہزارہا برس تک دیکھا جاسکتا ہے اس وجہ سے قدیم عربوں کے مذہب وعقائد کا اوراُن کی تہذیب وشائستگی کا پورا اورصحیح حال دریافت کرنا نہایت دشوار ہے۔ ان کے مذہب وعقائد کے جاننے کےلئے ہمارے پاس تاریخ اسلام اوربائبل او ر مصر اوربابل اورعرب کے آثارِقدیمہ کے سوا کوئی اور ذریعہ ایسا نہیں ہے جس سے ہم قدیم عربوں کے مذہب وعقائد کو دریافت کریں۔

دفعہ ۱۔ مصر کے آثارِقدیمہ میں عربوں کی خداپرستی کے شاہد

۱۔ اگر ہم اس بات کو تسلیم کرلیں کہ مصر کے چوپان حکمران عرب کے باشندے تھے توہمیں مصری یادگاروں سے اس بات کا سُراغ مل سکتاہے کہ عرب زمانہ قدیم میں

مصری مذہب ومعبودوں کے دشمن تھے۔ وہ واحدا خدا کے ماننے والے تھے۔ مثلاً یوسیفس یہودی مورخ نے مصر کے کاہن مورخ سے ایک اقتباس اپنی کتاب میں ان چوپان بادشاہوں کی نسبت ان معافی کا کیا ہے کہ ان چوپان بادشاہوں نے بغیر جنگ مصر پر غالب آکر مصر کے شہروں کو جلا ڈالا۔ مصریوں کے معبودوں کے بُت خانوں یا ہیکلوں کو برباد کر ڈالا اور مصریوں پر سخت ظلم وتشدد روا رکھا دیکھو ڈاکٹر پینچ کی کتاب صفحہ ۳۵۱۔ یہ باتیں ظاہر کرتی ہیں کہ عرب مصریوں کے مذہب کے اوراُن کے معبودوں کے نہ صرف ماننے والے نہ تھے بلکہ اُن سے سخت نافر تھے۔

۲۔ ڈاکٹر پینچ اس سے بڑھ کریہ بات ظاہر کرتے ہیں کہ چوپان شاہان مصر (احد خدا کے پرستار تھے۔ ایوپی بادشاہ چوپان بادشاہوں میں سے تھا وہ واحد خدا کا پرستار تھا۔ صفحہ ۲۵۴۔

۳۔ آثارِقدیمہ کے ماہرین نے مصر میں عرب چوپان بادشاہوں کا زمانہ حکومت ۲۱۰۰ قبل ازمسیح سے ۱۵۸۷ قبل ازمسیح تک قراردیا ہے۔ اس زمانہ میں حضرت ابراہیم ملک مصر میں گئے ۔ اسی زمانہ میں حضرت یوسف مصر میں بیچ گئے ۔ اسی زمانہ میں حضرت یعقوب اپنی تمام اولاد کو لیکر مصر میں پہنچے۔ اسی زمانہ میں مصر کے حکمرانوں نے اسرائیل سے خوش سلوکیاں کیں ۔ یہ تمام باتیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ مصر کے چوپان حکمران واحد خدا کے ماننے والے تھے۔

۴۔ مصر کی قدیم یادگاروں میں ایک تحریر داحدا کی بابت پائی گئی ہے ۔ جس کا خلاصہ مطلب مع بائبل کے حوالوں کے ذیل میں دیا جاتاہے۔ تعجب نہیں کہ یہ تحریر عرب کے چوپان بادشاہوں کے زمانہ میں مشہورہو۔

مصری زبان میں لفظ " نوتر" خدا کےلئے آیا ہے۔ گووہ معبود کو نوتر کہتے تھے توبھی ایک تحریر" نوتر" کی حسب ذیل تعریف آئی ہے۔ جس کے ساتھ ہی بائبل کے حوالے بھی نقل کئے جاتے ہیں۔

(۱) خدا واحد اورایک ہے۔ اس کے ساتھ کوئی دوسرا خدا نہیں ہے (استشنا ۶: ۴، ۲سیموئیل ۷: ۲۲۔ یسعیاہ ۴۵: ۵، ۲۱۔ ملاکی ۲: ۱۰۔ ۱کرنتھیوں ۷: ۶ افسیوں ۴: ۶)۔

(۲۔) خداواحد ہے۔ اس ایک نے تمام چیزیں بنائیں یوحنا ۱: ۱۳۔ کلسیوں ۱: ۱۶)

(۳۔) خدا ایک روح ہے۔ ایک پوشیدہ روح وہ روح الا رواح ہے جو مصر کی عظیم روح ہے جو الہٰی روح ہے۔(یوحنا ۴: ۲۴، عبرانیوں ۱۲: ۹)۔

(۴۔) خدا ابتدا سے ہے اوروہ ابتدا سے ہست ہے پیدائش ۱: ۱ یوحنا ۱:۱، کلسیوں ۱: ۱۷)۔

(۵۔) خدا اول ہے۔ وہ سب چیزوں سے پہلے ہے۔ وہ تب سے ہے جب ہنوز کوئی چیز نہ تھی۔ اورجو کچھ اُس نے بنایا وہ سب اپنے بعد بنایا۔(مکاشفہ ۴: ۱۱)

وہ ابتداؤں کا باپ ہے ۔(مکاشفہ ۱: ۸)

خدا ازلی وابدی ہے (استشنا ۳۳: ۲۷۔ ۱تمطاؤس ۱: ۱۲)۔

اس کی ابتدا اور انتہا نہیں ہے۔ وہ ابد آلاباد رہنے والا ہے (زبور ۱۰: ۱۶، ۹۰: ۲، ۱۰۲: ۲۵۔ ۲۷: یرمیاہ ۱۰: ۱۰)۔

(۶۔) خدا پوشیدہ ہے۔ کوئی اس کی صورت کو محسوس نہیں کرسکتا نہ اُس کی مشاکلت کی پیمائش کرسکتا ہے (خروج ۳۳: ۲۰ یوحنا ۱: ۱۸۔ ۱تمطاؤس ۶: ۱۶۔

وہ دیوتاؤں اورانسانوں سے پوشیدہ ہے۔ جو اپنی مخلوقات کےلئے راز سربستہ ہے۔(ایوب ۳۷: ۲۳)۔

(۷۔) خدا برحق ہے ۔ (زبور ۲۵: ۱۰۔ ۳۱: ۵، ۵۷: ۳۔ ۸۹: ۱۴۔ ۹۱: ۴۔ ۱۰۰: ۵، ۴۶: ۱۔ یرمیاہ ۱۰: ۱۰۔ یوحنا ۱۴: ۱۶)۔

وہ صداقت وسچائی سے زندہ ہے۔ وہ صداقت سے زندہ ہے۔ وہ صداقت کا بادشا ہے۔

(۸۔) خدا زندہ ہے انسان صرف اسی کے وسیلے زندہ ہے (اعمال ۱۷: ۲۸) ۔ وہ زندگی کا دم اُن کے نتھنوں میں پھونکتا ہے (پیدائش ۲: ۷ ایوب ۱۲: ۱۰، ۳۳: ۶ ، دانی ایل ۵: ۲۳۔اعمال ۱۷: ۲۵)۔

(۹۔) خدا باپ ہے اورماں ہے (استشنا ۳۲: ۶، زبور ۲۷: ۱۰، ۶۸: ۵ ، یسعیاہ ۹: ۶ ملاکی ۲: ۱) وہ باپوں کا باپ ہے اورماؤں کی ماں ہے۔

(۱۰۔) خدا پیدا کرتا ہے ۔(زبور ۳: ۷۔ یوحنا ۱: ۱۴، ۱۸، ۳: ۱۶، ۱۸)۔

لیکن وہ کسی سے پیدا نہیں ہوتا۔ وہ جنم دیتا ہے۔ پر اُس کو کوئی جنم نہیں دے سکتا ۔)

(۱۱۔) وہ آپ اپنا پیدا کنندہ ہے۔ اوراپنے آپ کو خود جنم دینے والا ہے۔ وہ بناتا ہے۔لیکن خودنہیں بنتا (امثال۱۶: ۱۴۔ یسعیاہ ۴۵: ۱۲۔ یرمیاہ ۲۷: ۵۔)

وہ اپنی شکل وہستی کا خودموجد ہے اور اپنے جسم کو آپ بنانے والا ہے۔

خدا زمین وآسمان کا خالق ہے۔ گہراؤ، سمندر، پہاڑ، خدا نے آسمان پھیلائے اوراُن کے نیچے زمین کو استوار (زبور ۱۰۴: ۵۔ امثال ۸: ۲۸۔ یسعیاہ ۴۰: ۱۳، ۴۲: ۵ عموس ۴: ۱۳)۔

(۱۲۔) تاکہ جو اس کی رضا ومرضی ہو اُن سے فوراً تکمیل پائے۔ اورجب وہ ایک دفعہ کہہ دے فوراً وجود نما ہو اورابدآلاباد قائم ثابت رہے (زبور ۱۴۸: ۵، ۶)

(۱۳۔) خدا جملہ معبودوں کا باپ ہے اور تمام الہوں کا مورث اعلیٰ ہے (استثنا ۱۰: ۱۷، زبور ۷۶: ۸، ۱۳۵: ۵)۔

(۱۴۔) خدا اُن پر مہربان ہے جو اُس سے ڈرتے ہیں (خروج ۳۴: ۶۔ گنتی ۱۴: ۱۸۔ ۲تواریخ ۱۳: ۹۔ نوحہ ۳: ۲۲، رومیوں ۹: ۱۵) وہ اُن کی سنتا ہے جو اسے پکارتے ہیں (گنتی ۲۵: ۱۶۔ زبور ۳۴: ۱۷)۔ وہ زبردستوں کے مقابل کمزوروں کی حفاظت کرتا ہے (زڈور ۳۵: ۱۰۔ امثال ۲۲: ۲۲، ۲۳، ملاکی ۳: ۵)۔ خدا اُن کوجانتا ہے جو اُسے جانتے ہیں (زبور ۱: ۶۔ نحمیاہ ۱: ۷) جو اس کی عبادت کرتے ہیں وہ اُن کو اجردیتا ہے (زبور ۵۸: ۱۱۔ یسعیاہ ۴۰: ۱۰۔ لوقا ۹: ۱۲۔ ۲۷) جو اس کی پیروی کرتے ہیں اُن کی وہ حفاظت کرتا ہے۔

(۱۵۔) خدا کی فرمانبردای اس سے محبت کرنا ہے۔ لیکن اس کی نافرمانی اس سے نفرت کرتا ہے (۱سیموئیل ۱۵: ۲۲: ۲۳)۔

(۱۶۔) خدا کی ہیکل میں تیری آوازبلند نہ ہو۔ ایسی باتیں خدا کے نزدیک نفرت انگیز ہیں (واعظ ۵: ۱، ۲، ۶، متی ۶: ۶۔ ۷)۔

(۱۷۔) فدا بدکاروں کوجانتا ہے۔ وہ اُن کو فنا کریگا (زبور ۵۸: ۱۰، ۲۹ ۔ ۱: ۴ ،امثال ۳: ۳۳، ۱۴: ۱۱) ملاحظہ ہو بائی پاتھس آؤ بائبل نالج جلد ۸ مصنف ای ۔ اے ڈبلیو بج ۔ ایم اے ۔صفحہ ۱۳۰۔ ۱۳۳۔ ناظرین کرام میں سے کون ایسا شخص ہوسکتا ہے جو بیان مذکورہ بالا کو پڑھ کر دنگ اورمتحیر نہ ہوجائے۔ ہمارے نزدیک ہمارے زمانہ میں خدا کی بابت

اس عقیدہ سے بہتر عقیدہ بائبل سے باہر ملنا سخت دشوار ہے۔

دفعہ ۲۔ مسوپتامیہ میں عرب واحد خدا کے پرستار نہ رہے۔

اہل عرب زمانہ قدیم میں بابل کی سلطنت کے مالک ہوئے وہاں اُنہوں نے زبردست تہذیب وشائستگی کی بنیاد ڈالی۔ پر بابل کی حکومت اوربابل کا بُت پرست مذہب اُن پر غالب آگیا۔وہاں وہ واحد خدا کے پرستار نہ رہ سکے۔ نہ بابلی عرب وہاں پر اپنا کوئی امتیازقائم رکھ سکے۔

بابل ۔ اکاد۔ نینوہ اورکسدیوں کی تہذیب وشائستگی اگرچہ مصری تہذیب وشائستگی میں بعض باتوں میں نہایت ممتاز تھی۔ مثلاً بابلی تہذیب وشائستگی میں یہ وصف خاص تھا کہ اس میں مختلف اقوام کے لوگ اُسے مان کر ایک ہوجاتے تھے۔ ان میں باہمی امتیازنہ رہتا تھا۔ پر مصر کے مذہب کا یہ حال نہ تھا۔ مصری غیراقوام کو اپنے مذہب میں داخل ہی نہ کرتے تھے۔ اگر کوئی اُن کے مذہب کو مان بھی لیتا تواُنہیں اپنی مساوات نہ دیتے تھے۔ پر بابل تہذیب وشائستگی میں یہ وصف ضرور تھا کہ گویا بابلی مذہب اورمصریوں کا مذہب اصولاً ایک تھا۔ پر بابلی مذہب میں دیگر اقوام کے لوگ داخل ہوکر اپنا امتیازکھودیتے تھے۔ اس وجہ سے عرب جو بابل میں آئے وہ مذہبی طور سے بابلی ہی بنگئے۔ مصر کے چوپان بادشاہوں کی طرح وہ اپنی ہستی کو بابلیوں سے جدا قائم نہ رکھ سکے۔

اہل بابل ونینوہ علم نجوم کے موجد وماہر تھے وہ اجرام فلکی کی عزت وعبادت کیا کرتے تھے۔ اُن کے معبود کثیر تھے۔ جو مذکرومونث تھے اورصاحب اولاد تھے۔ اُن کے بڑے بڑے معبود حسب ذیل تھے۔

مذکورمعبود	مونث	اُن کی اولاد
۱۔انو	انات	رمون
۲۔ابیایا حیا	دمکینا	سمس یاشمش
۳۔ بیل	بیلتس	سن چاند۔ پائی پاتھس آؤ بائبل نالج

جلد صفحہ ۱۲۸۔

بابل اورنینوہ اوراکاد اورادر، اورفینکی اورکنعان کے آثارِ قدیمہ سے پایا جاتا ہے کہ حضرت ابراہیم کے زمانہ کے قریب مغربی ایشیاء میں بابلی مذہب عام طور سے مانا جاتا تھا۔ اس

مذہب کے معبود بے شمار تھے۔ بابل اوراکاد اور سمیر د حاران میں ان معبودوں کے لئے شاندار مناد بنے تھے۔ عرب بھی اس مذہب کے غالب اثر سے محفوظ نہ تھا۔ مصریوں کی طرح باب کے مذہب میں بھی معبودوں کے ساتھ پیدا ہونے اورمرنے کی بیماری لگی ہوئی تھی۔ بابل میں بھی بادشاہ کو خدا کا مظہر مانا جاتا تھا۔ باقی جو مکروہات مصریوں کے مذہب میں جائز تھیں بابلی مذہب میں بھی عام تھیں جن کا یہاں پر ذکر کرنا مناسب نہیں ہے۔

زمانہ قدیم کی یادگاروں میں ملك عرب کے بعض معبودوں کا ذکر ملتا ہے مثلاً الات کو پوجا بابل میں بھی ہوتی تھی۔ ڈاکٹر پنچ کی کتاب صفحہ ۱۸۳۔

دفعہ ۳۔ قدیم عربوں کا مذہب آثارقدیمہ کی روشنی میں

گوقدیم عربوں کا مذہب عام طور سے مصریوں اوربابلیوں کا ہی مذہب تھا۔پر اس میں کچھ خصوصیت بھی پائی گئی ہے۔ ڈاکٹر گریسر کی اُن دریافت میں جو آپ نے یمن اورحضرموت کے آثارقدیمہ کے متعلق شائع فرمائی ہیں بات معلوم ہوسکتی ہے کہ قدیم صابی یادگاروں میں لوگوں کے ایسے نام ملے ہیں جو ایل ۔ ایلی۔ ایلونامی معبود سے مرکب ومنسوب ہیں۔ ان سے یہ بات ظاہر ہوسکتی ہے کہ قدیم زمانہ کے عربوں میں واحد خدا کا اعتقاد عقیدہ ضرورپایا جاتا تھا۔ پر ان اسماء سے یہ نتیجہ اخذ نہیں کیا جاسکتا کہ قدیم زمانہ کے صابی بُت پرست وشرك پرست نہ تھے۔

۱۔ اسلامی زمانہ کی تحریرات کے زمانہ سے پیشتر قدیم عربی یادگاروں میں خدا کا نام اللہ یا الرحمن کا کہیں پتہ نشان نہیں ملتا ہے۔ ہم نے ان کتب میں جو ہمارے پاس آثارِقدیمہ کے متعلق موجود ہیں ان دونوں ناموں کے متعلق تلاش وجستج کی ۔ پر ان میں کسی شخص کا نام عبداللہ یاعبدالرحٰمن وغیرہ نہ پایا۔ جس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ خدا کے یہ دونوں مقدس اسم صابی تہذیب شائستگی کے بعد زمانہ کےہیں۔ ابتدائی زمانہ میں حضرت سام بن نوح کی عربی نسل کے معبود کا نام ایل ہی تھا۔ جو ذیل کے صابی کتبوں کے اسماء میں جزوعظیم بنایا گیا ہے۔ مثلاً الی عزا، الی یداء، الی کریبا ، الی ربی ، الی سعدا وغیرہ یسماء اُلویحرام اُلو

یحمی الو۔ وہبوالی وغیرہ۔ دیکھو پروفیسر ، فرہمل کی کتاب اینشینٹ ہبردٹریڈیشن صفحہ ۸۳ ،۸۶تک

یادرکھنا چاہیے کہ یمن اور حضرموت کے آثارِ قدیمہ ایسے رسم الخط میں پائے گئے ہیں جو مروجہ عربی کی رسم کے الخط سے کچھ مشابہت نہیں رکھتے۔ ہم نے اسماء مافوق کو انگریزی رسم الخط سے لیا ہے۔ جسے مذکورہ بالا صورت میں ہم نے لکھا ہے ۔ تاکہ ناظرین کرام ملاحظہ فرمالیں کہ عرب کی قدیم تہذیب وشائستگی اس بات کی شاہد ہے کہ قدیم عربوں کا معبود ۔ ایل ۔ الی اُلود جزو میں بخوبی عیاں ہے۔ انہیں اسماء کے جزواوّل یاآخر سے اغلباً عربی زبان کا اسم اللہ بنا ہے جو ہمارے زمانہ تک پہنچا ہے۔ جوخدا کا پاک و مقدس نام مانا جاتا ہے۔

اگرچہ صابی زمانہ کی عربی یادگاروں میں خدا کا نام ایل یا الی یا الو مذکورہوا ہے تو بھی یمن وحضرموت کی ماعونی یادگاروں میں ۔۔۔۔ قدیم عربوں کے بعض ایسے معبودمذکور ہوئے ہیں ۔ جوبعض بابلی اوربعض خاص عربوں کے معلوم ہوتے ہیں ۔مثلاً استردیوی،کبادیوی، ود، انکریہ ، یہرك، لشك کی دیوی وغیرہ۔ استراورکبادبابلیوں کے معبودوں میں داخل ہیں۔ باقی معبود خاص عربوں کے ہیں (ہمل صفحہ ۸۰، ۸۱)

۲۔ اگراہلِ عرب کو بائبل کی روشنی میں سے دیکھا جائے تو ہمیں حضرت ابراہیم کے زمانہ کے بعد سے ملك عرب کے شمال مغربی ممالك میں اورخاص کر شمال عرب کے وسطہ میں واحد خدا کے پرستاروں کی مثالیں بھی مل جاتی ہیں جن کی خدا پرستی ہمارے زمانہ تک ایک مسلمہ امر ہے۔ مثلاً

حضرت ابراہیم کے زمانہ میں ملك کنعان میں ملك صدق نامی واحد خدا کا پرستاربادشاہ تھا۔ جس کو حضرت ابراہیم نے بھی دہیکی تھی۔

حضرت ایوب اورآپ کے دوستوں کے حال سے کون بائبل پڑھنے والا نہ ناواقف ہے۔ خدا پرستی میں جو صعوبتیں اورمصیبتیں اس بزرگ ہستی نے برداشت کیں وہ اپنی آپ مثال ہیں۔ یہ حضرت ایوب ملك عرب کے شہر عوض کے گویا بادشاہ تھے۔ جن کے تمام دوست عربی شہزادے تھے۔ وہ ایك ملك عرب کے موحدین کی چوٹی کے بزرگ تھے۔ جس کی خدا پرستی کی دھوم کنعان کے موحدین تك پہنچی۔ اوراُنہوں

نے آپ کی زندگی کے حالات لکھ کر مقدس نوشتوں میں شامل کیا۔

اس کے سوا حضرت موسیٰ کے زمانہ میں تیرومدیان کا ہن تھاجو اپنی خدا پرستی میں اتنی شہرت رکھتا تھاکہ حضرت موسیٰ جیسا خدا پرست اورغیرتمندشخص چالیس برس تک اس کےگھر رہ سکا۔بلعام کو بھی واحد خدا کے عارفوں میں شمارکیا جاسکتا ہے۔

اگر اسلامی روایات پر اعتبارکیا جاسکے توہمیں ملک عرب میں ۔ حضرت شعیب، ہود، صالح ولقمان جیسی بزرگ ہستیاں ایسی مل سکتی ہیں جو واحد خدا کی پرستار تھیں۔ اُنہوں نے اپنے معاصرین عربوں کو واحد خدا کی پرستش کے سبق پڑھائے تھے۔ لیکن افسوس ہے کہ وہ دنیا میں خدا پرستی پھیلانے میں کامیاب نہ ہوئے تھے۔ اورنہ وہ بُت پرستی اورشرک پرستی کی قوت وطاقت پر غالب آسکے۔ اس غلبہ عالمگیر کےلئے خدا نے حضرت ابراہیم عبرانی کو ہی برگزیدہ کیا تھا۔جس کا ذکر آنے والا ہے۔

چھٹی فصل

تاریخِ اسلام کے قدیم عربوں کا بیان

عرب کے پڑوسی ممالک کی تاریخ میں عربوں کا شاندار بیان مل سکتا ہے۔ پیشتر کی فصول کا بیان محض ایک مشتے نمونہ ازخروارے کے طورپر ہدیہ ناظرین کیا گیا ہے۔ لیکن اگراس پر تاریخ اسلام کا بیان بڑھایا نہ جائے تو نا تمام رہ جاتا ہے۔اس وجہ سے ہم اختصار کے ساتھ تاریخ اسلام سے بھی قدیم عربوں کی کیفیت نذرناظرین کرتے ہیں۔

تاریخ اسلام میں گو قدیم عربوں کی بابت بہت کچھ بصورت روایات جمع کیا گیا ہے۔ توبھی اس سے مستند کرنا ذرا مشکل ہے ۔ ملک ہند کے مسلم علما نے تاریخ اسلام کی سند سے جو بیانات قدیم عربوں کی بابت قلمبند فرمائے ہیں ہم اُنہیں میں سے چند بیانات ناظرین کرام کی آگاہی کےلئے نقل کرتے ہیں۔

دفعہ ۱۔ مولانا عبدالسلام اورقدیم عرب:

قدیم عربوں کے حالات جناب مولانا عبدالسلام صاحب ندوی نے اپنی کتاب" تاریخ الحرمین الشریفین" میں جناب مرحوم سرسید احمد خاں صاحب نے اپنے خطبات احمدیہ میں رقم فرمائے ہیں۔ انہیں کتب سے صابیوں اورعمالیق کا مندرجہ ذیل بیان اقتباس کیا جاتا ہے ۔ جس کے حق وباطل ہونے کے ذمہ واریہی صاحبان ہیں۔خانہ کعبہ کے بیان کی ذیل میں مولانا عبدالسلام صاحب صابیوں اورعمالیقیوں کی بابت تحریرکرتے ہیں کہ

کہ اسلام سے ۲۷صدی پیشترتمام عرب کے نزدیک خانہ کعبہ ایک قابل احترام چیزتھا اوراس میں عرب کے بُت پرست اورعرب کے یہودی اورعرب کے عیسائی سب کے سب یکساں حیثیت رکھتے تھے۔صرف عرب کی ہی خصوصیت نہیں بلکہ عزت جزیرہ عرب سے نکل کر ہندوؤں تک کے قلوب میں جاگزیں ہوگئی تھی۔ اوران لوگوں کا اعتقاد یہ تھاکہ جب ان کے ایک دیوتا بغی شیو۔ نے اپنی بی بی کے ساتھ ملک حجازکی زیارت کی تواس کی روح سنگ اسود میں حاول کرکے رہ گئی ۔ یہ لوگ مکہ کو مکششایا موکشیشانا یعنی شیشا یا شیشاتا کا گھر کہتے تھے اورغالباً یہ اُن کے دیوتاؤں کے نام ہیں۔

مروج المذہب میں جہاں بیوت معظمہ پر بحث کی گئی ہے وہاں لکھا ہے کہ فرقہ صائبہ کا یہ اعتقاد تھاکہ خانہ کعبہ اُن ساتوں گھروں میں داخل ہےجن کی وہ عزت کرتےہیں اورنیز اُن کا یہ اعتقاد تھاکہ وہ زحل کا گھر ہے۔ اور زحل کے وجودوبقا کے ساتھ ابدالاآباد تک قائم رہیگا۔ ابتداء میں تمام مشرقی ممالک بالخصوص ملکِ عجم ،ملک ہند،اورکلدان جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مولود ومنشا تھا۔ صابی الذہب تھے اوران میں یہ مذہب اب تک قائم ہے۔ ان میں بعض فرقے آفتاب اورسبع سیارہ کو خدا مانتے تھے۔ اوران کو مدبرات کے نام سے پکارتے تھے اوراُن کی پرستش کے لئے عبادتگاہیں تعمیرکرتے تھے ۔ بعض مورخین کا بیان ہے کہ یہ لوگ اپنی عبادت گاہوں کے گرد حرم بناتے تھے تاکہ ان میں اجنبی لوگ نہ داخل ہوسکیں۔ غالباً ہرستارے کے فلک کے گردجودائرہ اس غرض سے قائم ہے کہ دوسرا ستارہ اس کے حدود میں قدم نہ رکھ سکے۔ اُسی سے ان لوگوں نے حرم کے

بنانے کا خیال پیدا کیا۔ غالباً وہ اپنی عبادت گاہوں کا طواف
بھی کرتے ہونگے اور تمام ستارے جو سورج کےگرد گھومتے
ہیں۔ اُن سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ اجس کے تابع ہیں اسی سے
ان لوگوں نے طواف کی رسم قائم کی ہوگی۔ غالباً وہ اپنی
عبادتگاہوں کے گرد سات چکربھی لگاتے ہونگے کیونکہ اس کو
سبعہ سیارہ سے ایک خاص تعلق ہے یعنی یہ کہ وہ ان عبادت
گاہوں میں سے ہر ایک عبادت گاہ کے گردسات پھیرے لگاتے
ہونگے تاکہ ہر ستارے کےلئے ایک پھیرا ہوجائے(تاریخ
الحرمین الشریفین صفحہ ۹۸، ۹۹)۔

اور درحقیقت یہ کوئی تعجب انگیز بات نہیں ہے۔
کیونکہ تھوڑے بہت اختلافات کے ساتھ ہر قوم کی شریعت
قدیم شریعتوں سے ماخوذ ہے۔ خود شریعت ابراہیم عمالقہ
شمال کی شریعت سے مستفید ہوئی ہے۔جنھوں نے
پندرھویں صدی قبل مسیح میں عراق میں ایک نہایت ترقی
یافتہ سلطنت قائم کی تھی۔ اخیر میں علمائے آثارِقدیمہ نے
بابل اوراشورکے کھنڈروں میں اُن کے بہت سے آثارِنکالے ہیں
جن میں سے اُن کی تمدنی ترقی کا پتہ چلتا ہے۔ اورانہی میں ان کی
شریعت کے بہت سے مواد بھی شامل ہیں۔ آج ان آثارِ کا بہت
سا ذخیرہ برلن اورلندن کے عجائب خانوں میں موجود ہے۔
سب سے پہلے انہی عمالقہ نے علم الفلک کی ایجاد کی تھی اور
ستاروں اورآسمانوں کی حرکت کا پتہ لگایا تھا۔ کیونکہ اُن کے
یہاں یہ علم صرف ایک مذہبی علم تھا اوریہی وجہ ہے کہ
تمام صابیوں میں باوجود اختلاف قومیت کے عام طورپر اس
علم کی اشاعت ہوئی۔

یہ بھی ممکن ہے کہ طوالف کے ان سات پھیروں کو
ستاروں سے کوئی تعلق نہ ہو۔ بلکہ ان کی تعداد اس لئے مقررکی
گئی ہو کہ سات کا عدد اہلِ ریاضی کے نزدیک عدد کامل یعنی
تمام اعداد کا مجموعہ ہے۔ کیونکہ عدد کی دو قسمیں ہیں
جفت اورطاق، اورجو اعداد جفت ہوتے ہیں ان میں اول
ودوئم کی ترتیب ہوتی ہے۔ مثلاً دوکاعدد جفت اول اورچارکا
عدجفت دوئم ہے طاق عددوں کی بھی یہی حالت ہے۔ مثلاً
تین کا عدد طاق اول اورپانچ کا عددطاق دوم ہے۔ اس لحاظ
سے اگر جفت اول یعنی دوکا عدد طاق دوم یعنی پانچ کے عدد
کے ساتھ طاق اول ہو یعنی تین کا عدد جفت دوم یعنی چار

کے ساتھ ملایا جائے تو سات کا عدد پوراہوجاتا ہے۔ اسی طرح اگرایک کے عدد کو جو کہ تمام اعداد کی اصل ہے چھ کے ساتھ جو حکماء کے نزدیک عدد تام ہے ملایا جائے تواس سے سات جو کہ عدد کامل ہے پورا ہوجاتا ہے اوریہ خاصیت سات کے عدد کے علاوہ اورکسی عدد میں پائی نہیں جاتی ۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ جب کسی تعداد میں مبالغہ کرنا چاہتے ہیں تو اسی عدد کا استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً کہتے ہیں کہ" خدا کوسات بار یاد کرو"۔ رسول اللہ پر سات بار دھودو" سات کنکریوں کے ساتھ رمی جمار کرو" عرض یہ عدد بہت سی عبادات میں مستعمل ہے اوریہی وجہ ہے کہ آسمان سات ہیں۔ سیارے سات ہیں۔ اورزمینیں سات ہیں اوریہی وجہ ہے کہ جب جوہر نے قاہرہ کو بنوایا توتخمیناً اس کے سات دروازے بنوائے۔ جب محل کا جلوس نکلتا ہے تو لوگ سات بات اس کے گرد گھومتے ہیں ۔ لوگ مبالغہ جب کسی کی تعریف کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ وہ سات زبانیں جانتا ہے ۔ ساتوں دریا کو عبورکرچکا ہے اورہفت اقلیم کا سیاح ہے وغیرہ وغیرہ ۔ لیکن بااینہمہ ہمارے فقہاان باتوں پر اعتماد نہیں کرتے ۔ کیونکہ عبادت میں جو اعداد مقررکئے گئے ہیں۔مثلاً رکعات نمازاوراشواط طواف کی تعداد وہ لوگ ان سے بحث نہیں کرتے بلکہ وہ ان کی بحیثیت ایک قابل تسلیم وقابل احترام حکم خداوندی کے مانتےہیں اوراُن کے علل واسباب کا سراغ نہیں لگاتے۔

مسعودی کی تصریحات سے معلوم ہوتاہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعمیر سے پہلے اہلِ عرب موقع خانہ کعبہ کا احترام کرتے تھے۔ چنانچہ اس نے جہاں قوم عاد کی قحط زدگی کاذکرکیا ہے وہاں لکھا ہے کہ یہ لوگ موقع خانہ کعبہ کی عزت کرتے تھے اوروہ ایک سُرخ رنگ کا ٹیلہ تھا۔ اس سے ظاہرہوتا ہےکہ تعمیر ابراہیم علیہ السلام سے پیشترموقع خانہ کعبہ ان لوگوں کے نزدیک قابل احترام تھا۔ غالباً اس جگہ عمالقہ کی کوئی قدیم عبادت گاہ تھی جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کےآنے سے پہلے مٹ چکی تھی۔ اس بناء پر پیغمبر ابراہیم سے پہلے مورخین نے اس عبادت گاہ کی بنیاد کے متعلق مختلف رائیں قائم کرلیں۔ چنانچہ بعض مورخین نے لکھا کہ حضرت ابراہیم سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے

خانہ کعبہ کو تعمیر کیا اوربعضوں نے اس کے علاوہ اوررائے قائم کی یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ پورا قطعہ زمین اہلِ عرب کے نزدیک مقدس خیال کیا جاتا تھا یہی وجہ ہے کہ قدمائے مصر ملک حجازکو" بلاد مقدمہ" کہتے تھے۔

ایرانی بھی خانہ کعبہ کی عزت کرتے تھے اوران کے اعتقاد کے موافق ہرمز کی روح اس میں حلول کی گئی تھی۔ یہ یہ لوگ نہایت قدیم زمانے سے خانہ کعبہ کا حج بھی کرتے تھے۔ چنانچہ اسلام کے بعد ان کاایک شاعر کہتا ہے۔

ومازلنا نحج البیت قدما

وتلقی بالا باطح امیتنا

ہم نہایت قدیم زمانہ سے خانہ کعبہ کا حج کرتے ہیں

اورباطح میں امن وامان کے ساتھ ملتے جلتے رہے ہیں

وسا سان بن بابك سارحتی

اتی البیت التعیق بطوف دینا

اورساسان بن بابک آیا

اورمذہبی حیثیت سے خانہ کعبہ کا طواف کیا

فطاف بہ وزمزم عندئبیر

لا سماعیل تروی الشاربینا

اس کااورزمزم کا ایك کنوئیں کے نزدیك جو اسماعیل کا تھا طواف کیا ۔ اس حالت میں کہ وہ پانی پینے والوں کو سیراب کررہا تھا۔

یہودی خانہ کعبہ کا احترام کرتے تھے اوردین ابراہیمی کے مطابق اُس میں عبادت بجالاتے تھے۔ نصاریٰ عرب بھی یہودیوں سے کچھ کم اُس کی عزت نہیں کرتے تھے۔ ان لوگوں نے خانہ میں چند تصویریں بھی قائم کی تھیں۔ جن میں ایك تصورحضرت ابراہیم علیہ السلام کی اورایك تصویر حضرت اسماعیل علیہ السلام کی تھی۔ جن کے دونوں ہاتھوں میں جوئے کے تیرتھے۔ حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصویریں بھی تھیں۔ اورعرب کے مختلف قبائل نے اپنے اپنے بُت بھی اُس میں رکھے تھے۔ اوراس طرح خانہ کعبہ ۳٦۰ بتوں کا مرقع بن گیا تھا۔ سب سے پہلے خانہ کعبہ کے متولی ہونے کے بعد جس شخص نے مکہ میں بُت پرستی کورواج دیا اورکعبہ میں بُت رکھے وہ قبیلہ خزاعہ کا سردارعمروبن لحی تھا۔ اُس نے شام کے سفر میں بُت پرستی سیکھی۔ اورثمود

سے ہبل، لات اورمناست کی پرستش کا طریقہ اخذ کیا۔ کیونکہ ثمود کے آثارقدیمہ کے نقوش سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ تینوں بُت اُن کے دیوتا تھے۔ بہر حال اُس نے مکہ میں بُت پرستی کورواج دیا اوریہ تمام قبائل عرب نے اُس کی تقلید کی اوراپنے اپنے بت لاکر خانہ کعبہ میں رکھے۔ لیکن باایںہمہ عرب میں بُت پرستی کا اثر دوسری قوموں سے کم تھا۔ کیونکہ یہ لوگ ہندوستان ، چین ،روم اورمصر کے بُت پرستوں کی طرح بُتوں کی پرستش اُن کی ذات وصفات کے لحاظ سے نہیں کرتے تھے بلکہ تقرب الہٰی کے لئے اُن کو پوجتے تھے۔

۸ ہجری تک خانہ کعبہ کی یہی حالت تھی کہ مکہ میں رسول اللہ علیہ السلام کا فاتحانہ داخلہ ہوا اورآپ نے اُس کو بتوں کی آلائیش سے پاک کیا۔ حضرت اسامہ سے مروی ہے کہ آپ خانہ کعبہ میں داخل ہوئے تو چند تصویریں دیکھیں جن کو پانی لگاکر مٹایا۔ ازروقی نے روایت کی ہے کہ حضرت عیسیٰ اورحضرت مریم کی تصویریں خانہ کعبہ میں قائم رہ گئیں جن کو بعض غسانی نو مسلم عیسائیوں نے دیکھا۔ ایک بار سلیمان بن موسیٰ نے عطا سے پوچھا کہ تم کو خانہ کعبہ میں تصویریں بھی نظر آئیں؟ انہوں نے کہا ہاں میں نے حضرت مریم علیہ السلام کی رنگین تصویردیکھی اوراُن کی گود میں ان کے بیٹے عیسیٰ تھے۔ (تاریخ الحرمین الشریفین صفحہ ۱۰۰ سے ۱۰۳تک)۔

مکہ کی تاریخ حضرت ابراہیم خلیل کے زمانہ سے شروع ہوتی ہے ۸۹۲ء قبل ازمسیح میں خدا نے اُن کو حکم دیا کہ اپنے فرزند اسماعیل اوران کی ماں ہاجرہ کو لیکر جیساکہ تورات میں آیا ہے ہجرت کرجائیں ۔ چنانچہ وہ ان دونوں کو لیکر اس خشک غیرآباد میدان میں آئے ۔ پانی کی قلت سے اس میں کوئی شخص آباد نہیں تھا۔ صرف عمالیق اس کے شمالی وادی میں جس کو حجون کہتےہیں کہ آباد تھے۔ یہ لوگ یہاں بحرین کی طرف سے نکل کرآباد ہوئے تھے اوراُن کی سلطنت شہ جزیرہ سینا تک تک پھیلی ہوئی تھی۔ بابلی ان کومالیق کہتے تھے اورعبرانیوں نے اس میں لفظ "عم" (یعنی امتہ) کا اضافہ کرکے" عم مالیق" بنالیا اورعرب نے تحریف کرکے اس کو عمالیق بنادیا۔ مصری لوگ ان کو ہکسوس یعنی چرواہا کہتے ہیں ۔

حضرت ہاجرہ کو چاہ زمزم سے جو اس وادی کے لئے ایک زندگی تازہ ہوا اطلاع ہوئی تو عمالیق بھی یہاں آئے اور اس شرط پر ان کے ساتھ قیام کرنے کی درخواست کی کہ حکومت اُن کے اور اُن کے فرزند کے ہاتھ میں ہوگی چنانچہ اُنہوں نے اس شرط کو قبول کرلیا۔ اُنہوں نے اپنے لئے ایک گھر بنالیا تھا جس میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ رہتی تھیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام ان دونوں کی ملاقات کے لئے فلسطین سے آیا جایا کرتے تھے۔ (تاریخ الحرمین الشریفین صفحہ ۵۷)۔

اسی دن سے خانہ کعبہ کے آس پاس کے قبائل میں اُس کی شہرت پھیلنے لگی اور لفظ مکہ یا مکاکا اشتقاق اسی سے ہوا کیونکہ یہ ایک بابلی لفظ ہے جس کے معنی گھر کے ہیں اور عمالیق نے یہ نام رکھا ہے۔

اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی قوم میں واپس آئے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بعد اُن کی اولاد کو خدمت کعبہ کی تولیت حاصل ہوئی۔ لیکن جب ان میں ضعف آیا تو عمالیق نے اُن پر غلبہ حاصل کرلیا اور خانہ کعبہ اُن کے ہاتھ میں آگیا۔ ایک مدت تک خانہ کعبہ کی تولیت اُن کے ہاتھ میں رہی لیکن سدمارب کے ٹوٹنے کے بعد جب یمن سے قبیلہ جرہم کے لوگ چھٹی صدی قبل میلاد کے نصف حصہ میں مکہ میں آئے تو عمالیق سے جنگ کرکے اُن پر غلبہ حاصل کرلیا اور مکہ بلکہ تمام حجاز میں اُن کا اقتدار قائم ہوگیا۔ لیکن اس جاہ اقتدار کے نشے میں جب اُنہوں نے ارضِ الٰہی میں فساد وطغیان پھیلایا تو ایک وبا نے پھیل کر اُن کو ہلاک کردیا۔ اس ضعف کی حالت میں بنو اسماعیل اُن پر غالب آگئے خانہ کعبہ کو اُن سے واپس لے لیا اور اُن کو مکہ سے نکال دیا اور وہ شمال ینبع میں جاکر ارض جہینہ میں آباد ہوگئے چنانچہ عمروبن حارث انہی واقعات کے متعلق کہتا ہے۔

وکناولاہ البیت من عھد فابت
نطوف بذاك البیت والا فرظاہر

ہم نابت (فرزند اسماعیل) کے زمانہ سے خانہ کعبہ کے والی تھے۔ اس گھر کا طواف کرتے تھے اور معاملہ صاف تھا۔

کان لم یکن مین الحجوان الی الصفا
انیس ولم یسحر بمکتہ سامر

گویانجون کے درمیان سے صفا تک ۔ کوئی دوست نہ تھا
اورمکہ میں کسی قصہ گو نے قصہ نہیں کہا تھا۔
بلی تحن کنا اهلها فا بادفا
صروف اللیا بي والجد وداهواثر
ہاں ہم اس کے باشندے تھے
لیکن ہم کو حوادثات زمانہ اوربخت بد نے برباد کردیا۔
ایک مدت تک بنو اسماعیل خانہ کعبہ کے متولی رہے۔لیکن اس کے بعد خزاعہ کے قبیلہ نے آکر اُن پر غلبہ حاصل کرلیا اوراپنی عصبیت کی وجہ سے ایک مدت تک خانہ کعبہ کی سدانت یعنی خدمت اورسقایہ یعنی حاجیوں کے پانی پلانے کے متولی رہے۔ اس عصبیت کے خلاف بنو اسماعیل اخلاقی اورروحانی حیثیت سے زیادہ ترقی یافتہ تھے۔ کیونکہ ان میں سے اکثرایسے اشخاص ۔۔۔ پیداہوا کرتے تھے۔ جن کے علم وفضل سے اُن کی خاندانی ذہانت اورنسبی شرافت کا پتہ لگتا تھا ۔ مثلاً ان میں کعب بن لوی ایک ایسا شخص پیدا ہوا جس نے فصاحت وبلاغت میں نہایت شہرت حاصل کی اور سب سے پہلے یوم عروبہ یعنی جمعہ کے دن لوگوں کو اسی نے جمع کیا اوران کے سامنے اخلاقی خطبے دیئے۔ اس نے عرب میں اس قدر ناموری حاصل کی کہ اُس کی موت کے سال سے عام فیل تک جو چاہو سوسال سے کم کا زمانہ نہیں ہے۔ اہل عرب نے اپنا سن قائم کیا تھا۔ ایک مدت تک خانہ کعبہ کا اہتمام خزاعہ کے ہاتھ میں رہا لیکن جب قصی بن کلاب جو کعب کےپوتے اور حضرت اسماعیل کی چودھویں پشت میں تھے اوربچپن میں اپنی ماں کے ساتھ شام کو چلے گئے تھے۔ شام سے واپس آئے تواُن کو نظرآیا کہ قریش میں تفریق وانتشار پیداہوگیاہے اوران میں باہمی بغض وعداوت کی آگ بھڑک اٹھی ہے۔ اسی لئے اُنھوں نے اپنے حسن وتدبیر زور تقریر اورذہانت سے قبیلہ قریش کی شیرازہ بندی کی اورکوشش کرکے خزاعہ سے خانہ کعبہ کی حجابت یعنی کلید برداری کا عہد خرید لیا۔ اُس کے بعد جب اُن کو عصبیت حاصل ہوئی تواُن کو مکہ سے بطن مریعنی وادی فاطمہ کی طرف جلاوطن کردیا۔ اب اُن کو نہایت جاہ اقتدارحاصل ہوگیا۔ اورسقایتہ حجابتہ، رفادہ اورعلم برداری کے عہدے جواب تک مجموعی طورپر کسی نہیں ملے تھے ایک ساتھ مل گئے۔ قصی پہلے شخص ہیں

جنہوں نے خدا کا مہمان اورپڑوسی سمجھ کر حاجیوں کے کھانے پینے کا انتظام کیا اوراسی وجہ سے عرب میں اُن کی عام شہرت ہوگئی۔ اُنہیں نے قومی معاملات میں بحث ومشورہ کےلئے خانہ کعبہ کے متصل دارالندوہ کو قائم کیا اوراس کے دروازہ کا رخ خانہ کعبہ کی طرف رکھا۔ ان تمام باتوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ قریش کا ملکی اقتدار بہت زیادہ بڑھ گیا۔ یہاں تک کہ اُنہوں نے اس کے بعد قبائل عرب پر ٹیکس مقررکردیا۔

(تاریخ الحرمین الشریفین صفحہ ۵۸ سے ۶۰ تک)

مدینہ کے مختلف نام: مدینہ کے مختلف نام ہیں اورہر ایک نام میں کوئی نہ کوئی لطیف مذہبی ، تاریخی یا ادبی مناسبت پائی جاتی ہے۔

ان میں یاقوت حموی نے معجم البلدان میں صرف انیس نام بتائے ہیں یعنی مدینہ ، طیبہ ، ظابہ، مسکتبہ ، عذرا، جابرہ ، مجتہ ، مجبہ، مجورہ، یثرب، ناجیہ ، سوفیہ، اکالتہ البلدان ، مبارك ، محفوفہ ، مسلمہ ، مجتہ ،قدسیہ ،عاصمہ ، مرزوقہ ، شاقیہ ، خیرہ، محبوبہ ، مرحومہ ، جابرہ، مختارہ، محرمہ ، قاصمہ ، طبابا، لیکن صاحب وفاء الوفا نے نوے سے زیادہ نام گنائے ہیں اورلکھا ہے کہ ۔ ان کثرہ الاسماء تدك علے شرف المسمی ولمہ واجداکثرمن اسماء ھذہ البلدتہ الشریفہ ناموں کی کثرت مسمی کے شرف پر دلالت کرتی ہے اورمیں نے اس شہر سے زیادہ کسی شہر کے نام نہیں پائے ۔ ان ناموں کے ساتھ ساتھ اُنہوں نے ہرنام کی وجہ مناسبت بھی تفصیل کے ساتھ بتائی ہے۔ لیکن اس کا سب سے قدیم مشہورنام یثرب ہے۔ جسکی وجہ تسمیہ کے متعلق متعدد اقوال ہیں۔ ایك قول یہ ہے کہ وثرب سے ماخوذ ہے جس کے معنی فساد کے ہیں ۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وہ تثریب سے مشتق ہے۔ جس کے معنی ملامت کرنے کے ہیں۔ ایك خیال یہ بھی ہے کہ یثرب ایك کافر کا نام تھا اوراسی کے نام سے یہ شہر مشہور ہوگیا ۔یہی وجہ ہے کہ بعض علماء نے مدینہ کے اس نام کو مکروہ خیال کیا ہے۔

لیکن بعض لوگوں کا خیال ہے کہ لفظ یثرب ایك مصری لفظ تریبس کی تحریف ہے۔

مدینہ کے قدیم باشندے: اوراگر یہ نظریہ صحیح ہے تواس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس شہر کو سب سے پہلے

عمالقه نے ۱۰۱۶ قبل مسیح یا ۱۲۲۳ قبل ہجرت میں مصر سے نکل کر آباد کیا تھا۔ اورخود مورخین کی تصریحات سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔چنانچہ یاقوت حموی نے معجم البلدان میں لکھا ہے کہ سب سے پہلے جس نے مدینه میں کھیتی باڑی کی کھجور کے درخت لگائے ۔ مکانات اور قلعے تعمیر کئے وہ عمالیق یعنی عملاق بن ازفخشد بن سام بن نوح علیه السلام کی اولا د تھی۔ یه لوگ تمام ملك عرب میں پھیل گئے تھے اور بحرین، عمان اورحجاز سے لیکر شام اورمصر تك اُن کے قبضے میں آگئے تھے۔ چنانچه فراعنه مصرانہی میں سے تھے۔ بحرین اورعمان میں ان کی جو قوم آباد تھی اس کا نام جاسم تھا۔ مدینه میں اُن کے جو قبائل آباد تھے اُن کا نام بنو ہفان، سعد بن ہنفان، اوربنومطرویل تھا اور نجد تیمار اوراس کے اطراف میں اس قوم کا قبیله بن عدیل بن راحل آباد تھا اورحجاز کے بادشاہ کا نام ارقم بن ابی الارقم تھا۔

وفاء الوفاء میں اوربھی بعض اقوال نقل کئے ہیں۔ مثلاً ایك قول یه ہے که جب حضرت نوح کی اولا د دنیا میں پھیلی توسب سے پہلے مدینه کو یثرب میں قانیه بن مہلاہیل بن ارم بن عبیل بن عوص بن ارم بن سام بن نوح علیه السلام نے آباد کیا۔ اوراسی کے نام پر مدینه کا نام پڑا اورایك اورروایت یه ہے که سب سے پہلے مدینه میں یہودآبادہوئے اوربعد کو چند اہلِ عرب بھی اُن کے ساتھ مل جُل گئے لیکن صاحب وفاء الوفاء نے ان اقوال کو نقل کرکےلکھا ہے که۔

وذکربعض اہل التواریخ ان قوما من العالقه تکون قبلهمه (قلت) وهواله رحج۔ بعض اہلِ تاریخ نے بیان کیا ہے که عمالقه کی ایك قوم اُن سے پہلے مدینه میں آکرآبادہوئی اورمیں کہتاہوں که یہی قول راجح ہے۔ یہود عمالقه کے بعد یہودآباد ہوئے اُن کے آباد ہونے کے متعلق روائتیں ہیں۔(تاریخ الحرمین الشریفین۔ صفحه ۱۷۲، ۱۷۳)۔

دفعه ۲۔ صابیوں کی بابت روایات اوران کی قدرومنزلت

حضرت محمد کے زمانه میں صابیوں کی کچھ عجیب کیفیت مذکورہوئی ہے۔ ہمارے مسلم علماء کے بیانات صابیوں کی بابت عجیب وغریب آئے ہیں جس کو ہم اخبارالفقیه امرتسر سے ذیل میں نقل کرتے ہیں ۔ پڑھنے والے

خودہی ان بیانات میں حق وباطل کا امتیازکرسکتے ہیں۔ ہم ان کی بابت زیادہ لکھنا ضروری خیال نہیں کرتے ہیں۔

۱۔ معلوم ہوکہ قرآن شریف میں صابیوں کا صرف تین جگہ ذکر آیا ہے مگر بغیر تخصیص آیا ہے۔ اس لئے ہم اسے بھی نقل کئے دیتے ہیں لکھا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُواْ وَالَّذِينَ هَادُواْ وَالنَّصَارَى وَالصَّابِئِينَ(سورہ بقرہ ٦٢)

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُواْ وَالَّذِينَ هَادُواْ وَالصَّابِؤُونَ(سورہ المائدہ ٦٨)

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالصَّابِئِينَ (سورہ الحج ١٧)

ان آیات میں لفظ صائبین عرب کے قدیم باشندگان کی بابت ہی آیا ہے۔ جوآنحضرت سے پیشترتمام ملک عرب پر حکمرانی کرچکے تھے۔ مگر آنحضرت کے زمانہ میں وہ حالت زوال کو پہنچ کر اپنی قدیم شان وشوکت کوکھوچکے تھے۔ اور غالباً مسیحیت کو اختیارکرچکے تھے۔ کیونکہ مسلم بزرگ اُن کی بابت کچھ ایسے ہی بیانات لکھ گئے ہیں ۔ جن سے پایا جاتا ہے کہ صابی آنحضرت کے زمانہ میں مسیحیت کو اختیارکرچکے تھے۔ اوربہت تھوڑے لوگ اپنے آبائی مذہب پر قائم رہ گئے تھے۔ چنانچہ صابیوں کی بابت مسلم تحریرات میں ذیل کے بیانات ملتے ہیں ۔ جنہیں ہم اختصار کے ساتھ نقل کرتے ہیں۔

۱۔ صحیح بخاری مطبع احمید لاہور کے پارہ دوم میں ایک طویل روایت آئی ہے جو عنوان بالا پرصفائی سے روشنی ڈالتی ہے۔ ہم ناظرین کرام کی آگاہی کے لئے اس کا اختصار پیش کرتے ہیں۔

حد ثنا مسد دقال ثنا یحیی بن معید قال ثنا عوف۔۔۔ قالہ لہا انطلق اذا قالت الی این قالا الی الرسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قالت الذی یقال لہ الصابی قالا ھوالذی تعنین فانطلق ۔۔۔۔قالواماجسک یافلانتہ قالت العجب یقینے رجلان فذ ھابی الی ھذاالرجل الذی یقال الہ الصابی۔۔۔۔ قال ابوعبداللہ صبا خزج من دین الی غیروقال ابوالعالیتہ الصائبین فرتتہ من اھل الکتاب یقرون الزبور۔۔۔

ترجمہ: مسد وبن مسرہد نے بیان کیا ۔ کہاہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے ۔ کہا ہم سے عوف نے ۔۔۔ اُنہوں نے اس سے کہا کہاں چلو۔ اُنہوں نے کہا اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم پاس ۔ اُس نے کہا وہ تونہیں جس کو لوگ صابی

کہتے ہیں۔ اُس نے کہا اُنہیں کے پاس جن کو تو سمجھے۔ آخر وہ دونوں اُس کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے (گھر آنے پر عورت کے رشتے داروں نے پوچھا) ارے فلانی تونے دیر کیوں لگائی۔ وہ کہنے لگی عجیب بات ہوئی ۔ دوآدمی (راہ میں) مجھ کوملے۔ وہ تجھ کو اُش شخص کے پاس لے گئے ۔ جس لوگ صابی کہتے ہیں۔ ۔۔۔۔ امام بخاری نے کہا صابی صبا نے نکالا گیا۔ صبا کے معنی اپنا دین چھوڑکر دوسرے دین میں چلا گیا اورابوالعالیہ نے کہا صائبین اہل کتاب کا ایک فرقہ ہے جو زبورپڑھا کرتے ہیں۔

حاشیہ پریوں آیا ہے۔ اصل میں صابی اس کو کہتے ہیں جو اپنا دین بدل کر نیا دین اختیارکرے۔ عرب کے مشرک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو صابی کہا کرتے تھے ۔چونکہ آپ اپنے باپ دادوں کا دین چھوڑکر توحید پر چل رہے تھے صفحہ ۳۴۔ ۳۷۔

مزید براں صحیح بخاری مطبع ایضاً پارہ سولہ میں ایک روایت آئی ہے جس کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ امید اور سعد مکہ میں کعبہ کا طواف کرتے ہوئے ابو جہل نے پالئے ۔ یہ دونوں حضرت محمد کے صحابہ میں شامل تھے۔ ابو جہل اُن کو کہنے لگا ۔ الا ارك تطوف بمكته امناً وقداوايتم الصباته ابوجہل نے سعد کو کہا کیا مزے سے بے ڈرہوکرمکہ میں طواف کررہا ہے اوردین بدلنے والوں کو جگہ دی ۔ حاشیہ پر یوں آیا ہے۔

حدیث میں صباتہ ہے جو صابی کی جمع ہے۔ مکہ کے مشرک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اورمسلمانوں کو صابی کہا کرتے ۔جس کے معنی دین بدلنے والا صفحہ ۲ ۔

ہمعصر الفقیہ امرتسر مطبوعہ ۱۴فروری ۱۹۲۵ء میں ایک بحث کے ضمن میں صابیوں کی حسب ذیل کیفیت بیان کرتی ہے۔

صابی دو قسم کے ہیں۔ ایک قسم کافر ہیں اُن کا ذبیحہ حلال نہیں تفسیر احمدی میں ہے ھم صنفان صنف يقرون الزبوروبعبيد والمكته وصنف لايقرون كمتابا ويعبدون النجوم فھولا، ليسوامن اهل کتاب ۔ یعنی ایک قسم تو زبورپڑھتے ہیں اورملائکہ کی پوجا کرتے ہیں۔ ایک قسم کوئی کتاب نہیں پڑھتے اورستاروں کی پرستش کرتے ہیں یہ لوگ اہل کتاب نہیں۔

صدیق حسن نے تفسیر فتح البیان صفحہ ۱۲۱ میں ابن تمیہ سے نقل کیا ہے۔ فان الصائبتہ نوعان صابئتہ حنفا موحدون وصائبتہ مشرکون یعنی صابیوں کی ایک قسم تو خفا موحد ہیں اور قسم مشرک ہیں۔

امام اعظم رحمتہ نے پہلی قسم کے صابی کا ذبحہ حلال قرار دیا ہے نہ دوسری قسم کا۔ فتاویٰ قاضی خاں صفحہ ۷۵۸ میں ہے۔ انھم صنفات صنف مھم یقرون ینوہ عیسیٰ علیہ السلام ویقرون الزبور فھمہ صنف من النصاروانما احباب ابوحنیفہ یحل ذبحیہ الصابی اذاکان من ھذاالصنف۔ یعنی صابی دو قسم ہیں۔ ایک قسم اول میں عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا اقرار کرتے ہیں اور زبور شریف پڑھتے ہیں وہ تو نصاریٰ ہیں اور ابوحنیفہ رحمتہ اللہ نے جو صابیوں کے ذبحیہ کی حلت کا فتویٰ دیا ہے اور اس وقت ہے جب وہ صابی اس قسم سے ہوں۔ یعنی عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے معروف اور کتاب الٰہی کے ماننے والے۔

ہدایہ کتاب النکاح صفحہ ۲۹۰ میں ہے ۔ یحجوز تزوج الصابیات ان کا نوا یوممنون بدین ویقرون بکتاب لا نھمہ من اھل الکتاب وان کا نوا یعبد ون الکواکب ولا کتاب لھم تجزمنا کحتم لانھمہ مشرکون والخلاف المنقول فیہ محموں علیٰ اشتباہ مذھم فکل اجاب علیٰ ماوقع عندہ وعلےٰ ھذا حال ذبحیہ ھم انتھےٰ۔

یعنی صابی اگر دین رکھتے ہوں اور کتاب پڑھتے ہوں تو اُن کی عورتوں سے نکاح درست ہے کیونکہ وہ اہل کتاب ہیں اور اگر ستاروں کی پرستش کرتے ہوں اور کوئی کتاب اُن کے لئے نہ ہو تو اُن کی عورتوں کے ساتھ نکاح درست نہیں کیونکہ وہ مشرک ہیں اور جو خلاف امام اعظم وصاحبین پر منقول ہے وہ اُن کے مذہب کے مشتبہ ہونے پر محمول ہے۔ اُن کے ذبحیہ کا حکم یعنی امام اعظم رضی اللہ عنہ نے صابیوں کی اس قسم کو پایا جو اہل کتاب زبور پڑھتے ہیں تو آپ اُن کے ذبیحہ کی حلت کا فتویٰ دیا۔ صابین نے صابیوں کی دوسری قسم کو جو مشرک تھی پایا اور ممانعت کا حکم دیا۔ حقیقت میں کوئی اختلاف نہیں۔

تفسیر اکلیل علیٰ مدارک التنزیل صفحہ ۲۱۹ میں بحوالہ تفسیر مظہری لکھا ہے قال عمروابن عباس ھم قوم من اھل

الکتاب یعنی حضرت عمروبن عباس فرماتے ہیں کہ صابی اہل کتاب کی ایک قوم ہے۔

تفسیر خازن صفحہ ۵۵ میں ہے قال عمر ذبا لحھم دباع اھل الکتاب یعنی حضرت عمر فرماتے ہیں کہ اس کا ذبحیہ اہل کتاب کا ذبحیہ ہے۔

۲۔ پیغام صلح لاہور مطبوعہ ۲۶ اپریل ۱۹۲۲ء میں ایک روایت حضرت عمر کی بابت حسب ذیل نقل کی گئی ہے۔

حضرت عمر ایمان لائے توپہلے اپنے ماموں کے گھر آئے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ اُنہوں نے دروازہ کھولا تو کہا تمہیں معلوم ہے میں صابی ہوگیا! وہاں سے ایک سردار قریش کے پاس آئے اور وہاں بھی یہی گفتگو ہوئی ۔ وہاں سے نکلے تو ایک آدمی نے کہا کہ تم اپنے اسلام کا اعلان کرنا چاہتے ہو؟ بولے ہاں۔اس نے کہا کہ اس کی صورت یہ ہے کہ جب کفار خانہ کعبہ میں حجر اسود کے پاس جمع ہوں تو تم وہاں جاؤ ان میں ایک آدمی ہے جو افشای راز میں بدنام ہے اُس کے کان میں یہ راز کہہ دو وہ اعلان کردے گا۔ اُنہوں نے خانہ کعبہ میں جاکر اُس کے کاہن میں کہا توبآواز بلند پکاراکہ عمر بن الخطاب صابی ہوگیا کفار دفعتہً ٹوٹ پڑے اور باہم زدوکوب ہونے لگی۔ بلآخر اُن کے ماموں نے اپنی آستین سے اشارہ کرکے کہا کہ میں اپنے بھانجہ کو اپنی پناہ میں لیتا ہوں ۔اب کفار رُک گئے ۔

نوٹ ۳۔ اسد انعابہ تذذکرہ حضرت عمر

کتاب سیرت ہشام ترجمہ اُردو حسب فرمائیش رب الرحیم اینڈ بردرپسران مولوی رحم بخش تاجران کتب لاہور مسجد چینیانوالی۔ مطبوعہ رفاعہ عام سٹیم پریس لاہورمیں حضرت عمر کی بابت لکھا ہے۔

۳۔ ابنِ اسحاق کہتے ہیں عبداللہ بن عمر خطاب سے روایت ہے کہتے ہیں کہ جب میرے (و) الدحضرت عمر اسلام لائے پوچھا کہ قریش میں ایسا کون شخص ہے جو ہر ایک جگہ خبر پہنچائے ۔ کسی نے کہا کہ جمیل بن معمر حجمی اس کا کام ہے۔ پس میرے والد اس کے پاس گئے ۔ عبداللہ کہتےہیں میں بھی اُن کے پیچھے ہولیا اورمیں دیکھتا تھا کہ یہ کیا کرتے ہیں۔ پس اُنہوں نے جمیل کے پاس جاکر کہاکہ اے جمیل تجھ کوکچھ معلوم ہوا اُس نے کہا کیا۔ اُنہوں نے

کہا میں اسلام لے آیا ہوں اورمحمد کے دین میں داخل ہوگیاہوں۔ عبداللہ کہتے ہیں کہ پس قسم ہے خدا کی جمیل سنتا ہی اپنی چادر گھسیٹتا ہوا دوڑا اور حضرت عمر بھی اس کے پیچھے ہولئے اورمیں بھی اُن کے پیچھے تھا۔ یہاں تک جمیل خانہ کعبہ کے دروازہ تک آیا اورغل مچاکر کہا اے گروہ قریش عمر بن خطاب نے دین چھوڑا۔ بلکہ میں نے اسلام قبول کیاہے اورمیں گواہی دیتاہوں کہ بے شک خدا کے سواکوئی معبود نہیں ہے اورحضرت محمد اُس کے بندہ اوررسول ہیں۔ عبداللہ کہتےہیں۔ قریش اس وقت اپنی اپنی جگہوں میں بیٹھے تھے۔ اس بات کو سنتے ہی سب حضرت عمر پر دوڑے۔ حضرت عمر نے بھی اُن کا بمردی ومردانگی خوب مقابلہ کیا مگر کہاں تک لڑتے آخر تھک کر بیٹھے اورقریش سے فرمایا کہ میں تو مسلمان ہوں۔ تمہارا جو دل چاہے سوکرو۔ اوروہ سب کے سب آپ کے سرپرکھڑے ہوئے تھے کہ اتنے میں عبداللہ کہتے ہیں کہ ایک بڈھا کالا جُبہ پہنے ہوئے قریش میں آیا اورکہا کیا بات ہے۔ قریش نے کہا یہ بیدین ہوگیا ہے۔ اُس نے کہا پھرتمہارا کیا ہرج۔ ایک شخص نے اپنے واسطے ایک بات اختیار کی ہے کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ عمر کی قوم کے عمر کے قتل ہونے سے تم سے کچھ بازپُرس نہ کریگی۔ قسم ہے خدا کی وہ تمہیں ہرگز نہ چھوڑیگی۔ عبداللہ کہتے ہیں کہ اُس بڈھے کے یہ کہتے ہی وہ سب لوگ حضرت عمر کے گرد سے بادل کی طرح پھٹ گئے الخ صفحہ ۱۱۸ کی سطر ۱۱ سے ۲۸ تک۔

۴۔ ابن اسحاق کہتے ہیں فتح مکہ کےبعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد بن ولید کےسلیم بن منصوراورلالج بن مرہ کے قبائل کی فوج کے ساتھ دعوت اسلام کے واسطے قبائل عرب کی طرف سے روانہ فرمایا اورقتل وقتال کا حکم نہیں دیا تھا۔ جب خالد فوج لیکر بنی حذیمہ بن عاصر بن عبدہ مناتہ بن کنانہ کے پاس پہنچے تواُن لوگوں نے اُن کو دیکھ کر ہتھیار اٹھائے۔ اُنہوں نے اُن کو حکم کیاکہ ہتھیار سب ڈال دو۔ کیونکہ مسلمان ہوگئے ہیں۔

بنی حذیمہ کے ایک شخص کہتے ہیں کہ جب خالد نے ہم کو ہتھیار ڈالنے کا حکم کیا توہم میں سے ایک شخص حجدم نام نے کہا کہ اے بنی حذیمہ اگرتم نے ہتھیار ڈال دیئے تو خالد تم کو قید کرکے قتل کرینگے۔ میں تو اپنے ہتھیار نہ

ڈالونگا۔ بنی حذیمہ نے کہا اے حجدم توہم سب کا خون کرانا چاہتا ہے سب لوگ مسلمان ہوگئے ہیں اور سب نے ہتھیار ڈال دئیے ہیں اورامن قائم ہوگیا ہے ۔ پھر ان سب لوگوں نے خالد کے کہنے سے ہتھیار ڈال دئیے ۔ جب یہ لوگ ہتھیار ڈال چکے تب حضرت خالد نے اُن کی مشکیں باندھ کر چند لوگوں کو اُن سے قتل کردیا۔ جب یہ خبر حضور کو پہنچی آپ نے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کرکے دعا کی اے پروردگار ہیں خالد کی کارروائی سے بری ہوں۔---------

----

راوی کہتا ہے کہ جب خالد اس قوم کے پاس آئے تو اُن لوگوں نے کہانا شروع کیا۔ صباناً صباناً یعنی ہم لوگ بے دین ہوگئے ۔ اورہم نے اپنادین چھوڑ دیا۔ سیرت ابن ہشام صفحہ ۴۱۰ سے ۴۱۲ تک ۔

مندرجہ صدربیان پر غورکرنے سے صابیوں کی بابت یہ حقیقت روز روشن کی طرح ظاہر معلوم ہوتی ہے کہ گو صابی زمانہ قدیم سے بُت پرست چلے آئے تھے۔ مگر حضرت محمد سے پیشتراورآپ کے زمانہ میں وہ مسیحی مذہب اختیار کرچکے تھے۔ وہ مسیحی ہوجانے کے سبب سے بُت پرست ہمسایہ قبائل کی نظر میں بدنام ہوچکے تھے۔ بُت پرست قبائل کی نظر میں وہ دین ومذہب کےبدلنے والے مشہور ہوگئے تھے جیساکہ بیان مافوق سے ظاہر وثابت ہے ۔ حتیٰ کہ جب حضرت محمد نے اورحضرت عمر نے آبائی مذہب ترک کرکے اسلام قبول کیا اور اسلام کی منادی شروع کی تو بت پرستوں نے آپ کو صابی کہنا شروع کیا جس کے اُن کے نزدیک یہی معنی ہوسکتے تھے کہ حضرت محمد اورحضرت عمر نے آبائی مذہب بدل لیا ہے ۔اگرچہ حضرت محمد اورحضرت عمر عیسائی ہونے کا اعتراف کرنے کی جگہ اسلام لانے کا ہی اعتراف کیا کرتے تھےتوبھی حضرت کے معاصرین مخالف آپ کو صابی ہی کہا کرتے تھے ۔ یہ بات بعد کو دیکھی جائیگی کہ اسلام اورعیسائیت میں کیا رشتہ ثابت ہوسکتا ہے فی الحال بیانات مافوق سے اس قدرحقیقت روشن ہوچکی ہے کہ آنحضرت کے زمانہ میں صابیوں اورعربی مسیحیوں کا باہمی رشتہ ضرور قائم ہوگیا تھا۔ جس کی وجہ سے

معاصرین صابیت اورمسیحیت اوراسلام میں مشکل سے فرق کیا کرتے تھے۔

دفعہ ۳۔ حنفاء یا حنفی کا بیان

تاریخ اسلام سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت محمد کی پیدائش سے پیشتر بت پرست عربوں میں ملت حنیف یا حنفیت رونما ہوئی تھی ۔ جس کا قدیم تاریخ عرب میں کچھ سراغ نہیں ملا ہے۔ صرف حضرت محمد کی پیدائش کے چند سال پیشتردین حنیف اورحنفاء کا سراغ ملتا ہے۔

اگرمسلم روایات کی بناء پر اس بات کو تسلیم کرلیا جائے کہ بت پرست صابی اورحنفا واحد ملت کے ہی ماننے والے تھے۔ اعتقادی طورسے ان میں کچھ فرق نہ تھا۔ توبھی اس بات کو تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ عرب کے حنفاء صابی ہوکر عرب کے قدیم مذہب کو ہی ماننے والے تھے۔ اور صابی حنفاء ہوکر حنفیت کے ماننے والے تھے۔ یہی مذہب قریش اورجملہ بت پرستان عرب کا تھا۔ تاریخ اسلام میں دین حنیف اورحنفاء کا حسب ذیل بیان آیا ہے۔

۱۔ خادم العلماء محمد یوسف صاحب نے گذرے سال ایک کتاب بنام " حقیقتہ الفتہ" شائع کی ۔ اس کتاب کے صفحہ ۳، ۴ پر ملت حنیف یا ملت ابراہیم حنیف اوراس کے ماننے والوں کی بابت ذیل کی عبارت آئی ہے۔

بالخصوص ملك عرب کے کفر وشرك ، بدعادت وشراب خوری، زناکاری ،قماربازی، چوری غارتگری اورظلم وزیادتی وغیرہ وغیرہ ان تمام مہنیات ومنکرات خلاف عقل ونقل کا مرکز بنا ہوا تھا ۔جن کاوجودامم سابقہ میں فرداً فرداً پایا جاتا ہے اوراہلِ عرب نہ اپنے دین سے خارج بلکہ دائرہ انسانیت سے گذرکردرجہ حیوانیت پرپہنچ چکے تھے اوراُن کے قبیلہ قبیلہ اورگھر گھر میں اورخاص خانہ کعبہ میں جہاں (۳٦۰) بُت رکھے ہوئے تھے خدایِ واحد کے سوا ملائکہ ،انبیاء اورصالحین سابقہ وغیرہ کی تصویروں اوربتوں کی عام پرستش ہوتی تھی اورہمیشہ لوگ اُن کی نذرونیازمانتے تھے اورخداوند تعالیٰ سے زیادہ ان سے ڈرتے تھے اور شجرہ حجر وغیرہ مخلوق پرستی کی بھی کوئی حد نہ تھی۔ ہر وقت ہر جگہ اُن کا کوئی نیامعبود ہوتا تھا اورعلاوہ اس کے اُن کے آباؤ اجداد نے

دین میں نئے نئے اورفحش رسم وآئین اپنی طرف سے مقررکرلئے تھے جن کے یہ سخت پابند تھے۔لیکن باہنمہ مشرکین عرب خودکو ملته ابراہیم حنیفاً وما کان من المشرکین پر قائم سمجھ رہے تھے اوراپنے خود تراشیدہ مذہبی اصول وفروغ کو بالکل درست خیال کئے بیٹھے تھے۔

۲۔ ملتِ حنیف اورحنفاء کا رسالت محمدی سے پیشتر کے زمانہ سےمتعلق بیان ۔جناب مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیه لاہور نے رساله اشاعت الااسلام بابت ماہ اپریل ۱۹۲۰ء میں حسب ذیل الفاظ میں رقم فرمایاہے۔ آپ لکھتے ہیں ۔۔۔۔۔ مگر نبی کریم صلی الله علیه وسلم کی بعثت سے چند ہی سال پیشتربعض شخصوں نے جوکه نه یہودی تھے اورنه عیسائی عربوں کی بت پرستی اور توہمات کی سختی سے تردید کرنا شروع کی اورسنت ابراہیم علیه السلام کے مطابق الله تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان ہونا ظاہرکیا۔ حقیقت میں ملکِ عرب کو سدھارنے کی یہ آخری انسانی کوشش تھی ۔ فرقه حنیف باوجود عربوں کی پُرانی کہاوتوں کا احترام کرتے ہوئے وحدانیت الہیٰ کو قائم کرنا چاہتا تھا ۔ چاہے کوئی باہرکا اثر اس پر ہوا یا نه مگر یه بات یقینی ہے که یه سلسله محض ملکی تھا۔ اس کا ایک مقصد یه بھی تھاجہاں تک ممکن ہو عربوں کی رسموں وغیرہ سے کوئی تعرض نه کیا جائے حقیقت میں وہ صرف چاہتے تھے که بُت پرستی کسی طرح سے دورہوجائے۔ مگراُن کوبھی ناکامی ہوئی ۔۔۔۔ فرقه حنیف کا سنت ابراہیم پرعمل کرنا اورپُرانی باتوں کو ویسے ہی رہنے دینا غرضیکه تمام باتیں بے سود ہوئیں۔۔۔ اسی طرح فرقه حنیف نے ایک توحید کے مذہب کا وعظ شروع کیا جو سنت ابراہیم کو ازسرنو زندہ کرنے کا دعویدارتھا اورعربوں کی پُرانی رسموں کہاوتوں کی ہر طرح تعظیم کرتا تھا۔ مگر اس کا بھی دوسروں جیسا حشر ہوا اوریه اُن سے بھی جلدی مفقود ہوگیا کیا یه عجیب بات نہیں معلوم ہوتی که ان الفاظ نے جن کی یہودی اور عیسائی سینکڑوں سال تک منادی کرتے رہے ایک بھی انسانی روح کو پاک اورصاف نه کیا۔ الخ صفحه ۱۸۲، ۱۸۳۔

۳۔ سیرت ابن ہشام مطبوعه رفاہ عام سٹیم پریس لاہور ۱۹۱۵ء میں ابن اسحاق کے قول کے موافق اشعار ذیل

ابوصلت بن ازبیقه ثقفی کے ہیں جو اُس نے فیل کے حالات اوردین ابراہیم کے متعلق کہے ہیں۔

ان ایات ربنا قبات
لا یماری فیهن الا کفور
خلق اللیل والنهارفکل
مبین حسابه مقدور
ثم یجلو النهاررب رحیم
بمهاه شعلها منشور
حیس الفیل بالمغمس حتے
ظل یحبو کا ته معقود
حوله من قلوت کنده ابطال
ملاویث فی الحروب صقور
خلفوه ثمه ابذعروا جمیعاً
کلمهه عظمه ساقعه مکسور
کل دین یوم القیامته عندالله
الا دین الحنیفه بور

ترجمہ:ہمارے رب کے دلائل واضح وروشن ہیں۔ سوائے کافروں کے کوئی اُن میں جھگڑا نہیں کرتا۔ اللہ نے رات ودن پیدا کئے کہ ہر ایک حساب وانداز سے چل رہا ہے ۔پھر رب مہربان سورج کے ذریعہ سے جس کی شعاعیں ہر طرف پھیل ہوئی ہوتی ہیں۔ دن کو روشن کرتا ہے ۔ابرھ کے ہاتھی کو مغمس میں بند کردیاکہ مکہ پرحملہ نہ کرسکے گا گویاہ کہ اس کے ہاتھ پاؤں ہی کاٹ دئیے گئے ہیں۔ اگرچہ اُس کے گرد سلاطین کندہ کے بہادرآدمی جو لڑائیوں میں بازکا ساکام دیتے تھے اوراُس کو اشتعال دیتے تھے۔ آخر جب ہاتھی نے نہ مانا تو ناچاراُنہوں نے اُس کو اُس کے حال پر چھوڑدیا اورآپ سب بھاگ گئے اور ہرایک پنڈلی کی ہڈی ٹوٹی ہوئی تھی۔ تمام مذاہب قیامت کے روز سواۓ دین حنیفه(مذہب توحید ابراہیمی)ہلاک وتباہ ہونگے۔

۴۔ سیرت ابن ہشام میں آیا ہے کہ " ابن ہشام کہتا ہے کہ بعض اہل علم سے روایت ہے کہ عمروبن لحن مکہ سے کسی ضرورت کے واسطے شام کو گیا۔ جب بلقاء کی زمین میں ایک مقامی مسمی مآب پر پہنچا تو وہاں کے باشندوں کو

جوعمالیق کہلاتے تھے بتوں کی پرستش کرتے پایا (یہ
عمالیق عملاق یا عملیق کی اولاد ہیں جو لاذبن سام بن نوح
کی اولاد سے تھا) عمر نے اُن سے پوچھا یہ کیسے بُت ہیں جن
کی تم پرستش کرتے ہو ۔ اُنہوں نے کہا یہ ایسے بُت ہیں کہ
جب ہم ان سے بارش کی درخواست کرتے ہیں تو بارش ہوجاتی
ہے۔ اورجب ان سے مددمانگتے ہیں تو مددیتے ہیں۔ عمرو نے
کہا کیا آپ ان سے ایک بُت مجھے نہیں دے سکتے کہ میں اسے
عرب میں لے جاؤں تاکہ وہاں کے لوگ ان کی عبادت کریں
اُنہوں نے اس کو ایک بُت دیدیا جس کا نام ہبل تھا۔ اُس نے
اُسے مکہ میں لا کر نصب کردیا۔ اورلوگوں کو اُس کی عبادت
وتعظیم کا حکم دیا۔ابن اسحاق کہتا ہے کہ جب اول ،اول مکہ
میں بنی اسماعیل کے درمیان پتھروں کی عبادت شروع ہوئی
تو اُن کا قاعدہ تھا کہ جب کوئی شخص سفر میں جاتا تو پتھر کو
اپنے ساتھ لے جاتا اوراُس کو اپنی قضاء حاجات کا وسیلہ خیال
کرتا اورجہاں جاکر مقام کرتا وہاں اس کو نصب کردیتا اوراُس کے
گرد طواف کرتا اوراُس کی تعظیم وتکریم کرتا ۔ لیکن رفتہ رفتہ جب
اُن کو پتھروں کے اٹھانے سے تکلیف محسوس ہونے لگی تو اُن
کو ساتھ لے جانا چھوڑ دیا ۔وہ جہاں جاتے وہاں کسی
خوبصورت پتھر کولیکر اُس کے گرد طواف وغیرہ رسوم ادا
کرلیتے ۔ اس حال پر کئی نسلیں گذرگئیں یہاں تک اخیرنسلوں
کا اسی بت پرستی پر پورا پورا اعتقاد ہوگیا اور ابراہیم اور
اسماعیل علیہ السلام کے اصل دین کو بھول گئے ۔ ہاں چند
باتیں ابراہیمی مناسک کی مثل تعظیم بیت اللہ ، طواف خانہ ،
کعبہ ، حج ،عمرہ ، عرفہ میں کھڑے ہونا مزدولفہ میں
ٹھہرنا۔ قربانی ، حج وغیرہ کا احرام باندھنا ان میں باقی تھیں
اوررسول اللہ کی بعثت کے وقت قبیلہ کنانہ وقریش احرام کے
وقت کہا کرتے تھے ۔ اللھمہ لبیک لبیک لا شریک لک
الا شریک ھولالک تملکہ ومامالک یعنی یاالہیٰ ہم بدل وجاں
تیری خدمت میں حاضر ہیں تیرا کوئی شریک نہیں مگرایک
تیرا شریک ہے جس کا تومالک ہے اوران چیزوں کا بھی توہی
مالک ہے۔ گویا خدا کی توحید کا اقرار بھی کرتے تھے پھر اپنے
بتوں کی بھی اس میں داخل کرتے تھے اوراس کی ملکیت بھی
خدا کے قبضہ میں سمجھتے تھے ۔ اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ نے
فرمایا ہے۔ وما یومن اکثرھمہ باللہ الا وھم مشرکون یعنی اللہ

کو مانتے بھی ہیں پھر اُس کے ساتھ شرک کرتے ہیں۔ قوم نوح بھی بُت پرستی کیا کرتی تھی۔ جس کی خبر خداوند تعالیٰ نے قرآن کی آیت ذیل دی ہے۔

وقالو الاتدرن الھتکم ولا تذرن ودا ولا سواعاً ویغوث ویعوق ونسراً وقد اضلواکثیراً ۔ ترجمہ کہتےہیں کہ اپنے معبودوں کو مت چھوڑواورنہ دووسواع ویغوث ویعوق ونسر کوترک کرو اوروہ لوگ جو ان پانچ بتوں کی پرستش کیا کرتے تھے۔ وہ اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے تھے الخ صفحہ ۲۴، ۲۷ تک۔

۵۔ سرسید احمد خاں مرحوم تاج العروس شرح قاموس کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔

وکان عبدہ الاوثان فی الجاہیلتہ یقولون نحن حنفاء علےٰ دین ابراہیم ، فلما جاء الاسلام وسموا المسلم حنیفاً وقال الا خفش وکان فی الجاہلیتہ یقال من اختتین وحج البیت قیل لا حنیف ۔ لان العرب لمہ تتمسک فی الجاھلیتہ بشیً من دین ابراہیم غیر الختان وحج البیت ، وقال الزجاجی الحنیف فی الجاھلیتہ من کان یحج البیت ۔ ویغتسل من الجنابتہ ، ویختتن فلماء جاء الاسلام کان الحنیف المسلم یعد ولہ عن الشرک۔

یعنی بُت پرست لوگ ایام جاہلیت میں دعویٰ کرتے تھے کہ ہم حنیف ہیں اورابراہیم علیہ السلام کے مذہب پر ہیں جب مذہب اسلام کا ظہور ہوا تو مسلمانوں کو بھی حنیف کہنے لگے ۔ اخفش نے کہا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں جو لوگ ختنہ کرتے تھے اورکعبہ کا حج کرتے تھے اُن کو حنیف کہتے تھے ۔ کیونکہ اس زمانہ میں عرب کے لوگوں نے سوایِ ختنہ اورحج کعبہ کے ابراہیمی مذہب میں سے کوئی چیز اختیار نہیں کی تھی۔ زجاجی کہتا ہےکہ عرب جاہلیت ان لوگوں کو جو کعبہ کا حج کرتے تھے اورجنابت کے بعد غسل کرتے تھے اوران میں ختنہ کی رسم بھی جاری تھی ۔ حنیف کہتے جب اسلام شروع ہوا تو مسلمانوں کو بھی حنیف اس لئے کہنے لگے کہ وہ شرک سے باز رہے تھے ۔ آخری مضامین صفحہ ۱۰۱۔

۶۔ خلیفہ مامون کے زمانہ کا ایک عربی مسیحی لکھتا ہے کہ:

پس ابراہیم اپنے باپ دادؤں اورشہر والوں کے ساتھ اس بت کی پرستش کیا کرتا تھا اوراس پرستش کو حنیفی کہتے ہیں۔ جیساکہ تونے اے حنیفی خود اقرارکیا اوریہ گواہی دی کہ " اللہ کی اُس پر تجلیہ ہوئی اورجب وہ اُس پر ایمان لایا اوراُس کے وعدے کو سچا جانا تویہ فعل اُس کے حق میں صداقت سمجھا گیا (پیدائش ۱۵) اورحنیفی مذہب کواس کہ مراد اس سے بتوں کی بندگی ہے چھوڑکر موحد اورایماندار ہوگیا ۔ کیونکہ کتب منزلہ میں ہم نے دیکھا کہ حنفیت بُت پرستی کو کہتے ہیں ۔ عبدالمسیح ولد اسحاق کندی اردو صفحہ ۳۵، ۳۸، ۳۹۔ کتاب ایضاً عربی صفحہ ۴۱، ۴۲، ۴۶، کتاب ایضاً فارسی صفحہ ۶۱، ۶۵، ۶۶ اب اگر مافوق بیانات کا کچھ بھی اعتبارکیا جائے تو لفظ حنیف اوراس کے مشتقاق کے معانی ومطالب کا ہمیشہ کےلئے جھگڑا ختم ہوجاتا ہے اور ماننا پڑتا ہے کہ عرب کے حنفاء وہ لوگ تھے جو بُت پرستی کرتے تھے۔ اُن کی بُت پرستی کا نام حنفیت یا دین حنیف یا ملت ابراہیم حنیف وغیرہ تھا۔ ان معانی کا انکارکرنا گویا تاریخ اسلام کی ایک بڑی حقیقت کا انکارکرنا ہوگا۔ ہم اس پر زیادہ کچھ بھی بڑھانا پسند نہیں کرتے ۔ حقائق متعلقہ صابیت وحنفیت بیان مافوق میں موجود ہیں۔ ہرایک ناظر اسے دیکھ کر اپنے لئے کوئی بہتر رائے قائم کرسکتا ہے۔

۶۔ لفظ حنیف اوراس کے مشتقا کے معنی

بیان ماقبل میں جوبیان نذرناظرین ہوچکا ہے گواس سے لفظ حنیف کے معنی واضح ہوچکےہیں مگر مسلم تحریرات میں لفظ حنیف اورحنیفت اورحنفاء کے معنی مندرجہ ذیل بھی آتے ہیں جو ناظرین کرام کے غوروخوص کےلئے لکھے جاتے ہیں۔

۱۔ عربی کی مشہورلغت کے حوالے سے جسے قاموس کہا جاتا ہے ایک دفعہ مسٹر غازی محمود دھرم پال نے اپنے رسالہ المسلم لودیانہ جلد دوم صفحہ ۵۵ بابت ماہ مئی ۱۹۱۵ء کےصفحہ پرلکھا تھاکہ قاموس میں الحنیف کے معنی قائل الاسلام ۔ الثابت علیہ ۔ ونحل من ، حج ، اوکان علی دین ابراہیم علیہ السلام کےآئے ہیں۔

۲۔ تفسیراتقاق حصہ اول صفحہ ۳۰۸ پر حنیفاً لفظ کے معنی حاجاً کے گئے ہیں۔ صفحہ ۳۸۱ میں ابن المنذرالسدی

سے روایت کرتا ہے کہ قرآن میں جہاں کہیں حنیفاً مسلماً اور حسجگہ حنفاء ملمین آیا ہے وہاں حج کرنے والے لوگ مُراد ہیں۔

۳۔ تفسیر حسینی کا مصنف سورہ بینہ اور روم کی تفسیر کرتا ہوا لفظ حنفاء کے معنی بیل کرنے والے باطل عقیدوں سے دین اسلام کی طرف کے کرتا ہے۔

۴۔ قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ ملت حنیف یہودیت وعیسائیت کا غیر تھی۔ جیساکہ لکھا ہے وَقَالُواْ كُونُواْ هُودًا أَوْ نَصَارَى تَهْتَدُواْ قُلْ بَلْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا یعنی اور کہتے ہیں کہ ہو جاؤ یہودی یا عیسائی تو راہ پاؤ گے تو کہہ دے بلکہ پیری کی ہم نے ابراہیم حنیف کی ملت کی (سورہ بقرہ ۱۳۵)۔

۵۔ ان ذات الدین عنداللہ الحنفیفتہ غیرالیہود الا النصرانبتہ۔ یعنی تحقیق دین نزدیک اللہ کے خفیت ہے جو یہودیت اور عیسائیت کا غیردین ہے۔ تفیسر اتقان جلد دوم صفحہ ۶۴۔

۶۔ حضرت محمد کی بابت بھی آیا ہے کہ آپ یہودیت ونصرانیت کے ساتھ مبعوث نہیں ہوئے بلکہ حقیقت کے ساتھ مبعوث ہوئے ہیں۔ جیسا کہ لکھا ہے

فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ السلام انی المہ البعثت با لیبھودیتہ ولا بالنصرانیتہ ولکن بعث بالحنفیتہ ۔ الخ ۔ یعنی روایت ہے ماسہ سے ۔۔۔پس فرمایا رسول خدا نے کہ تحقیق میں نہیں بھیجا گیا ساتھ یہودیت او رنصرانیت کے ولیکن بھیجا گیاہوں ساتھ خفیت کے الخ مظاہر الحق جلد سوم چھاپہ نولکشورصفحہ ۳۵۷۔

جوکوئی بیان مافوق پر گہری نظر ڈالے گا اس پر لفظ حنیف وخفیت اورملت ابراہیم حنیف اورحنفاء کی بابت یہ امر روزِروشن کی طرح ظاہر واضح ہوجائے گا کہ لفظ حنفا کے معنی صرف واحد خدا کے پرستاروں کے نہیں ہوسکتے حنفا حنفیت کے معتقدوں او رپیروکاروں کا نام تھا۔ زمانہ نبوی سے پیشتر حنفاء عرب میں موجود تھے جویہودیت وعیسائیت کے مخالف دین حنیف کےماننے والے تھے جو دین یہودیت وعیسائیت کا حضرت محمد کے زمانہ سے پیشتر مخالف تھا اُسے موحدین کا دین قراردینا بالا شک مشکل ہے اس بات کو مانا جاسکتا ہے کہ حضرت محمد کے زمانہ سے پیشتر دین حنیف کوماننے والوں میں واحد خدا کے ماننے

والے بھی ہونگے لیکن مسلم علماء کے بیان مافوق کو روبرو رکھتے ہوئے ہر ایک دین حنیف کے ماننے والے لو واحد خدا کا پرستار خیال کرنا دشوار امر ہے۔ پس اگربیان مافوق کی سندات کےکچھ بھی معنی ہوسکتے ہیں تویہی ہوسکتے ہیں کہ زمانہ نبوی سے پیشتربنی اسرائیل کا جو مذہب ودین تھا اسی کا نام دین حنیف یاملت ابراہیم حنیف تھا اسی دین کوماننے والے اسماعیلی حنفا کہلاتے تھے جن کی حنفیت میں ہر قسم کی مکروہات داخل تھی جس کا بیان صابی مذہب کے ضمن میں بھی ہوچکا ہے اورحضرت اسماعیل کی عربی اولاد اسی حنفیت کو مانتی ہوئی یہودیت وعیسائیت سے برسرِ پیکار رہتی تھی ۔ ان ہردوالہامی مذاہب کے تابع ہونا پسند نہ کرتی تھی۔ غالباً یہودیت وعیسائیت کی باہمی مخالفت عرب کے حنفاء کواپنی حنفیت پر قائم رہنے کےلئے زیادہ مددگارتھی۔

آخر میں اس بات کی طرف بھی توجہ کومبذول فرمانا چاہیے کہ آنحضرت کی نسبت جو لکھا گیا ہے کہ آپ یہودیت اورعیسائیت کے ساتھ معبوث نہیں ہوئے بلکہ حنفیت کےساتھ معبوث ہوئے ہیں یہ بات کہاں تک قابلِ اعتماد ہوسکتی ہے؟ ہم اس کا یہاں پر فیصلہ پیش نہیں کرسکتے مگر آنحضرت کی زندگی اورکام کے حالات میں اس کی حقانیت یا عدم حقانیت پر روشنی ڈالینگے ۔ یہاں پراس قدرگذارش کردینا ضروری سمجھتے ہیں کہ اگر حنفیت حضرت اسماعیل کی نسل کے دین کانام تھا تو آنحضرت کا ملتِ حنفیت پر پیدا ہونا ضرور تسلیم کیا جاسکتا ہے لیکن آنحضرت کی بابت یہ بات ہرگز قابلِ اعتماد نہیں ہوسکتی کہ آنحضرت نے حنفیت میں پیدا ہوکر تمام عمر حنفیت ہی کی تائید وتصدیق میں وعظ ونصیحت فرمائی اوریہودیت وعیسائیت کی عمر بھر تردید وتکذیب ہی کی ۔ کیونکہ اسلام کی معتبر روایات سے اس مسلمہ کی ہرگز تصدیق نہیں ہوسکتی ہے۔

ہم اس بات کا خوشی سے اعتراف کرلیتے ہیں کہ آنحضرت سے پیشتر حنفیت کا مرکز مکہ شریف کاکعبہ تھا جس میں حنفاء کے ۳۶۰معبود موجود تھے۔ اس کعبہ کا حج مردوعورت حالت برہنگی میں کیا کرتے تھے اوراُن کی نمازیں سیٹیاں اورتالیاں بجانا ہوتی تھیں۔ جیسا کہ لکھا ہے کہ وَمَا كَانَ صَلاَتُهُمْ عِندَ الْبَيْتِ إِلاَّ مُكَاء وَتَصْدِيَةً اورنہ تھی نمازاُن کے

نزدیك کعبه کے مگر سیٹیاں اورتالیاں بجانا۔(سورہ انفال آیت ۳۵)۔پس ہم اسلام کی بہتر روایات کی بناء پر حنفیت وحنفاء کی نسبت یه خیال کرنے کے لئے مجبور ہیں که کل حنفاء آنحضرت سے پیشتر ہرگز واحد خدا کے پرستار نه تھے اورنه ملت ابراہیم حنیف کے معنی واحد خدا کی پرستش پر محدود تھے۔

ساتویں فصل

عرب کے حنفاء میں حنفی رسول کی آمد کی انتظاری

عرب میں یہودیت وعیسائیت کا سخت غلبه تھا۔ یه دونوں مذاہب مسیح موعود کی آمد کے سخت منتظر تھے۔ ہر دومذاہب کے ماننے والے اپنی اپنی عالمگیر فتح مسیح موعود کی تشریف آوری پر منحصر کررہے تھے۔ یہودی مسیح موعود کی پہلی آمد کا انتظارکرتے تھے مگر عیسائی اُسے سیدنا مسیح کی دوسری آمد یقین کرتے تھے۔ اُن کی اصولی کتابوں میں مسیح موعود کی آمد کے متعلق کثیر بیان آیا ہے۔ اس وجه سے یہودیوں اورمسیحیوں کا اعتقاد مذکور نه صرف انہیں میں عام تھا بلکه اُن کے اس اعتقاد کا عل عرب کے حنفاء کو بھی تھا۔ اُنہوں نے بھی مسلم روایت کے موافق ایك حنفی رسول کی آمد کا خیال قائم کرلیا تھا۔ یہودیوں اور عیسائیوں کے پاك نوشتوں میں مسیح موعود کی بابت ذیل کا بیان موجود تھا۔ مثلاً:

۱۔ جاجوج اورماجوج کی بابت دیکھو حزقیل ۳۷باب سے ۳۹ باب تک ۔مکاشفہ ۲۰: ۷ تا ۱۰۔ مخالف مسیح یا مسیح الدجال کی بابت دیکھو متی ۲۴: ۵، ۱۱، ۲۴ کو اور۲ تھسلنیکیوں ۲: ۳، ۱۸۔ ۱۰ تک سیدنا مسیح کی دوسر ی آمد کی بابت لکھا ہے کہ وہ اچانک آئے گا ۔۱تھسلنیکیوں ۵: ۱۔ ۵۔ مکاشفہ ۱۶: ۱۵۔ کہ وہ نوح کے طوفان کی طرح اچانک آئے گا ۔ متی ۲۶: ۳۷۔ ۳۹۔ لوقا ۱۷: ۲۶۔ ۲۷۔ کہ وہ صدوم وعمورہ کی ہلاکت کی طرح اچانک آئے گا لوقا ۱۷: ۲۸۔ ۳۰ تک کہ وہ بجلی کی طرح اچانک آئے گا متی ۲۴: ۲۷کہ وہ شخصی طور سے آئے گا۔ مرقس ۸: ۳۸ ، ۱۳: ۲۶۔ فلپیوں ۲: ۱۶۔ ۳: ۲۰ ۔ ۱تھسلنیکیوں ۲: ۱۹۔ ۲۰ وطیطس ۲: ۱۳، اعمال ۱: ۱۱۔ ۱کرنتھیوں ۴: ۵، عبرانیوں ۹: ۲۸۔ کہ وہ مسیحی ایمانداروں کو اجر دینے آئے گا یوحنا ۱۶: ۲۲ کلسیوں ۳: ۳۔ ۴ ۔ ۲تمطاؤس ۴: ۸ عبرانیوں ۹: ۲۷۔ ۲۸۔ کہ وہ مسیح الدجال کو فنا کرنے آئے گا ۲ تھسلنیکیوں ۲: ۸تا ۱۰ تک کہ وہ شیطان کو قید کرے گا مکاشفہ ۲۰: ۱تا ۶ تک کہ اُس کے آنے کا وقت نامعلوم رکھا گیا ہے متی ۲۴: ۳۶، اعمال ۱: ۱۱ اورکہ وہ بادلوں پر آئے گا اوراُس کے آنے پر نرسنگا پھونکا جائے گا اورکہ وہ فرشتوں کے ساتھ آئے گا اورزمین پر عدل وانصاف کرے گا۔ ان تمام باتوں کا ذکر کتب مقدس میں مذکور ہے ۔ یہ تمام باتیں عام طور سے عرب کے یہود ونصاریٰ میں مسلمہ تھیں جسے عرب کے حنفاء بھی جانتے ہونگے۔

۳۔ راویوں کے بیان کا حنفی رسول۔

اسلامی روایات کے راویوں نے اپنی روایات وضع کرنے میں ایک بات کا ضرورخیال کیا اوروہ یہ تھا کہ وہ حضرت محمد کو یہودیوں اورعیسائیوں کا مسیح موعود بنا کر دکھانا چاہتے ہونگے۔ اس بات کی تکمیل کےلئے اُنہوں نے یہودیوں اور عیسائیوں کی زبانی ایسی روایات ضروروضع کیں جو حضرت محمد کو اپنی زبانی اُن کی حنفیت کا وہ نبی موعود بنا کردکھائیں جس کی یہود ونصاریٰ بلکہ دیگر عربوں کو بھی انتظاری تھی۔ کچھ روایات پیشتر نقل ہوچکی ہیں۔ باقی اختصار کے ساتھ ذیل میں پیش کی جاتی ہیں۔

ابنِ ہشام لکھتا ہے : ابن اسحاق کہتےہیں ربیعہ بن نصریمن کا بادشاہ تھا ایک دفعہ اس نے ایک ہولناک خواب

دیکھا جس کے دیکھنے سے اُس کو ازحد پریشانی اور خوف وہراس پیدا ہوا اوراس نے اپنی سلطنت کے تمام کاہنوں اور ساحروں اورنجومیوں اورعایفوں (یہ وہ لوگ ہیں جو ہاتھوں کی لکیریں دیکھ کر حال بتلاتے ہیں) کو بلا کر کہا کہ میں نے ایک پریشان خواب دیکھا۔ تم لوگ اس کی تعبیر بیان کرو۔ ان سب لوگوں نے بیان کیاکہ آپ خواب بیان کیجئے ہم اس کی تعبیر دینگے۔ بادشاہ نے کہا میں خواب نہیں بیان کرونگا ہر شخص تعبیر کا دعویٰ کرتا ہے۔ اُس کو خواب بھی خود بیان کرنی چاہیے اور میرا اطمینان اُس شخص کی تعبیر سے ہوگا جوخواب کا مضمون بھی ادا کرے گا اس وقت ایک شخص نے کہا کہ اے بادشاہ اگر آپ کا یہی ارادہ ہے تو سطیع ومشق (دوشخصوں کے نام ہیں) کو بلانا چاہیے کہ ان دونوں سے بڑھ کر دوسرا کوئی آدمی اس زمانہ میں موجود نہیں۔ وہ آپ کی خواب وتعبیر ہر دوبتلاسکینگے" سطیع کا دوسرا نام ربیع بن ربعیہ بن مسعود بن مازن بن ذئب بن عدی بن مازن بن حسان ہے۔ اورشق صعب بن یشکر بن رحمم بن افرک بن قیس بن عبقربن انماء بن نزار ہے اور اتمارکی کنیت ابو بجیلت وخشعم ہے۔ ابن قسام کہتا ہے کہ اہل یمن کے قول کے مطابق اتماربن اراش بن لحیان بن عمروبن الغوث بن نابت بن مالک بن زید بن کھلا ن بن سبا ہے۔ اور کہتے ہیں کہ اراش بن عمروبن لحیان بن الغوث ہے" غرضیکہ بادشاہ نے دونوں کو بلا بھیجا مگر سیطح شق سے پہلے آحاضر ہوا۔ بادشاہ نے سیطح سے کہا کہ میں نے ایک خوفناک خواب دیکھا ہے میں چاہتاہوں کہ تم اس خواب کو بمع اس کی تاویل کے بیان کرو کہ اس کام کے لائق تم ہی بیان کئے جاتے ہو۔ اُس نے کہا اے بادشاہ اب آپ نے ایک آگ دیکھی ہے جو تاریکی سے نکل کر زمین پر پھیل گئی ہے اورہر حیوان کو کھا گئی ہے ۔ بادشاہ نے کہا اے سطیح واقعی تونے سچ کہا ہے ۔ یہی میری خواب ہے۔ اب اس کی تعبیروتاویل بیان کیجئے ۔ کہاآپ کی سلطنت پر اہل حبش حملہ کرینگے اوریمن سے لے کر جرش تک فتح کرینگے ۔ بادشاہ نے کہا یہ تو بڑی دردناک بات ہے۔ بھلا یہ تو بتلاؤ کہ یہ واقعہ میرے زمانہ میں ہوگا یا میرے بعد ۔ کہا آپ کے ساٹھ یا ستر سال بعد ۔ پوچھا کہ اہل حبش کی بادشاہی ہمیشہ رہیگی یا منقطع ہوجائے گی ۔ کہا کہ ستر

اسی سال کے درمیان منقطح ہو جائی گی ۔ بعض ان میں سے
قتل کئے جائینگے اور بعض بھاگ جائینگے۔ پوچھا اُن کو کون قتل
کرے گا اور کون نکالیگا کہا کہ قوم ارم جو عدن سے نکلیگی ان کو
یمن سے نکال دیگی اور ان میں سے کوئی فرد یمن میں نہیں
چھوڑیگی ۔ پوچھا کہ کیا اس قوم ارم کی بادشاہی ہمیشہ رہیگی یا
منقطح ہوجائے گی کہا کہ وہ بھی جاتی رہیگی ۔ پوچھا ان
کو کون نکالے گا کہا ایک پاک نبی محمد رسول اللہ جس کو اللہ کی
طرف سے وحی ہوتی ہوگی۔ پوچھا وہ نبی کس قبیلہ سے ہوگا
کہا کہ غالب بن فہر بن مالک بن نفر کی اولاد سے ہوگا۔ پھر یہ
سلطنت اُس کی قوم میں قیامت تک رہیگی۔ پوچھا کہ زمانہ کا
خاتمہ ہوگا۔ کہا ہاں۔ اس وقت اول وآخر سب جمع ہونگے
اور نیکو کاروں کو نیک بدلہ ملیگا اور بدکاروں کو بُرا ۔ پوچھا کیا
جو کچھ تو نے مجھ کو بتایا ہے سب سچ ہے۔ کہا کہ خالق لیل
ونہار کی قسم ہے کہ جو کچھ میں نے بتلایا ہے بالکل سچ
درست ہے۔ اس کے بعد دوسرا منجم شق حاضر ہوا۔ بادشاہ
نے اُس سے بھی ویسا ہی سوال کیا جیسا کہ سطیح سے کیا تھا
اور وہ نہ بتلایا کہ میں پہلے اس معاملہ کو سطیح کے سامنے پیش

کر چکا ہوں تاکہ معلوم کرلے کہ آیا دونوں اتفاق کرتے ہیں یا
اختلاف۔ شق نے کہا اے بادشاہ آپ نے ایک آگ دیکھی ہے
جو تاریکی سے نکلی ہے اور ہر ایک سرسبز وخشک میدان میں
لگی ہے اور ہر ذی حیات کو کھاگئی ہے ۔ بادشاہ نے کہا بے
شک اے شق یہی بات ہے ۔ اب بتلاؤ کہ اس کا نتیجہ کیا ہے۔
کہا کہ بخدا آپ کی زمین پر حبشیوں کا غلبہ ہوگا اور یا یمن
سے لے کر نجران تک قابض ہوجائینگے۔ بادشاہ نے کہا یہ
تو بڑی نا امیدی کرنے والی اور خوفناک خبر ہے۔ بھلا یہ
تو بتلاؤ کہ یہ واقعہ میرے زمانہ اور میری زندگی میں ہوگا یا
میرے بعد کہا آپ کے بعد ۔ پھر اہل حبش پر ایک اور قوم
عظیم الشان غالب آئیگی ۔ پوچھا وہ کون ہونگے۔ کہا کہ قوم ارم
آکر اُن کو ہلاک کریگی۔ پوچھا کہ کیا اس کی سلطنت ہمیشہ
رہیگی یا منقطح ہوجائے گی کہا کہ اُن کی سلطنت ایک رسولِ
خدا کے آنے سے منقطح ہوجائے گی ۔ جس کی قوم کے قبضہ
میں یہ ملک ابداً لآباد تک رہے گا اور قیامت تک یہی قوم اس
پر تسلط رہیگی۔ پوچھا کہ قیامت کا دن کیا ہوگا ۔ کہا کہ
قیامت تک یہی قوم اس پر تسلط رہیگی۔ پوچھا کہ قیامت کا

دن کیا ہوگا ۔ کہا کہ قیامت کا روز وہ ہے جس میں اولین وآخرین کے مقدمات فیصل ہونگے۔ اورہر نیک وبد اپنے کیفر کردار کو پہنچیگا۔ پوچھاکہ جو کچھ تونے کہا ہے آیا واقعی درست وحق ہے۔ کہاکہ خالق ارض وسما کی قسم کہ یہ واقعات بےکم وکاست برحق ہیں۔ (سیرت ابن ہشام صفحہ ۵،٦)۔

۲۔ ابن اسحاق کہتا ہےکہ اُس نے یمن سے مدینہ تک ایک سڑک بنوائی تھی جس پر آیا جایا کرتا تھا۔ ایک دفعہ مدینہ میں اپنا لڑکا چھوڑگیا اوروہ کسی دھوکے سے قتل کیا گیا۔ پس تبع آخر (یعنی بتان اسعد ابوکرب) نے مدینہ اور اہل مدینہ کی بیخ کنی کا ارادہ کیا۔ اس پر مدینہ کے ایک قبیلہ انصار نے جن کا رئیس وافسر عمروبن طلہ تھا۔ اُس کا مقابلہ کیا۔ یہ عمروبن طلہ بنی نجارکا بھائی ہے اوربنی عمروبن مبذول کی اولاد سے ہے۔ مبذول کا دوسرا نام عامر بن مالک بن النجار ہے اورنجارکا دوسرا نام تمیم اللہ بن ثقلبہ بن عمروبن الخز زج بن حارثہ بن ثعلبہ بن عمروبن عامر مالک بن النجار ہے۔ اورطلہ اوراُس کی والدہ عامر بن زریق سن عبدحارثہ بن مالک بن عقب جشم بن الخرزج ہے۔ ابن اسحاق کہتا ہے کہ بنی عدی بن الجبار میں سے ایک شخص نے جس کا نام احمر تھا تبع کے آدمیوں میں سے ایک شخص پر حملہ کیا تھا اوراُس کومارڈالا تھا وجہ یہ تھی کہ اس شخص نے تبع کےآدمی کو اپنے کھجوروں کے باغ میں کھجوریں توڑتا ہوا پایا اوراپنی درانتی سے وہاں ہی اس کا کام تمام کردیا اورکہا (انما المترطن ابرہ) یعنی کھجور پیوند لگانے والے کا حق ہے نہ تیرا اس بات سے تبع کا غضب اس قوم پر اوربھی بڑھ گیا اوردونوں طرف اصحاب تبع واصحاب عمروبن طلہ سے لڑائی کا بازار گرم ہوگیا۔ انصار صبح کےوقت ان سے مقابلہ کرتے تھے اوررات کو اُن کی اطاعت کا اقرارکرلیتے تھے انصار کے سردار عمروبن طلہ یہ بات نہایت پسند آتی تھی اورکہتا بخدا ہماری قوم غالب آکر رہیگی۔ اسی اثناء میں جبکہ تبع وعمروبن طلہ کے اصحاب کے مابین لڑائی کی آگ لگی ہوئی تھی۔ بنی قریظہ کے یہودیوں کے دوعالم جو اپنے علم میں راسخ وجید تھے تبع کے پاس آئے۔ (یہ بنی قریظہ اورنصیر والتحام اورعمروبن الخزرج یہ تمام ابن الصریح ابن اکثومان

جن السیط بن الیسع ابن سعد بن لادی بن خیربن التحام بن تنخوم بن عارز بن عزری بن ہارون بن عمران بن یصر بن قاہت بن ہوی بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم خلیل اللہ کی اولاد سے ہیں اور کہا اے بادشاہ مدینہ اوراہل مدینہ کی ہلاکت کے ارادہ سے بازآ۔ اگرآپ اس سے بازنہ آئینگے اورہماری اس ناچیز نصیحت وخیرخواہی کو قبولیت کے کانوں سے نہیں سنیں گے توہمیں اندیشہ ہے کہ کوئی قہر الہیٰ وغضب نامتناہی آپ پرنازل ہوجائے ۔ تبع نے پوچھا کیونکر۔ اُنہوں نے کہا کہ یہ مدینہ ایک نبی کی ہجرت کی جگہ ہوگا جو قوم قریش سے آخرزمان میں پیدا ہوتا ۔ پھر یہ جگہ۔۔۔ اُس کی جائے قرارہوگی۔ یہ بات سن کربادشاہ اپنے ارادہ سے بازآیا اور ان علماء یہود کی علمیت وفضیلت کا قائل ہوکر اُن کا دین قبول کرلیا اورمدینہ سے واپس چلاگیا۔

۳۔ ابن اسحاق کہتا ہےکہ یہ تبع اوراُس کی قوم بت پرست تھے۔اس نے مکہ معظمہ پربھی چڑھائی کی تھی۔ کہتے ہیں کہ جب اس ارادے سے مکہ کی طرف آرہا تھا اورابھی عسفان وآحج کی حدود کے درمیان پہنچا تھا تو ہذیل بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزاربن مسعد کے چند آدمیوں نے آکر کہا اے بادشاہ ہم آپ کو ایک ایسے بیت المال کا پتہ دیتے ہیں جس سے پہلے بادشاہ غافل رہے ہیں ۔ جس میں موتی، زبرجد، یاقوت، سونا، چاندی ، وغیرہ بے شماراموال واسباب ہیں وہ مکہ میں ایک گھر ہے۔ وہاں کے لوگ اُس کی عبادت کرتے ہیں اوراس میں نماز پڑھتے ہیں اوران لوگوں کا یہاں سے یہ مطلب تھاکہ اگریہ مکہ پروست درازی کرے گا تو ہلاک ہوجائے گا۔ کیونکہ وہ لوگ جانتے تھے کہ جو شخص مکہ معظمہ کی بے حرمتی کا ارادہ کیا کرتا ہے تو وہلاک وتباہ ہوجایا کرتا ہے۔گویا وہ لوگ اس بلا کو اس بہانہ سے ٹالنا چاہتے تھے۔ مگرجب تبع نے ان لوگوں سے یہ تقریر سنی تو اس نے ان دویہودی علماء کو جن کو وہ اپنے ساتھ مدینہ سے لایا ہوا تھا بلایا اوریہ ماجرا اُن کے سامنے بیان کیا انہوں نے کہا کہ ان لوگوں نے اس بہانہ سے آپ کی اورآپ کی قوم کی ہلاکت کا ارادہ کیا ہے اگرآپ ان کی بات پرعمل کرینگے توآپ بمع اپنے لشکر کے ہلاک ہوجائینگے۔ اس پر تبع نے دریافت کیاکہ جب میں مکہ میں پہنچوں تو مجھے کیا کرنا چاہیے ۔ علماء نے کہا کہ جو کچھ وہاں کے لوگ اُس کی

تعظیم وتکریم کرتےہیں آپ کو بھی ویسا ہی کرنا چاہیے۔ جب آپ وہاں پہنچیں تو سر کے بال حلق کروارکر اس کا طواف کریں اورخشوع وخضوع وفروتنی وانکساری سے آداب تعظیم وتکریم بجالادیں (سیرت ابن ہشام صفحہ ۷،۸)۔

۴ ۔ میسرہ اورحزیمہ دونوں یہ کیفیت دیکھ کرکمال تعجب میں آئے اورآپ کے اس تصرف پر صدق دل سے یقین لائے۔ بعد اس کے جب شہر بصرہ کے متصل پہنچے توبحیر راہب کے عبادت خانہ کے نزدیک اُترے مگردیکھا تواس عبادت خانہ میں بحیرا نظرآیا اوراُس کی جگہ کسی اورایک راہب کو مقیم پایا۔ بعد دریافت کے معلوم ہوا کہ بحیرا نے انتقال کیا ہے۔ ابھی چنداں ہوئے اس دارفانی سے ملک جاودانی کا راستہ لیا۔ یہ راہب اسی کا قائم مقام ہے۔ نسطوراُس کا نام ہے۔ یہ شخص بڑا عالم اورعابد قوم نصرانی ہے فی زمانہ اپنی قوم میں لاثانی ہے ۔ غرضیکہ اسی مقام پر ایک درخت خشک نضرا آیا۔ جناب سرورِعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے نیچے جاکر تھوڑی دیر قیام فرمایا آپ کی برکت سے اُسی وقت وہ درخت ازسرتاپا سبز وشاداب ہوکر پرپارہوا اورگرد بگرد اُس درخت کے خدا کی قدرت سے عجیب دلچسپ سبزہ اورقفا کا برحکم پروردگار رہوا۔ اُس وقت نسطورراہب کسی ضرورت سے اپنے عبادت خانہ کے کوٹھے پر آیا سامنے جو نظر پڑی تواُس درخت کوسراپا سرسبز اورمیوہ ہائے تروتازہ سے پھلا ہوا پایا اوردیکھا توایک جوان نہایت حسین مہ جبین پری پیکر رشک قمر اُس شجر کے نیچے قدمزن ہے اوراس کے سرمبارک پر وہ درخت سایہ فگن ہے جب نسطور کو یہ حال نظرآیا تو بجلدی تمام بام خانہ سے نیچے اُترآیا اورجلدی سے تورات کوہاتھ میں لیا اورآپ کے حضورمیں جاکراُس کی نشانیوں سے آپ کے حلیہ مبارک کو مطابق کیا توایک سرموکسی چیزمیں فرق نہ پایا۔ پھر تو اس نے بے خود ہوکر یہ شور مچایا کہ عیسیٰ مسیح نے جس پیغمبر افضل البشرنبی آخرالزمان صاحب الفرقان کی خبر ہم کو دی ہے اوراس کے معبوث ہونے کی سندرتوریت وانجیل سے لی ہے خدا کی قسم وہ نبی صاحب الجود والکرم آج اس درخت کے نیچے موجود ہے جو اس کی نبثوت ورسالت کا منکر ہے۔ وہ کافر خدا کی رحمت سے

کونین میں محروم ومردود ہو(تواریخ احمدی صفحہ ۶۰۔ ۱۶)۔

۵۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ حضور کے مبعوث ہونے سے پہلے یہود ونصاریٰ کے علماء اورعرب کے کاہن حضورکی خبریں بیان کیا کرتے تھے۔ کیونکہ حضورکا زمانہ ظہورقریب تھا یہودونصاریٰ کےعلماء تواپنی کتابوں سے حضور کے اوصاف اورزمانہ ظہور اورانبیاء کاعہد جوانہوں نے اپنی امتوں سے حضورپر اسلام لانے کی بابت لیا تھا بیان کرتے تھے اور عرب کے کاہن اپنے شیاطین سے خبریں سنتے تھے اور شیاطین آسمان کے قریب جاکر ملائکہ کی گفتگو سن کراُس میں سے کچھ اڑلاتے تھے اوراپنے دوست کاہنوں کو مطلع کرتے تھے اوروہ عام لوگوں کو اس سے خبردارکرتے تھے اوراس زمانہ میں شیاطینوں کے واسطے آسمان سے خبر لانے میں کوئی رکاوٹ نہ تھی۔ اور نہ عرب کےلوگ علم کہانت میں کوئی برائی سمجھتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے حضور کو مبعوث کیا اورشیاطین استراق سمع سے روکے گئے۔ جب کوئی جن آسمان کی طرف جاتا فوراً شہابہ سے اُس کی خبر لی جاتی یہاں تک کہ پھر جنات میں یہ طاقت نہ رہی کہ کسی بات کو عالمِ بالا سے معلوم کرسکیں۔ (سیرت ابن ہشام صفحہ ۶۳)۔

۶۔ ابن اسحاق کہتے ہیں مجھ سے عاصم بن عمروبن قتادہ نے بیان کیاکہ ہماری قوم کے لوگ کہتے تھے کہ ہمارے اسلام لانے کی وجہ یہ تھی کہ ایک تواللہ تعالیٰ نے ہم پر اپنی رحمت اورہدایت کی جوہم کو اسلام کی توفیق عنایت فرمائی اوردوسری بات یہ کہ ہمارے پڑوس میں یہود رہتے تھے وہ اہل کتاب تھے اورہم مشرک لوگ بت پرست تھے۔ جو علم اُن کے پاس تھا وہ ہمارے پاس نہ تھا۔ اورہمارے اُن کے درمیان میں ہمیشہ جنگ وجدل رہتی تھی تو وہ ہم سے کہا کرتے تھے کہ جب اُن کو ہم سے کوئی شکست پہنچتی کہ اب ایک نبی کے مبعوث ہونے کا زمانہ عنقریب ہے اُن کے مبعوث ہوتے ہی ہم اُن کے ساتھ ہوکر تم کو مثل عادارم کے قتل کرینگے۔ پس ہم یہودیوں کی یہ باتیں اکثرسنا کرتے تھے یہاں تک کہ خداوند تعالیٰ نے اپنے رسول حضرت محمد کو مبعوث فرمایا۔ پس ہم نے آپ کی دعوت قبول کی جب کہ آپ نے ہم کو خدا کی طرف بلایا اوران باتوں کو پہچان گئے۔ جن کا یہودی

ہم سے وعدہ کرتے تھے ۔ پس اسلام کے اختیار کرنے میں یہودیوں سے ہم نے سبقت کی اورایمان لے آئے اورانھوں نے کف رکیا۔ چنانچہ ہمارے اوراُن کے درمیان یہ آیت نازل ہوئی ہے وَلَمَّا جَاءهُمْ كِتَابٌ مِّنْ عِندِ اللّهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ وَكَانُواْ مِن قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُواْ فَلَمَّا جَاءهُم مَّا عَرَفُواْ كَفَرُواْ بِهِ فَلَعْنَةُ اللَّه عَلَى الْكَافِرِينَ

ترجمہ: یعنی جب ان یہودیوں کے پاس خدا کی کتاب آئی اور خدا نے اپنا رسول بھیجا جو اُن کی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے۔ حالانکہ پہلے یہ اس کے وسیلہ سے دعاء فتح کیا کرتے تھے اوراس کے ساتھ فتح کے طالب تھے۔ پس جب وہ ان کے پاس آیا اوراُنہوں نے اس کو پہچان لیا اُس کے ساتھ یہ کافر ہوگئے۔ پس لعنت ہے خدا کی کافروں پر۔(سورہ بقرہ آیت ۸۹)۔

۷۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھ کو حضرت سلمہ بن سلامہ بن دقش سے روایت پہنچی ہے اوریہ بدری صحابی تھے۔ کہتے ہیں ہمارے یعنی بنی عبداللہ شہل کے پڑوس میں ایک یہودی رہتا تھا اورسلمہ کہتے تھے میں اُن امام میں اپنی قوم کے اندرسب سے زیادہ نوعمر تھا ایک چادراوڑھے ہوئے اپنے لوگوں کے درمیان میں بیٹھا تھا۔ پس اُس یہودی نے آن کر قیامت اوربعث اورحساب اورمیزان اورجنت ودوزخ کا ذکر شروع کیا اوردوزخ اُن لوگوں کے واسطے ہے جو مشرك ہیں اور بُت پرستی کرتے ہیں اوریہ نہیں سمجھتے کہ مرنے کے بعد زندہ ہوتا ہے۔ قوم نے کہا تجھ کو خرابی ہو کیا تو یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ لوگ مرکر پھر زندہ ہونگے اوراپنے اعمال کا بدلہ پائینگے ۔ اُس یہودی نے کہا ہاں میں یہ عقیدہ رکھتاہوں۔ قوم نے کہا تجھ کو خرابی ہواس کی نشانی کیا ہے ۔ اُس نے کہا ان شہروں کی طرف سے ایك نبی مبعوث ہونگے اوراپنے ہاتھ سے مکہ اوریمن کی طرف اشارہ کیا۔ قوم نے کہا وہ نبی کسب مبعوث ہونگے۔ اس یہودی نے میری طرف دیکھ کر کہا کہ اگر اس بچہ کی عمر نے وفا کی تویہ اُن نبی کو پالیگا سلمہ کہتے ہیں پس قسم ہے خدا کی تھوڑے عرصہ کے بعد حضرت رسول خدا کا ظہور ہوا اوراس وقت تك وہ یہودی ہمارے اند زندہ تھا۔ پس لوگ تو ایمان لے آئے اوروہ یہودی بغض وحسد وسرکشی کے سبب سے ایمان نہ لایا۔ ہم نے اُس سے کہا تجھ کو خرابی ہو تو ایمان کیوں نہیں لاتا حالانکہ توہی توہم سے حضورکا بیان کیا کرتا تھا۔ پھراب کیاآفت تیرے سرپرنازل

ہوئی کہ ایمان نہیں لاتا ۔ اُس نے کہا یہ وہ نبی نہیں جس کا
میں ذکرکرتا تھا۔

۸۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ عاصم بن عمر ابن قتادہ
بنی قریطہ کے ایک شیخ سے نقل کرتے ہیں کہ اُنہوں نے مجھ
سے کہا تم کو معلوم ہے کہ تعلبہ بن سعید اوراُمید بن سعید
اوراسد بن عبید جو بنی بدل بنی قریظہ کے بھائیوں میں سے
جاہلیت میں اُن کے ساتھی اورپھراسلام میں اُن کے سردارتھے
ان کے اسلام لانے کی کیا وجہ ہوئی ۔ عاصم کہتے ہیں کہ میں
نے ان شیخ جس کا نام ابن ہیبان تھا۔ اسلام کے ظہور سے
چند سال پیشتر ہمارے پاس اورہمارے اندر ٹھہرا۔ پس
قسم ہے خدا کی ہم نے کوئی اس سے بہتر پانچویں نماز ادا
کرنے والا نہ دیکھا اور وہ یہودی ہمارے ہاں ٹھہرارہا ۔
چنانچہ ایک دفعہ امساك باراں ہوا ہم نے اُس سے کہا اے
ابن ہیبان تم چل کر ہمارے واسطے دعا نزول باران کرو۔ اُس
نے کہا میں ہرگز نہ جاؤنگا ۔ جب تک کہ تم کچھ صدقہ نہ
نکالوگے ۔ ہم نے کہا کس قدرصدقہ چاہیے ۔ اُس نے کہا
ایک چار سیر کھجوریں یا جولیلو۔ کہتے ہیں کہ ہم نے وہ
صدقہ لیا اوراس کے ساتھ دعا کے واسطے چلے ۔یہاں تک کہ
وہ شہر کےباہر ایک میدان میں آیا وہاں اُس نے دعا کی اور
ہنوزوہ اپنی جگہ سے اٹھے نہ پایا تھاکہ ابرنمودارہوا اوربارش
شروع ہوئی ۔ اسی طرح کئی بارموقعہ ہوا پھر جب وہ بیمار
ہوا اوراُس نے سمجھا کہ اب زندگانی آخر ہے۔ ہمارے
لوگوں کو جمع کیا اورکہا اے گروہ یہود بتاؤ کہ کس چیز نے
مجھ کو نعمتوں اوراچھی پیداوار کے ملك سے اس خشك
زمین میں پہنچایا۔ کہتے ہیں کہ ہم نے کہا تم ہی جانو۔ ہمیں
کیا خبرہے۔ اُس نے کہا میں اس جگہ ایک نبی کے مبعوث
ہونے کی خاطر آیا تھا۔جس کا زمانہ ظہور عنقریب ہے
اورمیں امید کرتا تھا کہ وہ مبعوث ہوں تو میں اُن کی پیروی
کروں۔ پس اے یہود تم کو لازم ہے کہ تم سب سے پہلے ان کی
اطاعت کرو۔ کیونکہ ان کو حکم ہوگاکہ جو ان کی اطاعت نہ
کرے گا اُس کو قتل کرکے وہ اس کی اولاد کو لونڈی اورغلام
بنائینگے پس تم بلاعذروحجت اُن پر اسلام لے آنا۔ شیخ کہتے
ہیں پس جب رسول خدا معبوث ہوئے اوربنی قریظہ کا آپ
نے محاصرہ کیا انہیں نوجوانوں نے جنھوں نے اس یہودی کی

نصیحت سن کر یاد رکھی تھی اپنی قوم سے کہا اے بنی قریظہ بے شک یہ وہی نبی ہیں جن پر ایمان لانے کے واسطے تم سے ابن ہیبان نے عہد لیا تھا۔ قوم نے کہا بے شک تم سچ کہتے ہو یہ وہی نبی ہیں اوران میں وہ سب صفتیں موجود ہیں جو اُس نے بیان کی تھیں پھر سب بنی قریظہ اسلام لے آئے اوراپنے جان ومال کو غازیان اسلام کی دست وبرو سے محفوظ رکھا۔ ابن اسحاق کہتے ہیں۔ یہ وہ خبریں ہیں جو علماء یہود سے ہم کو پہنچی ہیں۔ (سیرت ابن ہشام صفحہ ٦٦، ٦٧)۔

۹۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھ کو عمر بن عبدالعزیز بن مردان سے یہ روایت پہنچی ہے کہ جب حضرت سلیمان نے حضور کی خدمت میں اپنا واقعہ نقل کیا تویہ بھی کہاکہ عموریہ کے راہب نے ان سے یہ بھی کہا تھاکہ تم ملک شام میں فلاں جگہ جاؤ۔ وہاں ایک راہب ہے وہ سال بھر میں ایک غیضہ[1] سے نکل کر دوسرے غیضہ میں جاتا ہے ۔ تمام لوگ اپنے بیماروں کو لیکر اس کے منتظر رہتے ہیں۔ جس کے واسطے وہ دعا کرتا ہے فوراً وہ بیمار تندرست ہوجاتا ہے۔ اس سے تم اس دین کی بابت سوال کرو جس کی تم کو تلاش ہے وہ بتلادے گا ۔ سلیمان کہتےہیں کہ میں وہاں سے حسب نشاندہی اُس راہب کےاس شہر میں آیا۔ پس میں نے دیکھا کہ لوگ بیماروں کولئے ہوئے جمع تھے۔ یہاں تک کہ رات کے وقت وہ راہب ایک غیضہ سے نکل کر دوسرے میں جانے لگا لوگوں نے اُسکو چاروں طرف سے گھیر لیا اورمجھ کو اُس تک پہنچنے نے بھی نہ دیا جس مریض کے واسطے اُس نے دعا کی وہ اچھا ہوگیا۔ یہاں تک کہ وہ غیضہ کے دروازہ تک پہنچا اورچاہتا تھا کہ اندر داخل ہوجو میں نے جاکر اس کا بازو پکڑلیا۔اس نے پیچھے مڑکردیکھا ۔ میں نے کہا اے شخص خدا تم پر رحم کرے مجھ کو دین ابراہیم اورملت حنیف سے خبردیجئے اُس نے کہا تونے آج مجھ سے ایسی بات دریافت کی ہے جو کسی نے اب تک نہ دریافت کی تھی۔ مگر یہ تو سن لے کہ اب ایک نبی کے ظہورکا زمانہ قریب ہے وہ بنی اہل حرم میں سے ہونگے اورتجھ کو یہ دین تعلیم کرینگے ۔پھر وہ راہب اپنے غیضہ میں داخل ہوگیا۔ سلیمان سے حضور نے یہ واقعہ ذکرفرمایا اگر تونے یہ واقعہ سچ بیان کیا ہے تو بے شک تونے

---

[1] غیضہ بیشہ اورجنگل کو کہتے ہیں۔

عیسیٰ بن مریم سے ملاقات کی ۔(سیرت ابن ہشام صفحہ ۷۱)۔

۱۰۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ پھر ابوطالب کوسفر شام کا اتفاق ہوا اوراس کی تیاری کرکے چلنے کو آمادہ ہوئے۔ حضور نے بھی اُن کےساتھ جانے کا اشتیاق ظاہر کیا۔ابوطالب چونکہ حضور سے اپنے فرزندوں سے زیادہ حجت رکھتے تھے آپ کے اشتیاق سے نرم دل ہوگئے اور کہنے لگے قسم ہے خدا کی میں اس کو اپنے ساتھ لے جاؤنگا ۔ نہ یہ میرے فراق کی طاقت رکھتا ہے نہ میں اس کو چھوڑسکتاہوں ۔ پس ابوطالب حضور کی بیعت میں شام کی طرف راہی ہوئے ۔ جب ان کا قافلہ شہر بصریٰ میں جو سرحد شام پر واقع ہے پہنچا تو وہاں ایک راہب بحیر انام اپنے صومعہ میں رہا کرتا تھا یہ راہب علم نصرانیت کا پورا واقف تھا اوراس صومعہ میں سات راہب پشت بہ پشت گذرچکے تھے۔ جن کا علم یکے بعد دیگرے اس راہب کو پہنچا تھا۔ جب یہ قافلہ اس سال اس راہب کے صومعہ کے قریب جاکر اُترا حالانکہ پہلے بھی قالے اس کے قریب جاکر اترتے تھے مگریہ راہب کسی سے مخاطب نہ ہوتا تھا۔ اب جو یہ قافلہ اس کے قریب نازل ہوا اس نے اُس کی پرتکلف کھانے سے مہمانی کی۔ لوگ کہتے ہیں اس مہمانی کا یہ باعت تھاکہ بحیراراہب نے جب اپنے صومعہ میں اس قافلہ کو دیکھا تواس کی نظر حضورپر پڑی اوراُس نے دیکھاکہ ابر کا ٹکڑا آپ پر سایہ کئے ہوئے ہے۔ پھر جب لوگ اُترے اور حضورایک درخت کے نیچے جلوہ افروزہوئے تو اُس نے دیکھا کہ وہ ابرسایہ افگن آپ کے سرمبارک پر مثل چھتری کے قائم ہوگیا اوردرخت کی سب ٹہنیاں آپ پر سایہ کرنے کے واسطے مائل ہویئں۔ راہب یہ ماجرا دیکھتے ہی اپنے صومعہ سے باہر نکلا اورکھانا پکاکر اہل قافلہ کی دعوت کی اور کہلا بھیجا کہ اے قریش کے گروہ میں چاہتاہوں کہ تمہارے سب چھوٹے بڑے آزاد اورغلام سب میری دعوت میں شریک ہوں کوئی باقی نہ رہے۔ قافلہ کے لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا اے راہب آج تم ایسا کام کرتے ہو جوہم نے تم کو کبھی کرتے نہیں دیکھا۔ حالانکہ ہم تمہارے پاس بارہا گذرے ہیں مگر کبھی تم نے دعوت توکیسی ہم سے بات تک بھی نہیں کی۔ بحیرا نے کہا تیرا کہناسچ ہے ۔ میری ایسی ہی عادت ہے مگر

تم لوگ مہمان ہو میرا جی چاہا کہ میں آج تمہاری اپنے ماحضر
سے کچھ مدارت کروں اورقدرے تان جو تیارکرکے سامنے پیش
کروں مگر تم سب قدم رنجہ فرما کر میرے کلبہ تاریک کو اپنے
نورورُدو سے روشن ومنورکرو۔ سب نے قبول کیا اورراہب
کے صومعہ میں اکٹھے ہوئے مگر حضورسروعالم بہ سبب کم
عمری کے قافلہ میں اپنے اسباب کے پاس ہی رہ گئے تھے۔
راہب نے جب سب لوگوں میں بغورنظر کی اوراُس نورِنظر
یعنی حضرت سید البشر کو نہ دیکھا کہا اے قریش میں نے
پہلے ہی تم سے کہہ دیا تھاکہ دیکھو تم میں سے کوئی باقی نہ
رہے۔ چھوٹے بڑے سب تکلیف کرنا۔ قریش نے کہا اے
راہب ہم تمہارے حسب الاشار سب کے سب موجود ہیں
کوئی باقی نہیں رہا۔ صرف ایک بچہ جو بہت نوعمر ہے اُس کو
قابلہ میں چھوڑآئے ہیں۔ راہب نے کہا یہ تم نے غلطی کی۔
ایسا نہ چاہیے تھی ۔ اُس کو بھی بلاؤ تاکہ وہ بھی شریک طعام
ہو۔پس قریش میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اوراُس نے کہا
بہت بری بات ہے کہ عبداللہ بن عبدالمطلب کے فرزند
ہمارے ساتھ شریک دعوت نہ ہوں۔ پس وہ شخص جاکر

حضورکو اپنے ساتھ لے آیا۔ اورکھانے میں شریک کیا(راوی
کہتا ہے کہ)بحیرا حضورکو باربار دیکھتا تھا اورآپ کے بعض
اعضاء جسم کو بغور ملاحظہ کرتا تھا اور اُن علامات کے
مطابق پاتا تھا جواس کے پاس لکھی ہوئی تھیں۔ یہاں تک کہ
جب لوگ آب وطعام سے فارغ ہوئے اورچلنے لگے تو بحیرا نے
حضورسے عرض کیا کہ اے صاحبزادے میں تم سے بواسطہ
لات وعزیٰ کے ایک بات دریافت کرتا ہوں۔ تم مجھ کو اس
کا جواب دو۔ اوریہ واسطہ بحیرا نے اس واسطے دیاتھاکہ وہ
قریش سے اسی طرح کی گفتگو کیا کرتے تھے اورلات وعزیٰ کے
واسطے دیتے تھے۔ پس کہتے ہیں کہ حضورنے یہ گفتگو سن کر
فرمایا مجھ کو لات اورعزیٰ کا واسطہ نہ دے کیونکہ اس سے
زیادہ دشمنی کی چیز مجھ کو اورکوئی نہیں ہے۔ راہب نے
عرض کیا پس میں تم کو خدا کا واسطہ دیتاہوں کہ تم میرے
سوال کا جواب دو۔ حضورنے ارشاد کیا دریافت کرکیاکرتا ہے۔
اس نے آپ کی عادات کے متعلق آپ سے سوال کرنے شروع
کئے اورآپ اُس کو جواب دیتے تھے اورراہب اُس کو اُن صفات
سے جو اس کے پاس مکتوب تھیں مطابق کرتا تھا۔ یہاں تک کہ

پھر اُس نے خاتم نبوت کی زیارت کی جو حضور کے دونوں شانوں کے درمیان میں مثل ایک گھنڈی کے تھی۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ جب وہ راہب حضور کے دیدار فرخت آثار سے اپنی تشفی خاطر کرچکا۔ آپ کے چچا ابو طالب کی طرف متوجہ ہوا اور کہا یہ صاحبزادے آپ کے کون ہیں۔ ابوطالب نے فرمایا میرے فرزند ہیں۔ راہب نے کہا ان فرزند کے والد زندہ نہیں ہوسکتے ۔ ابوطالب نے کہا دراصل یہ میرے بھائی کے فرزند ہیں۔ راہب نے کہا ان کے والد کیا ہوئے ۔ابوطالب نے جواب دیا جب یہ فرزند حل ہی میں تھے۔ جوان کے والد وصال کرگئے ۔ راہب نے کہا تم سچ کہتے ہو۔ پس اب تم کو لازم ہے کہ ان صاحبزادہ کو لے کرگھر واپس جاؤ اوریہودیوں سے ان کی حفاظت رکھو تاکہ وہ کوئی برائی ان کے ساتھ نہ کرسکیں کیونکہ اگر وہ بھی اسی طرح ان کو پہچان لینگے جیسے کہ میں نے پہچان لیا تو ان کی عداوت پر مستعد ہوجائینگے۔ اس لئے کہ تمہارے ان بھتیج کا ظہور ہونے والا ہے ۔ پس تم جلد ان کے گھر واپس لے جاؤ۔ پس ابوطالب حضورکو بہت جلد مکہ پہنچا گئے۔

لوگ کہتے ہیں کہ زریر اورتماما اور دریسا یہ بھی اہلِ کتاب میں سے تھے۔ انہوں نے بھی اسی سفر میں ابوطالب کے ساتھ حضورکو اس طرح پہچان لیا تھا اورآپ کے ساتھ بدی کے ارادہ پر مستعد ہوگئے تھے۔ مگر بحیرا نے ان کو وعظ ونصیحت کے ساتھ سمجھایا اوران کی کتاب میں جو حضور کی شان وصفت لکھی تھی وہ دکھائی اور کہاکہ اگرتم بدی کروگے تو تمہاری بدی کچھ کارگر نہ ہوگی ۔ یہاں تک کہ ان تینوں نے بحیرا کی تصدیق کی اوراس ارادہ سے وہ بازآئے (سیرت ابن ہشام صفحہ ۵۴، ۵۵)۔

۱۱۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ حضرت خدیجہ نے وہ واقعات جو اپنے غلام میسرہ سے سنے تھے اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل سے بیان کئے ۔انہوں نے نصرانیت اختیارکرلی تھی اورآسمانی کتابوں کا بخوبی علم حاصل کیا تھا۔ خدیجہ کو جواب دیا کہ اگر یہ باتیں حق ہیں تو اے خدیجہ تو محمد سرور اس امت کے نبی ہیں۔ اورمیں جانتاہوں کہ ضرور اس امت میں نبی ہونے والا ہے اوریہی زمانہ اُس کے ظہورکا ہے مگر دیکھئے کس وقت ظہور ہوتا ہے ۔ میں اس نبی کا اشد انتظار

رکھتاہوں اوراس شوق کی حالت میں ورقه نے ایك قصیده کہا ہے جس کے چند شعریه ہیں۔

ایک قصیدہ کہا ہے جس کے چند شعر یہ ہیں سے

وَوَصفٍ مِن خَدِیجَۃ بَعدَ وَصفٍ ... فَقَد طَالَ انتِظَارِی یَا خَدِیجَا

اے خدیجہ تم سے بار بار نبی کے اوصاف سنکر مجھ کو ان کے ظہور کا سخت انتظار ہے

بِبَطنِ المَکَّتَینِ عَلٰی رَجَائِی ... حَدِیثَکِ اَن اَرٰی مِنہُ خُرُوجَا

مجھ کو امید ہے کہ مکہ یا طائف سے تیرے قول کے موافق میں ضرور ان کا خروج دیکھونگا

بِمَا خَبَّرتِنَا مِن قَولِ قَسٍّ ... مِنَ الرُّھبَانِ اَکرَہُ اَن یَعُوجَا

گزشتہ نصیرعالم کے قول کی جو تونے ہم کو خبر دی ہے میں برا سمجھتا ہوں کہ اس میں ذرا غلطی ہو

بِاَنَّ مُحَمَّدًا سَیَسُودُ فِینَا ... وَیَخصِمُ مَن یَکُونُ لَہُ حَجِیجَا

وہ خبر یہ ہے کہ محمد عنقریب ہم میں سردار ہونگے اور جو ان سے مقابلہ کریگا اسکو مغلوب کرینگے

وَیَظھَرُ فِی البِلَادِ ضِیَاءُ نُورٍ ... یُقِیمُ بِہِ البَرِیَّۃَ اَن تَمُوجَا

تمام شہروں میں نور کی روشنی ظاہر ہوگی اور خلقت اس نور کیسا تھ حق اور راستی پر

فَیَلقٰی مَن یُحَارِبُہُ خَسَارًا ... وَیَلقٰی مَن یُسَالِمُہُ فُلُوجَا

جو شخص ان سے بمقابلہ پیش آیگا وہ نقصان پائیگا۔ اور جو ان سے بدرستی و صلح پیش آئیگا وہ آسایش حاصل کریگا۔

فَیَا لَیتِی اِذَا مَا کَانَ ذَاکُم ... شَھِدتُ وَکُنتُ اَکثَرَھُم وُلُوجَا

پس کاش اس واقعہ کے وقت میں موجود ہوں اور میں سب سے زیادہ ان کی پیروی میں داخل ہوں۔

وُلُوجًا فِی الَّذِی کَرِھَت قُرَیشٌ ... وَلَو عَجَّت بِمَکَّتِھَا عَجِیجَا

میں اس دین میں داخل ہوں جسکو قریش برا سمجھینگے۔ اگرچہ قریش کے مکہ میں اس سے شور و غل برپا ہو۔

فَاِن یَبقَوا وَاَبقَ تَکُن اُمُورٌ ... یَضِجُّ الکَافِرُونَ لَھَا ضَجِیجَا

پس اگر یہ قریش باقی رہے اور میں بھی باقی رہا تو ایسی باتیں پیدا ہونگی جن سے کافر بہت غل مچاوینگے۔

وَاِن اَھلِک فَکُلُّ فَتًی سَیَلقٰی ... مِنَ الاَقدَارِ مُتلِفَۃً حَرُوجَا

اور اگر میں مرگیا پس جو شخص کہ جوان ہے عنقریب وہ تھوڑا زمانہ گذرنے کے بعد ان کا خروج دیکھیگا۔ (سیرۃ ابن ہشام صفحہ ۵۸-۵۹)

۱۲ تاریخ الخلفاء اردو مطبوعہ ...

ابن کثیر نے کہا ہے سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں اہل بیت حضرت محمد تھے۔ یعنی ام المومنین خدیجه الکبریٰ اور حضور کے غلام زید بمه اپنی بیوی ام ایمن اورعلی کرم الله وجہه اور ورقه کے بن عسا کرنے بروایت عیسی بن یزید لکھا ہے که حضرت ابوبکر صدیق کہتے ہیں که میں ایك روز کعبه شریف کے پاس بیٹھا تھا اورمیرے پاس زید بن عمر کھڑے تھے که امیه بن ابي الصلت وہاں سے گذرا اورمزاج پرسی کی ۔ میں نے شکرکیا۔ اس نے کہا تجھے کچھ خبر ہے میں نے کہا که نہیں وہ کہنے لگا (شعر) کل دین یوم القیامته الامقضے الله فی الحقیقته بور۔(ترجمه)روزِقیامت خداوند تعالیٰ نے تمام دینوں میں سے ایك دین کو سرفرازی دے گا۔ پھر کہنے لگا که نبی موعود جس کے ہم منتظرہیں تم میں سے ہوگا یا ہم میں سے ۔ چونکه میں نے بنی موعود کا حال پہلے نه بنا تھا۔ جس کی بعثت کا انتظار ہے۔ میں اٹھا ہوا ورقه بن نوفل کے پاس چلا گیا (یه شخص اکثرآسمان کو تکتا رہتا تھا اس کے سینه سے ایك طرح کی آوازنکلتی رہتی تھی) اس لئے اس سے اپنی اورامیه کی گفتگو بیان کی۔ اُس نے کہا اے میرے

بھتیجے ہیں کتب سماویہ کے حکم کی رو سے جانتاہوں کہ بنی موعود خاندانِ وسطہ عرب میں سے ہونگے۔ اورچونکہ تمہارا خاندان وسط عرب میں ہے۔ اس لئے وہ تم ہی میں پیدا ہونگے۔ میں نے پوچھا کہ چچا وہ بنی کیا کہینگے۔ اُس نے کہا کہ پس یہی کہ نہ ایک دوسرے پر ظلم کرونہ کسی غیر پر ظلم کرو اورنہ مظلوم بنو۔ میں سن کر چلاآیا اورجیسے ہی کہ رسول اللہ کی بعثت ہوئی میں ایمان لایا اورتصدیق اُن کے فرمان کی کی۔ (تاریخ الخلفاء اردو ترجمہ صفحہ ۲۰)۔

بیان مافوق پرایک نظر

بیان مافوق پر ایک نظر روایات حکایات مندرجہ صدر اس بات کی شاہد ہیں کہ مورخین اسلام نے آنحضرت سے قبل کی حنفیت کو اوراس کے ماننے والے حنفاء کو نہایت عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھاہے۔ آنحضرت سے پیشتر حنفیت زیادہ تر قریش کے قبیلوں کا مذہب ظاہر کی گئی ہے ۔ مگر اسلام کی قریش میں ہستی نہیں دکھائی گئی ہے۔ آنحضرت کی وفات کے بعد کےزمانہ کہ مورخین کا آنحضرت کی پیدائش کے زمانہ سے پیشتر کے زمانہ کے دین حنیف اوراُسے ماننے والے حنفاء کا بیان نہایت عزت واحترام سے کرنا اوراس زمانہ میں اسلام ومسلمین کو صرف اشارہ کے طورپر عربی مسیحیوں میں ہی دکھانا اور حنفاء کا اسلام ومسلمانی سے کسی طرح کا رشتہ ہی نہ دکھانا ایک عجیب سا معاملہ ہوتا ہے جسے ناظرین کرام ہی سمجھ سکتے ہیں۔

مسبوق الذکر روایات وحکایات گوتاریخ اسلام کا حصہ ہیں مگر روایات اس بات کی خود شاہد ہیں کہ اصل واقعات اور راویوں اوراُن کی روایات میں زبان ومکان کے اعتبار سے سینکڑوں سال کا بعد زمانہ ہے اورجن لوگو ں سے روایات وحکایت کا تعلق ہے اُن میں سے ایک شخص کو چھوڑکر باقی تمام یہود ومسیحی ہیں۔ جو اپنے مذہب واعتقاد میں اپنے مسیح موعود کی پہلی اوردوسری آمد کے منتظر تھے۔ روایات وحکایات مافوق کو پڑھ کر یہ خیال ہوسکتا ہے کہ مورخین اسلام نے جس آنے والے نبی کا بیان آنحضرت مکی ومدنی پر چسپاں کرکے دکھانے کی کوشش فرمائی ہے وہ دراصل یہود ونصاریٰ کے مسیح موعود کی آمد کا بیان ہی تھا جوآنحضرت کی تشریف آوری سے پیشتر اورتشریف آورکے زمانہ میں یہود

ونصاریٰ میں خصوصاً اورحنفاء میں عموماً مشہورتھا۔ جیساکہ پیشتربیان ہوچکا ہے۔

مورخین نے اس بات کو بیان کرنے کی بڑی کوشش فرمائی ہے کہ دین حنیف ہی اللہ کا دین ہے اورحنفاء ہی سچ دین کو ماننے والے تھے اورکہ حضرت محمد دین حنیف کے ہی نبی رسول تھے۔ مگران باتوں کے ثبوت میں کسی نامورحنفی کو پیش نہیں کیا جاتا ۔ جو صرف دین حنیف کا ہی ماننے والا ہو بلکہ ان معزز ومعروف بزرگوں کے نام سے حکایات وروایات قبول کی جاتی ہیں جو مسیحی اوریہودی تھے اورحنفا میں بھی مسیحی مشہورتھے۔

حنفیت وحنفاء کی بابت جوکچھ پیشتربیان ہوچکا ہے وہ ان کی اصل حقیقت کو سمجھنے کیلئے کافی ہے ۔ یہاں پر اس قدرعرض کرنا ۔ بیجا نہ ہوگا کہ چونکہ حضرت محمد کا آبائی دین دین حنیف ہی تھا اس وجہ سے ابنِ ہشام نے روایات زیر نظر کوبھی اسی خیال سے نقل کیا کہ آنحضرت کے نام سے دین حنیف کی قدر ومنزلت بڑھائے ۔ ورنہ کون نہیں جانتا کہ آنحضرت نے توآبائی دین کو ترک کرکے اورقبول اسلام فرماکر عرب میں وہ کام کیا تھا جو آج تک آپ کی عظمت کا شاہد ہے۔ اس وجہ سے آنحضرت کو دین حنیف کا حامی کہنا یا دین حنیف کا نبی رسول کہنا اوریہودیت ومسیحیت کا دشمن کہنا ایسی باتیں ہیں جو اسلام کی مستند روایات سے ثابت ہونا مشکل ہے۔

اس بات کا انکارنہیں کیا جاسکتاکہ حضرت محمد عرب کی عظیم الشان شخصیت تھے۔ آپ نے اپنی زندگی میں وہ کام کرکے دکھایا تھا جس کی مثال ملنا دشوارہے۔ آزاد اورسرکش عرب کو اپنی زندگی کے اثر اورکام سے اپنی حیات میں ایسا موثر کردینا کہ وہ ایک حکم کے تابع ہوجائیں اورانہیں دنیا کے فاتح ہونے کے قابل بنادینا ایسا عظیم الشان کام تھا جسے آپ ہی کرسکتے تھے ۔ عرب کی ایسی عظیم الشان ہستی کی عظمت کے اظہار میں اگرلوگوں نے ایسی ایسی روایات وضع کرلی ہوں جیسی روایات اوپر نقل ہوچکی ہیں تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔

ابھی کل کی بات ہے کہ ملکِ ہند میں مہاتما گاندھی عدم تشدد وعدم تعاون کے اصول کو لے کر گورنمنٹ اوراہل

وطن کے روبرو نکلے اورآپ نے اعلان پر اعلان کیاکہ میں ایک سال کے اندر اندر ملک ہند کو سوار جیہ دلادونگا۔ ہندوصاحبان نے آپ کوسیدنا مسیح کا اوتارقراردیا۔ مسلم رہنماؤں نے بھی اُن کی ہاں میں ہاں ملائی۔ مسیحیوں اورپادریوں نے مہاتما جی کو مسیح صفت گاندھی اور ہند کا سب سے بڑا مسیحی تسلیم کرلیا۔آپ کی تعریف وثنا میں برسوں گذاردئیے حالانکہ سوراجیہ آج تک ہند کے ساحلوں سے ہزاروں میل دور ہے۔ اگر مہاتما گاندھی کو سوراجیہ کی امید پر اہل ہند مسیح بناسکتے ہیں تو عرب کے فرزند اعظم کو اہل عرب کیا کچھ نہیں بناسکتے تھے۔ جنہوں نے عرب جیسے اجہل اور پرنفاق وفساء ملک کو اپنی ۲۳ سالہ زندگی میں سوراجیہ دلادیا تھا؟ پس گوروایات مافوق اسلام کی مستند روایات کے خلاف ہیں توبھی ان روایات میں عرب کےعوام کے خیالات حضرت محمد کی بابت دیکھے جاسکتے ہیں اوران پر زیادہ جرح قدح کی ضرورت نہیں ہے۔

آٹھویں فصل

تاریخ اسلام کی روشنی میں قدیم عربوں کا مذہب

عرب قدیم کی ہمسایہ اقوام کی تاریخ میں عربوں کی بابت جو روشنی پائی گی ہے اختصار کے ساتھ پیشتر کی فصلوں میں اس کا اظہارکردیا گیا ہے۔ اسے دیکھنے والے عرب کے باشندوں کی بابت اپنے خیالات کی اصلاح کرسکتے ہیں ۔ ہم اس تمام بیان کو انصاف پسند ناظرین کے لئے پیچھے چھوڑ کر تاریخ اسلام میں سے عربوں کی تہذیب وشائستگی اورمذہب وعقائد کی مثالیں پیش کرتے ہیں۔

جاننا چاہیے کہ اسلام کے مورخوں نے عرب کے حالات پر ضیغم کتب تحریر فرمائی ہیں۔ طبری ، ابن کثیر، ابوالفدا وغیرہ کتب عربیہ حالات عرب سے پُر ہیں۔ لیکن ان کتب سے براہ راست اقتباسات پیش نہیں کرسکتے ۔کیونکہ یہ تاریخی کتابیں نایاب اور قیمتی ہونے سوا عوام کی آگاہی سے دورہیں۔ ہم ان کتب سے اقتباسات پیش کرنے پر کفایت کرینگے جو ہند کے چوٹی کے مسلم بزرگوں نے کتب مذکوربالا

کی سند سے خود اُردو میں تحریر فرمائی ہیں اورہر ایک مسلم کتب فروش کے پاس مل سکتی ہیں۔ ہند کے مسلم بزرگوں کی تحریرات کے اقتباسات ذیل تاریخ اسلام میں قدیم عربوں کے مذہب وعقائد ورسوم پر کافی روشنی ڈالینگے۔ جن سے یہ بات بخوبی معلوم ہوجائے گی کہ قدیم عرب پڑوس کے ممالک میں عظیم الشان تہذیب وشائستگی قائم کرنے والے تھے مگر اُنہوں نے اپنے گھر میں کوئی ایسا بڑا کا نہ کیا تھا جو انہیں دنیا میں شہرت دینے کا باعث بنادیتا۔

دفعہ ۱۔ قدیم عرب اورسرسید مرحوم

فخر قوم سرسید مرحوم کے خطبات نہایت مشہور کتاب ہے۔ جس میں آنجناب نے عرب کے حالات پر کافی روشنی ڈالی ہے۔اس کتاب سے ذیل کی عبارتیں نقل کی جاتی ہیں۔ جن میں عربوں کا معقول بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً سرسید لکھتے ہیں:

"یہی غیرمحسوس خیالات کی ترقی عرب میں بھی واقع ہوئی اوراس ملک کے باشندوں نے اپنے معبودوں کو ہر جسمانی آسائیش اور روحانی خوشی کے عطا کرنے کا اُس شخص کو جس سے وہ راضی ہوں اختیارکلی دیدیا۔

قدیمی باشندگان عرب کی نسبت یعنی قوم عاد، ثمود، جدیس، جرہم الاد ۓ اورعملیق اول وغیرہ کی نسبت اس قدرمحقق ہے۔ کہ یہ لوگ بت پرست تھے مگر ہمارے پاس کوئی ایسی مقامی روایت عرب کی نہیں ہے جوہم کو ان کی پرستش اقسام کے طریقوں کی تعیین اورجو قدرتیں کہ وہ اپنے معبودوں کی طرف منسوب کرتے تھے اُن کی تصریح اورجن اغراض اورارادوں سے کہ وہ مورتوں کو پوجتے تھے ان کے بیان کرنے میں مطمئن کرے۔ قریب قریب تمام حال جو ہم کو عرب کے بتوں کی نسبت معلوم ہوتا ہے صرف یقطان اوراسماعیل کی اولاد کے بتوں کی نسبت معلوم ہے جو عرب العاربہ اورعرب المستعربہ کے نام سے مشہور ہیں اُن کے بت دوقسم کے تھے۔ ایک قسم تو وہ تھی جو ملائک اورارواح اور غیر محسوس طاقتوں سے جن پر کہ وہ اعتقاد رکتھے تھے اورجن کو مونث خیال کرتے تھے نسبت رکھتے تھے اوردوسری قسم کےوہ تھے جو نامی اشخاص کی طرف جنہوں نے اپنے عمدہ کاموں کی وجہ سے شہرت حاصل کی تھی منسوب تھے۔

وہ قدرتی سادگی اور بے تکلفی جو ابتدائی درجہ تمدن میں آدمیوں کی نشانیاں ہیں اُن کی پرستش کے طریقوں میں قابل تمیز نہیں رہی تھیں۔ علاوہ اس کے اُنہوں نے بہت سے خیالات غیر ملکوں کے اور نیز اپنے ہی وطن اصلی کے الہامی مذہبوں سے اخذ کرلئے تھے اوران سب کو اپنے توہمات سے خلط ملط کرکے اپنے معبودوں کو دنیا اورعقبیٰ ودونوں کے اختیارات دے دئیے تھے لیکن اتناف رق تھاکہ وہ یہ اعتقاد رکتھے تھے کہ دینوی اختیارات بالکل اُن کے معبودوں کے ہاتھ ہیں اورعقبیٰ کے اختیارات کی نسبت اُن کا یہ اعتقاد تھاکہ اُن کے بُت یعنی وہ جن کی پرستش کےلئے وہ بت بنائے گئے ہیں اُن کے گناہوں کی معافی کی خدا تعالیٰ سے شفاعت کرینگے۔ ان کی طرزِمعاشرت اوراُن کی خانگی سوشیل اورمذہبی اطواراور رسوم نے بھی اسی طرح سے گردنواح کے ملکوں سے جن کے باشندے الہامی مذہب رکھتے تھے اثر حاصل کیا تھا غرضیکہ قبل ظہوراسلام کے ملک میں عرب بت پرستی کی یہ کیفیت تھی"۔

لا مذہبی

زمانہ جاہلیت میں ملک عرب میں ایک فرقہ تھا جو کسی چیز کو نہیں مانتا تھا ۔ نہ تو بت پرستی کو اورنہ کسی الہامی مذہب کو۔ اُن کو خدا کے وجود سے انکار تھا اورحشر کے بھی منکر تھے اورچونکہ وہ گناہ کے وجود کے قائل نہ تھے۔ اسی لئے عقبی میں بھی روح کو جزا یا سزا کے قائل نہ تھے۔ وہ اپنے آپ کو جملہ قیود وقانونی راہ رسمی سے مبرا تصورکرتے تھے اوراپنی ہی آزاد مرضی کے موافق کاربند ہوتے تھے۔ اُن کا عقیدہ یہ تھا کہ انسان کا وجود اس دنیا میں ایک درخت یا جانور کی مانند ہے۔ وہ پیدا ہوتا ہے اورپختگی پر پہنچ کر تنزل پکڑتا ہے اور مرجاتا ہے۔ جس طرح کہ کوئی ادنیٰ جانور مرجاتا ہے اورجانوروں ہی کی مانند بالکل نیست ونابود ہوجاتا ہے۔ (الخطبات الاحمدیہ صفحہ ۱۳۵ تا ۱۳۷)۔

خانہ کعبہ میں سات تیر رکھے ہوئے تھےاو رہر تیر پر ایک علامت بنی ہوئی تھی۔ بعضوں پرکام کرنے کے حکم دینے کی اوربعضوں پر اُس کام کرنے سے منع کرنے کی علامت تھی۔ ہر شخص پیشتراس سے کہ کوئی کام شروع کرے ان تیروں سے

استخارہ کرتا تھا اوراُسی کے بموجب کام کرتا تھا۔ ان تیروں کو " ازلام " کہتے تھے۔

تمام عرب جاہلیت کا شیوہ بت پرستی تھا اورجن بتوں کی وہ پرستش کیا کرتے تھے اُن کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ ہبل ۔ ایک بہت بڑا بت تھا جو خانہ کعبہ کے اوپر رکھا ہوا تھا۔

۲۔ ود۔ قبیلہ بنی کلب کا یہ بت تھا اوروہ قبیلہ اُس کی پرستش کرتا تھا۔

۳۔ سواع۔ قبیلہ بنی مذحج کا یہ بُت تھا اوروہ اس کی پرستش کرتے تھے۔

۴۔ یغوث۔ قبیلہ بنی مراد کا یہ بت تھا اوروہ اس کی عبادت کرتے تھے۔

۵۔ یعقوق۔ بنی ہمد ان کے قبیلہ کا یہ بت تھا اوروہ اس کو معبود سمجھتے تھے اورعبادت کرتے تھے۔

۶۔ نسر۔ بنی ہمدان کے قبیلہ کا یہ بت تھا۔ اوریمن کے لوگ اس کی پرستش کرتے تھے۔

۷۔ عزیٰ ۔ قبیلہ بن غطفان کا یہ بت تھا اوراس کی پرستش وہ قبیلہ کیا کرتا تھا۔

۸۔ لات (۹۔) منات۔یہ بت کسی خاص قبیلہ سے علاقہ نہیں رکھتے تھے ۔بلکہ عرب کی تمام قومیں اُن کی پرستش کیاکرتی تھیں۔

۱۰۔ دوار۔ یہ بت نوجوان عورتوں کی پرستش کرنے کا تھا۔ وہ چند دفعہ اس کے گرد طواف کرتی تھیں اورپھر اُس کو پوجتی تھیں۔

۱۱۔ اساف۔ جو کوہ صفا پر تھا۔ اور(۱۲) فائلہ ۔ جو کہ مروہ پر تھا۔ ان دونوں بتوں پر ہر قسم کی قربانی ہوتی تھی اور سفر کو جانے اورسفر سے واپس آنے کے وقت اُن کو بوسہ دیا کرتے تھے۔

۱۳۔ عبعب ۔ ایک بڑا پتھر تھا جس پر اونٹوں کی قربانی کرتے تھے اورذبیحہ کے خون کا اُس پر بہنا نہایت ناموری کی بات خیال کی جاتی تھی۔

کعبہ کے اندرحضرت ابراہیم کی مورت بنی ہوئی تھی اوراُن کے ہاتھ میں وہی استخارہ کے تیر تھے جو" ازلام"

کہلاتے تھے ۔ اورایک بھیڑ کا بچہ اُن کے قریب کھڑاتھا اور حضرت ابراہیم کی مورت خانہ کعبہ میں رکھی ہوئی تھی اور حضرت ابراہیم اورحضرت اسماعیل کی تصویریں خانہ کعبہ کی دیواروں پر کھینچی ہوئی تھیں۔

حضرت مریم کی بھی ایک مورت تھی۔ اس طرح پر کہ حضرت عیسیٰ ان کی گود میں ہیں یا اُن کی تصویر اس طرح خانہ کعبہ کی دیواروں پر کھینچی ہوئی تھی۔

عرب کی دیسی روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ " دو" اور" یغوث" اور" یعوق اور" نسر" مشہورلوگوں کے جو ایام جاہلیت میں گذرے ہیں نام ہیں ان کی تصویریں پتھروں پر منقش کرکے بطوریادگار کے خانہ کعبہ کے اندررکھ دی تھیں۔ ایک مدت مدید کے بعد اُن کو رتبہ معبودیت دیکر پرستش کرنے لگے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ عرب کے نیم وحشی باشندے ان مورتوں پر خدا ہونے کا اعتقاد نہیں رکھتے تھے اوراُن لوگوں کو جنکی یہ مورتیں تھیں معبود سمجھتے تھے بلکہ اُن کو مقدس سمجھنے کی مندرجہ ذیل وجوہات تھیں۔

جیساکہ ہم نے اوپر بیان کیا۔ عرب جاہلیت اُن مورتوں کو اُن شخصوں اوران کی ارواح کی یادگار سمجھتے تھے۔ اورانکی تعظیم اورتکریم اس سبب سے نہیں کرتے تھے کہ ان مورتوں میں کوئی شان الوہیت موجود ہے بلکہ محض اس وجہ سے اُن کی عزت اورتعظیم کرتے تھے کہ وہ اُن مشہوراور ناموراشخاص کی یادگار ہے ۔ جن میں بموجب ان کے اعتقاد کے جملہ صفات الوہیت یا کسی قسم کی شانِ الوہیت موجود ہے۔ اُن کے نزدیک اُن مورتوں کی پرستش سے اُن لوگوں کی ارواحیں خوش ہوتی تھیں ۔ جن کی وہ یادگاریں تھیں۔

ان کا یہ اعتقاد تھاکہ خدا تعالیٰ کی جملہ قدرتیں مثلاً بیماروں کو شفا بخشنا۔ بیٹا ، بیٹی عطا کرنا ، قحط ووبا اور دیگرآفات ارضی وسماوی کا دورکرنا ان کے مشہورومعروف لوگوں کے اختیارمیں بھی تھا۔ جن کی طرف اُنہوں نے صفات الوہیت منسوب کی تھیں اوروہ خیال کرتے تھے کہ اگرمورتوں کی تعظیم اورپرستش کی جائے گی تو اُن کی دعائیں اورمنتیں قبول ہونگی۔

اُن کا یہ بھی مستحکم عقیدہ تھاکہ یہ اشخاص خدا تعالیٰ کے مجبوب تھے اوراپنی مورتوں کی پرستش سے خوش ہوکر پرستش کرنے والوں کو خدا تعالیٰ کے قریب حاصل کرانے کا ذریعہ ہونگے اوراُن کو تمام روحانی خوشی عطا کرینگے۔ اوراُن کی مغفرت وشفاعت کرینگے۔

اُن کا قاعدہ بتوں کی پرستش کا یہ تھاکہ بتوں کو سجدہ کرتے تھے اُن کے گرد طواف کرتے تھے اورنہایت ادب اورتعظیم سے بوسہ دیتے تھے اونٹوں کی قربانی اُن پر کرتے تھے ۔ مویشیوں کا پہلا بچہ بتوں پر بطور نذرانہ کے چڑھایا جاتا تھا۔ اپنے کھیتوں کی سالانہ پیداواراورمویشی کے انتفاع میں سے ایک معین حصہ خدا کے واسطے اوردوسرا حصہ بتوں کے واسطے اٹھا رکھتے تھے۔ اوراگربتوں کا حصہ کسی طرح ضائع ہوجاتا تو خدا کے حصہ میں سے اُس کو پورا کردیتے اوراگر خدا کا حصہ کسی طرح ضائع ہوتا تو بتوں کے حصہ میں سے اس کو پورا نہیں کرتے تھے۔ (الخ صفحہ ۱۳۳ تک (الخطبات احمدیہ صفحہ ۱۲۶ سے ۱۲۸تک)۔

دفعہ ۲۔ مولانا مولوی نجم الدین صاحب سیوہاری اورعربوں کا مذہب

مولوی نجم الدین صاحب نے اپنی کتاب رسوم جاہلیت بلوغ الارب فی احوال العرب کی سند سے لکھی ہے۔ جس میں قبل اسلام عربوں کے مذہب وعقائد ورسوم کا بیان کسی قدرتفصیل کےساتھ لکھا ہے۔

ناظرین کرام کواس کتاب کا ضرور مطالعہ کرنا چاہیے۔ ہم اس میں سے صرف بعض باتوں کاذکر اختصاراً کرتے ہیں۔ آپ رقم فرماتےہیں۔

۱۔ ستارہ پرست: جاہلیت کے بعض فرقے ستارہ پرست تھے۔ بنی تمیم کے بعض اشخاص وبران کو پوجتے تھے اورلخم اورخزاعہ اورقریش کے بعض قبائل شعرایِ کوصفحہ ۳۔

۲۔آفتاب پرست وماہ پرست ۔ جاہلیت کے بعض قبائل چاند اورسورج کو بھی پوجتے تھے ۔صفحہ ۳۔

۳۔ ملائکہ پرست اورجنات پرست : دیہات کے بعض طائفہ فرشتوں اورجنات کو بھی پوجتے تھے۔صفحہ ۴۔

۴۔ مجوس وزنا دقه: عرب کے بعض دیہات میں مجوس آباد تھے۔ یہ لوگ آگ کو پوجتے تھے۔ اورماں بہن بیٹی وغیرہ محرمات ابدیہ سے نکاح جائز خیال کرتے تھے۔ یہ فرقہ جہاں کے دوخالق مانتا تھا ایک خیر اور نورکا اور دوسراشر اورظلمت کا۔ ابن قتیبہ نے معارف میں اس فرقہ کا ذکرکیا ہے۔ لیکن اس کے عقائد کا کچھ ذکرنہیں کیا صرف اتنا لکھا ہے کہ قریش میں کچھ لوگ زندیق تھے جنھوں نے اس مذہب کو حیرہ سے لیا تھا۔ حیرہ چونکہ بلادفارس میں واقع تھا اوراس میں جو عرب رہتے تھے وہ یاپارسی دین رکھتے تھے یا عیسائی۔ صفحہ ۴،۵۔

۵۔ دیرہ: جاہلیت میں بعض قبائل دہریہ تھے جو خدا اورجزا سزاءِ اعمال کے منکر تھے۔ اورعالم کو قدیم مانتے تھے۔صفحہ۶۔

۶۔ بت پرست اگرچہ بتوں کوپوجتے تھے اوراُن کیلئے حج اور قربانیاں بھی کرتے تھےلیکن اس کے ساتھ ہی خالق کے وجود کے قائل تھے۔عالم کو حادث مانتے تھے اورمرنے کے بعد ایک قسم کے اعادہ کے سب مقرتھے۔ گواس کی صورت اور کیفیت میں اختلاف تھا۔ ان کی توحید یہ بھی کہ خالق، رازق لوگوں کے کام سنوارنے والا ہے۔ نفع نقصان کا مالک اورپناہ دینے والا فقط ایک خدا کوجانتے تھے۔صفحہ ۱۱۔

۷۔ جنات اور ملائکہ کی نسبت: مشرکین عرب خصوصاً اہلِ مکہ کا یہ اعتقاد تھا۔ کہ خدا تعالیٰ نے جنات کے سرداروں کی بیٹیوں سے شادی کی ہے جن کے بطن سے فرشتے پیداہوئے ہیں۔ فرشتے خداکی بیٹیاں ہیں۔صفحہ ۱۴۔

۸۔ حاملین عرش کی نسبت مشرکین عرب کا یہ اعتقاد تھاکہ چارفرشتے خداکا عرش تھامےہوئے ہیں۔ جن میں ایک فرشتہ آدمی کی صورت پر ہے جو اللہ کے ہاں بنی آدم کاشفیع ہے۔ دوسرا فرشتہ بیل کی صورت پر ہے وہ بہائم کا شفیع ہے۔ تیسرا فرشتہ کرگس کی صورت پر جو پرندوں کا شفیع ہے۔ چوتھا شیر کی صورت پر ہے۔ وہ درندوں کا شفیع ہے۔ مشرکین عرب ان چاروں فرشتوں کو دعول یعنی بزکوہی کہتے تھے صفحہ ۱۵۔

۹۔ جاہلیت کے لوگ تقدیر کے ویسے ہی قائل تھے جیسے مسلمان قائل ہیں۔ افلاس، توانگری، صحت، بیماری

اور ہرامر کو خدا کی طرف سے سمجھتے تھے اوریہ اعتقاد رکھتے تھے کہ جو کچھ ازل سے مقدر ہوچکاہے۔ وہی ہوا۔ وہی ہورہے اوروہی آئندہ ہوگا۔صفحہ ۱۵۔

۱۰۔ صائبین ۔ یہ وہ قوم تھی جس سے رئیس الموحدین سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کواکب پرستی میں مناظرہ کیا تھا اورستارہ اورچاند اورسورج کے چھپنے سے اُن کو قائل کیا تھا کہ یہ چیزیں معبود بننے کی قابلیت نہیں رکھتیں کیونکہ یہ چیزیں زوال پذیرہیں۔ ایک حالت پر قائم نہیں رہتیں اورمعبود ہونا چاہیے جو بے زوال ہو۔ غرض جس قوم کی ہدایت کےلئے حضرت ابراہیم علیہ السلام معبوث ہوئے تھے وہ قوم صابی کہلاتی ہے۔

آنحضرت سے پیشتر صائبین کی دوقسمیں تھیں۔ حنفاء، اورمشرکین۔ حنفاء وہی لوگ ہیں جن کا ذکر پہلے موحدین میں گذرچکاہے ۔ چونکہ آنحضرت بھی لوگوں کو توحید کی طرف بلاتے تھے اس لئے نصارقریش آپ کو صابی کہتے تھے۔ صفحہ دو ملاحظہ ہوتاریخ الحرمین الشریفین صفحہ ۸۸۔

۱۱۔ حنفایا موحدین: اس فرقہ کے لوگ حضرت ابراہیم اوراُن کے صاحبزادے حضرت اسماعیل کے دین پر تھے۔ بت پرستی ، قتل اولاد، دادبنات وغیرہ امورمنکرہ اوران تمام بدعات سے جو عمر بن لحی خزاعی نے نکالی تھیں سخت متنفرتھے یہ لوگ موحد اورحنفاء یعنی تابع ملت ابرہیم کہلاتے تھے۔ لیکن ایسے تعداد میں بہت تھوڑے گذرے ہیں۔ اس فرقہ کے سب سے زیادہ مشہوربزرگ یہ ہیں۔

قُس بن ساعدہ۔ زید بن نفیل ۔ امیہ بن ابی الصلت ۔ ارباب بن رباب سویدین مصطلقی ۔ اسعد ابوکرب حیری، وکیع بن سلمہ بن زہیرایادی ۔ عمیر وبن حندب لجھنی، عدی بن زید، ابوقیس بن ابی انس۔ سیف بن ذی یزن ، ورقہ بن نوفل ۔ عامربن الظرب۔ عبدالطانجہ بن الثلعب۔ علاف بن شہاب۔ متملس بن امیہ ۔ زہیربن ابی سلمہ ۔ خالد بن سنان۔ عبداللہ قضاعی ، عبید بن ابرص الاسدی ، کعب بن لوتی ، قصی ، ہاشم عبدمناف۔

ان لوگوں کی نسبت اگرچہ پورے طورپر یہ دعویٰ نہیں کیا جاسکتا کہ اُن کے پاس حضرت ابراہیم یا اسماعیل کا دین

کامل ومکمل محفوظ تھالیکن اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ یہ لوگ اللہ اوریوم آخر پرپورا پورا ایمان رکھتے تھے ۔ صفحہ ۲، ۳۔

مشرکین (صابی) سبعہ سیارہ اوربارہ برجوں کوپوجتے تھے۔ سبعہ سیارہ شمس، قمر، زہرہ، مشتری، مریخ، زحل کے لئے اُنہوں نے علیحدٰہ علیحدٰہ ہیکلیں بنائی تھیں۔ جن میں اُن کی تصویریں تھیں۔ ان ستاروں کےلئے ان کے ہاں خاص خاص عبادتیں اوردعائیں مقررتھیں۔ وغیرہ صفحہ ۵، ۶۔

۱۲۔ یوں تو جاہلیت میں بے شمار بُت تھے جنکی تعداد ناممکن ہے خود خانہ کعبہ میں جو خدا کا گھر ہے ۳۶۰ بُت نصب تھے۔۔۔ ان بتوں کے علاوہ مکے کے ہر گھر میں ایک بُت تھا۔ جس کو وہ اپنے گھروں میں پوجتے تھے۔

بتوں کی پوجا میں چند امورکئے جاتے تھے۔ ان کو سجدہ کرتے تھے اورخانہ کعبہ کی طرح ان کے گرد طواف کرتے تھے۔ ان کے ہاتھ لگاتے تھے۔ اورنہایت ادب وتعظیم کے ساتھ بوسہ دیتے تھے۔ اُن کے نام پر قربانی کرتے تھے۔ ان کو دودھ اورمکھن اورہر قسم کی نذریں چڑھاتے تھے ۔ صفحہ ۱۵۔ ۲۴۔

۱۳۔ جاہلیت کے لوگ عیدیں کرتے تھے۔ ان کے جلسے ہوتے تھے۔ وہ غسل وطہارت کے پابند تھے۔ وہ نمازیں بھی پڑھا کرتے تھے وہ روزے بھی رکھا کرتے تھے۔ وہ اعتکاف بھی کرتے تھے۔ وہ حج بھی کیا کرتے تھے عورت مرد ننگے ہوکر رسوم حج ادا کیا کرتے تھے صفحہ ۳۹۔ سودلینے دینے کا رواج عرب میں خطرناک تھا۔ وقت مقررہ پر اگراصل رقم مع سود ادا نہ کی جاتی تھی تواگلی مہلت کےلئے وہ کل رقم ودگنی ہوجاتی تھی۔ صفحہ ۶۰ عرب شراب خوری اورجوئے کے سخت عادی تھے۔ جوابازی اُن کا سب سے بڑا مشغلہ تھا صفحہ ۶۱، ۷۶، ۹۱ تک لڑکیوں کو زندہ دفن کرکے مار ڈالے تھے۔ صفحہ ۱۰۵۔ جنوں اور بد ارواح کے سخت قائل تھے ۔ صفحہ ۱۲۶ جنتر منتر وغیرہ اُن کی تمام بیماریوں اوردہشتوں کے علاج تھے۔ مردوں کی قبروں پر اونٹ اورگھوڑے قربانی کیا کرتے تھے صفحہ ۷۶ امیر کی قبر پر زندہ اونٹنی باندھ دیا کرتے وہاں وہ بھوک پیاس سے خود مرجایا کرتی صفحہ ۷۲ اُن کا اعتقاد تھاکہ جب قبر میں آدمی کی ہڈیاں سڑگل جاتی ہیں تو مردہ کے سرسے الو کی شکل کاایک پرندہ نکلا کرتا ہے۔ صفحہ ۷۸۔

۱۴۔ عربوں میں آٹھ قسم کے نکاح مروج تھے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱۔ نکاحِ عام۔ اس نکاح کی صورت آج کل کے نکاح سے جو مسلمانوں میں رائج ہے ملتی جلتی تھی۔ جاہلیت کے شرفاء میں اکثراسی نکاح کا رواج تھا اوریہ نکاح اورنکاحوں سے بہتر خیال کیا جاتا تھا۔ اس کا طریق یہ تھا کہ ایک مرد دوسرے مرد سے اس کی بیٹی یا اُس عورت کی جو اُس کی ولایت میں ہوتی منگنی کی درخواست کرتا اوراُس کا مہر مقرر کرتا۔ جب وہ شخص منگنی منظورکرلیتا تومہر کی معین مقدار پر جس کا اُس مجلس میں ذکر ہوجاتا۔ اس کے ساتھ عقد کرتا۔ منگنی کی درخواست عورت کے باپ یا بھائی یا چچا یا چچازاد بھائیوں سے کرتے تھے۔ خاطب جب منگنی کی درخواست کرتا تو عورت کے باپ یاولی سے کہتا کہ خدا کرے کہ تم ہر صبح خوش رہو۔ پھر کہتا کہ ہم تمہارے جوڑ گوت اور ذات برادری کے ہیں۔ اگر تم ہم سے اپنی بیٹی بیاہ دو توہماری خوشی پوری ہوجائے گی اورہم تمہارے ہوجائینگے اورتمہاری تعریف کرتے ہوئے ہم تمہاری فرزندی میں داخل ہونگے۔ اوراگرکسی علت کی وجہ سے جس کو ہم بھی جانتے ہوں تم ہمیں محروم لوٹاؤ گے تو ہم تم کو معذور سمجھ کر لوٹ جائینگے۔ اگر عورت کی قوم سے خاطب کی قرابت قریبہ ہوتی اوراس کی منگنی منظورہوکر اس کے ساتھ عقد ہوجاتا تو رخصت کے وقت لڑکی کا باپ یا بھائی لڑکی سے کہتا۔ کہ خدا کرے جب تواُس کے پاس جائے توعیش وآرام سے رہے اورلڑکے جنے نہ لڑکیاں۔ خدا تجھ سے کثیرتعداد اور عزت والے اشخاص پیدا کرے اورتیری نسل ہمیشہ قائم رہے۔ اپنا خلق عمدہ رکھنا اوراپنے شوہر کی عزت اورتعظیم کرنا اورپانی کو خوشبو سمجھنا۔

اگرعورت کسی اجنبی اورپردیسی سے بیاہی جاتی تواس کا باپ یا بھائی اُسے کہتا کہ خدا کرے نہ توعیش وآرام میں رہے اورنہ لڑکے جنے۔ کیونکہ تو اجنبیوں سے قریب ہوگی اور دشمنوں کو جنے گی۔ اپنا خلق عمدہ رکھنا اوراپنے شوہر کے عزیزواقارب کی نظر میں پیاری بنی رہناکیونکہ اُن کی آنکھیں تیری طرف اٹھی ہوئی ہونگی اوراُن کے کان تیری طرف لگے ہوئے ہونگے اورپانی کو خوشبو سمجھنا۔

قریش اور عرب کے اکثر قبائل میں یہی نکاح رائج تھا اوراکثر شریف اورخاندانی لوگ اسی نکاح کو پسند کرتے تھے۔

۲۔ نکاح استبضاع : اس کی صورت یہ تھی کہ جب عورت حیض سے پاک ہوجاتی ہو تو اس کا شوہر اس سے کہتا کہ فلاں شخص کو اپنے پاس بلوالے اوراس سے ہم بستر ہوتاکہ اُس سے حاملہ ہوجائے۔ وہ عورت اس شخص کو بلواتی اوراس کے ساتھ ہم بسترہوتی۔ اس عرصہ میں اس کا شوہر اس سے علیحدہ رہتا اورجب تک اُس عورت کو اس شخص سے حمل ظاہر نہ ہوتا جس سے اس نے استبضاع چاہا تو شوہر اُس کو ہاتھ نہ لگاتا۔جب اس سے اُس کا حمل ظاہر ہوجاتا اس وقت اس کا شوہر جب اُس کا جی چاہتا اُس کے ساتھ ہم بسترہوتا۔ استبضاع اُن سرداروں اوروٗساء کے ساتھ کراتے تھے جو شجاعت یا سخاوت وغیرہ اوصاف میں مشہور ہوتے تھے اوریہ اس لئے کرتے تھے کہ بچہ نجیب وشریف پیدا ہو۔کیونکہ عمدہ نر کے پانی سے عمدہ ہی اولاد ہوتی ہے گویا اکابراور شرفاء سے تخم لینے کا نام استبضاع تھا۔ آریوں کا نیوگ اوریہ صورت ایک قسم کی ہے۔حیض سے پاک ہونے کے بعد اس لئے کرتے تاکہ اس عورت کو حمل رہ جائے۔کیونکہ اس وقت نطفہ ٹہرانا زیادہ یقینی ہے[2]۔

۳۔ نکاح کی ایک اورقسم: چند آدمی مل کر جو دس سے کم نہ ہوتے عورت کے پاس جاتے اورنوبت بہ نوبت اُس سے ہمبستر ہوتے۔ یہ کام عورت کی رضامندی اورآپس کے اتفاق سے کرتے۔ جب عورت حاملہ ہوجاتی اورمدت مقررہ کے بعد بچہ جنتی اوربچہ پیدا ہوئے چند دن گذرجاتے تو ان سب کو اپنے پاس بلواتی وہ سب اُس کے پاس جمع ہوجاتے کسی کی یہ مجال نہ ہوتی کہ اُس کے پاس آنے سے انکارکرے جب وہ اس کے پاس جمع ہوجاتے تواُن سے کہتی کہ تم نے جو میرے ساتھ کیا ہے تمہیں معلوم ہے۔ اب میں نے یہ بچہ جنا ہے سوائے فلانے یہ تیرا بیٹا ہے۔ عورت جس کو چاہتی اس کا نام لے دیتی اوروہ اس کا بیٹا قرارجاتا۔ وہ شخص اُس کے قبول کرنے سےانکارنہ کرسکتا تھا یہ اس وقت ہوتا تھا جب بچہ لڑکا ہوگا اوراگرلڑکی ہوتی تو اس کےلئے اُس کی

---

[2] بلوغ الارب فی احوال العرب۔

ضرورت نہ تھی کہ کس کی بیٹی قراردیا جائے۔ کیونکہ لڑکیوں کو زندہ دفن کردیتے تھے۔

۴۔ نکاح کی ایک اورقسم : بہت سے آدمی جمع ہوکر عورت کے پاس جاتے وہ کسی کو جو اس کے پاس آتا منع نہ کرتی۔ یہ فاحشہ عورتیں تھیں جو اپنے دروازوں پر جھنڈیاں کھڑی کرتی تھیں۔ یہ جھنڈیاں اس بات کی نشانی ہوتی تھیں کہ جو اُن کے پاس آنا چاہے چلاآئے۔ کسی کوممانعت نہیں ہے۔ ان میں سے جب کوئی عورت ان میں سے حاملہ ہوجاتی اوربچہ جنتی تو سب اُس کے پاس جمع ہوجاتے اورایک قیافہ شناس کو بلاتے ۔ قیافہ شناس بچہ کو جس کے مشابہ پاتا اس کا بیٹا قراردیتا۔ عورت بچہ اس کو دے دیتی اوروہ اس کا بیٹا کہلانے لگتا ۔ مرد اس سے انکارنہیں کرسکتا تھا۔ جاہلیت میں اپنے دروازوں پر جھنڈیاں کھڑی کرنے والی عورتوں میں سے ہشام بن ابکلی نے کتاب شاب میں دس سے زیادہ مشہور عورتیں کے نام بیان کئے ہیں۔ انہیں میں سے ایک عورت ام مہزول تھی جو جاہلیت میں زنا کراتی تھی۔ اسلام کے زماہ میں بعض صحابہ نے اس سے نکاح کرنا چاہا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ الزانیتہ لاینکحہما الا زان ادمشرك ۔یعنی زانیہ عورت سے نکاح کرنا زانی یا مشرك کاکام ہے۔

۵۔ نکاح الخدن۔ اس کی طرف قرآن مجید کی اس آیت میں اشارہ کیا گیا ہے۔ فحصنات غیر مافحات دلا متخذات اخدان۔

خدن کے معنی یارانے کے ہیں یعنی مخفی طورپر کسی عورت سے یارانہ کرنا زمانہ جاہلیت کے لوگ کہا کرتے تھے کہ جونکاح چھپا کر کیا جائے اس میں مضائقہ نہیں ہے لیکن جونکاح ظاہر وہ منحوس ہے۔

۶۔ نکاح متعہ: متعہ کی یہ صورت تھی کہ عورت سے ایک مدت معینہ کےلئے نکاح کرتے تھے جب مدت ختم ہوجاتی تھی تو زوجین کے درمیان خود بخود فرقت واقع ہوجاتی تھی۔

۷۔ نکاح البدل: اس کی یہ صورت تھی کہ ایک مرد دوسرے مرد سے کہتا تھاکہ تومیرے لئے اپنی عورت سے جدا ہوجا ۔ میں تیرے لئے اپنی عورت سے علیحدہ ہوتاہوں

اس طرح پردہ آپس میں ایک دوسرے سے اپنی بیویاں بدل لیتے تھے۔ اوریہ اُن کے نزدیک نکاح تھا۔

۸۔ نکاح شغار: اس کی یہ صورت تھی کہ آدمی اپنی بیٹی یا بہن یا بھتیجی یا کسی اورعزیز کو اس پر کسی کے ساتھ بیاہ دیتا کہ وہ اپنی بیٹی یا بہن یا بھتیجی یا کسی اورعزیز کو اس کے ساتھ بیاہ دے۔ ان دونوں نکاحوں میں مہر کسی کا مقرر نہیں کیا جاتا تھا بلکہ یہ آپس کا تبادلہ یعنی ایک نکاح دوسرے نکاح کا مہر ہوتا تھا۔ ہندوستان میں اس کو آٹا ساٹی کہتے ہیں۔ لیکن یہاں دونوں نکاحوں میں مہر بھی ہوتا ہے۔ جاہلیت میں سوائے تبادلہ کے مہر کچھ نہیں ہوتا تھا۔

اہل جاہلیت : ماں ،بیٹی ، خالہ ، پھوپھی ، بہن، بھانجی، بھتیجی ،اوران تمام عورتوں سے نکاح نہیں کرتے تھے ۔ جن سے شریعت اسلام میں نکاح کرنا حرام ہے۔ ان رشتہ دارعورتوں کو خواہ وہ نسبی ہوتیں یا رضاعی ۔ نکاح میں لانا حرام جانتے خصوصاً قریش اس بارہ میں سب سے زیادہ حیا اور غیرت والے تھے اوران ازحام قریبہ کی حرمت کا پورا پورا پاس ولحاظ رکھتے تھے ۔ مسلمانوں کےہاں جو عورتیں محرمات میں داخل ہیں۔جاہلیت میں اُن میں سے صرف دوصورتیں مستثنیٰ تھیں۔ اول یہ کہ وہ لوگ اپنے باپ کی منکوحہ سے نکاح میں مضائقہ نہیں سمجھتے تھے ۔ کیونکہ وہ اُس کو میت کا ترکہ تصور کرتے تھے۔ باپ کی بیوی کا سب سے زیادہ مستحق اُس کا بڑا بیٹا خیال کیا جاتا تھا ۔ اگر وہ اس کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا تو بے تامل کرلیتا کوئی عیب نہ تھا۔ چنانچہ جاہلیت میں ایسے بے شمار نکاح ہوئے ہیں یہ لوگ اس قسم کا نکاح کرتے تھے اُن کو ضیزن کہا جاتا تھا۔ بنی قیس بن ثعلبہ میں سے تین بھائیوں نےیکے بعد دیگرے اپنے باپ کی بیوی سے نکاح کیا تھا۔ اوس بن حجر تمیتی اُن کو اُن کے اس فعل پر عارہ دلاتا ہے۔

نیکوا فیکھتہ وامشواحول قبتھا

فکلمہ لا بیہ ضیزن سلف

فکیہ سے ہم بستر ہو اوراُس کے قبہ کے گرد چکر لگاؤ۔ تم سب اپنے باپ کے میزن سلف ۔

اگر میت کا بڑا بیٹا اُس کی بیوی سے نکاح کرنا نہ چاہتا تو اُس کے چھوٹے بھائی کرلیتے اوراگر وہ بھی نہ چاہتے تو میت کا

اورکوئی قریبی رشتہ دارکرلیتا اس میں عورت کی رضا مندی کی ضرورت نہ تھی۔ کیونکہ وہ میت کا ترکہ تھی۔ جو کوئی اس پر اپنا کپڑا ڈال دیتا وہی اُس کے نکاح کا مالك ہوجاتا۔ جاہلیت میں اس نکاح کو نکاح مفت کہتے تھے اورجواولاد اس سے پیدا ہوتی تھی اُس کو مقتی۔ قرآن مجید میں خدا تعالیٰ نے اس نکاح کو حرام فرمایا اوراس کی مذمت میں یہ آیت نازل فرمائی ولا تنکحواما نکح اباؤکمہ من النساء الا ما قدسلف انه کان فاحشه ومقتاً ساء سبیلا۔ یعنی جن عورتوں سے تمہارے باپوں نے نکاح کیا ہے تم اُن عورتوں سے نکاح نہ کرو۔ پہلے جو ہوچکا سوہوچکا ۔ یہ نکاح کرنا بیحیائی اورخدا کے غصے کا باعث ہے۔

دوسری صورت جو شریعت اسلام کے خلاف تھی یہ تھی کہ وہ لوگ نکاح میں دوسگی بہنوں کی ایك وقت میں جمع کرلیتے تھے۔ اس میں بھی اُن کے نزدیك کوئی عیب نہ تھا۔ خدا تعالیٰ نے اس کو بھی ان تحجموا بین الا ختین نازل فرما کر حرام فرمایا۔ یعنی تم پر دوبہنوں کا ایك وقت میں نکاح جمع کرنا حرام ہے۔

جاہلیت میں نکاح کی کوئی حد معین نہ تھی۔ مرد جس قدریہ بیویاں چاہتے تھے کرلیتے تھے۔ چنانچہ جب قیس بن حارث مسلمان ہوئے تو اُس وقت اُن کے نکاح میں آٹھ عورتیں تھیں اورغیلان بن سلمه ثقفی کے اسلام قبول کرنے کے وقت ان کے نکاح میں دس عورتیں تھیں اسلام نے زیادہ سے زیادہ چارنکاحوں کی اجازت دی اوراس سے زیادہ کی ممانعت کردی۔(رسوم جاہلیت صفحہ ۴۲ سے ۴۷ تك)

خطبات احمدیہ مصنفه سرسید مرحوم اور رسوم جاہلیت مصنفه مولوی نجم الدین صاحب نے جو کچھ صابیوں کے مذہب وعقائد ورسوم کی بابت فرمایا عام طور سے بت پرست عربوں کے مذہب وعقائد کا بیان فرمایا ہے وہ یہودیت وعیسائیت کے اثر سے غیرموثر زمانہ کے عربوں کا یا صابیوں کا بیان ہے جو عرب یہودیت وعیسائیت کے اثر سے موثر نہ ہوئے تھے وہ واقعی ایسے ہی مذہب وعقائد ورسوم کے ماننے والے تھے جیسے مذہب وعقائد ورسوم کا سرسید اورمولوی نجم الدین صاحب نے بیان فرمایا ہے ۔ مگرافسوس ہے کہ ہم اس بیان کوپورا بیان نہیں مان سکتے۔

سرسید اورمولوی نجم الدین صاحب نے خصوصاً صابیوں اور حنفاء کے بیان میں صفائی وتکمیل کا بہت کم خیال رکھا ہے۔ ان بزرگوں کے بیان سے پایا جاتا ہے کہ گویا بت پرست عربوں میں یہودیوں اورعیسائیوں کے سوا واحد خدا کو ماننے والے عرب بھی موجود تھے جن کو حنفاء کہا گیا ہے۔ پر ہمیں اس قدراعتراف ہے کہ حضرت محمد کے زمانہ سے پیشتر تمام عرب میں واحد خدا کے عالم وعارف وعابد صرف یہودی اور عیسائی ہی موجود تھے۔یا ان دونوں مذاہب کے متلاشی ہونگے جو واحد خدا کا اعتراف واعتقاد رکھتے ہونگے پھر ان متلاشیوں کو یہودیوں اورعیسائیوں سے الگ شمارنہیں کیا جاسکتا۔ ان کے سوا عرب میں کوئی فریق کثریاقلیل ایسا متحقق نہیں ہوسکتا جسے عرب کے موحدین کا نام دیا جاسکے۔

نویں فصل

قبل ازحضرت محمد عرب میں غیرعربی مذاہب کی ہستی واشاعت

حضرت محمد کی پیدائش سے پیشترعرب میں غیرعربی مذاہب کی زبردست اشاعت ہوئی تھی۔ان میں ایک تویہودی مذہب تھا۔ دوسرا عیسائی مذہب تھ۔ تیسرا ایرانی مذہب تھا ۔ ان ہرسند مذاہب کا بیان ذیل میں کیا جاتا ہے۔

دفعہ ۱۔ عرب میں ایرانی مذہب ۔ یہ مذہب دراصل یہودیت وعیسائیت کے بعد عرب میں آیا۔ چونکہ ایرانی مذہب تبلیغی مذہب نہ تھا۔ اس وجہ سے عرب میں اس کی بہت اشاعت نہ ہوئی ۔ نہ یہودیت وعیسائیت کے مقابل اس کی لوگوں نے کچھ قدرومنزلت کی۔ ابن ہشام میں اس کا ذکر حسب ذیل آیا ہے۔

اس کے بعد ملک یمن حبشیوں کے ہاتھ سے نکل کر ایرانیوں کے قبضہ میں آیا توکچھ مدت تک دہرزحکومت کرتا رہا پھر جب دہرزکا انتقال ہوگیا۔ تو نوشیرواں نے دہرز کے

بیٹے مرزبان کویمن کاحاکم مقررکردیا اورمرزبان کے بعد اس کے بیٹے تینجان کو وہاں کا امیربنادیا۔ تینجان کے انتقال کے بعد اس کے بیٹے کو مقررکردیا۔ پھر اُس کو معزول کرکے ایک شخص مسمی باذان کویمن کا امیرمقررکردیا تھا رسول اللہ کی بعثت کے وقت یہی باذان یمن کا بادشاہ تھا۔ زہری کاقول ہے کہ جب رسول معبوث ہوئے اورآپ کی شہرت کسرا کے کان تک بھی پہنچی تو نوشیرواں نے یمن کے حاکم باذان کولکھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ قبیلہ قریش کے ایک شخص نے مکہ میں نبوت کا دعویٰ کیا ہے تم اُس کے پاس جاؤ اوراُس سے توبہ کے خواستگاربنو۔ اگروہ اپنے دعویٰ سے بازآجائے تو فبہا ورنہ اُس کا سرمیرے پاس بھیج دو۔ جب باذان کے پاس نوشیرواں کا یہ خط پہنچا تواُس نے وہی خط رسول اللہ کی خدمت میں بھیج دیا۔ رسول اللہ نے اس کے جواب میں لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے خبردی یہ خط پہنچا تواُس نے وہ جواب نوشیرواں کے پاس نہ بھیجا اورانتظاری کرنے لگے کہ اگریہ نبی ہوگا تو اس کا قول صحیح ہوگا ورنہ پھر دیکھا جائے گا۔ مگراللہ تعالیٰ نے نوشیرواں کو اسی روزقتل کردایا جس کا وعدہ رسول اللہ وسلم کو دیا گیا تھا۔ابن ہشام کہتا ہے کہ جب باذان کو نوشیرواں کے قتل کی خبرپہنچی تواسلام لے آیا اوربہت سے ایرانی بھی اُس کے ساتھ اسلاملانے میں شریک ہوئے ۔پھراُنھوں نے ایک قاصد اپنی طرف سے رسول اللہ کی خدمت میں بھیج کر اپنے اسلام لانے کی اطلاع دی اوردریافت کیاکہ اب ہم کس کی طرف منسوب ہونگے ۔ رسول اللہ نے فرمایا اوراب تم مجھ سے ہو اورمیری طرف منسوب ہو اورتم میرے اہل بیت ہو۔ اس واسطے رسول اللہ نے سلیمان فارسی کے حق میں کہا تھا (سلیمان منا اہل بیت) سلیمان ہمارے اہلبیت سے یہاں تک تویمن کی کیفیت بیان ہوئی ۔ اب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ عرب میں بُت پرستی کی بنیاد کیونکر پڑی۔ اس کےواسطے نزاربن معد کہ اولا د کا حال قابل ذکر ہے (سیرت ابن ہشام صفحہ ۲۳)۔

دفعہ ۲۔ عرب میں یہودی قوم کی آمد: مولانا عبدالسلام صاحب ندوی لکھتے ہیں ۔ عمالقہ کے بعد مدینہ میں یہود آباد ہوئے ۔ اُن کے آباد ہونے کے متعلق روائتیں ہیں۔ ایک روایت تویہ ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ

السلام فرعون کی سرکوبی سے فارغ ہوچکے تو اُنھوں نے شام
میں کنعانیوں کی سرکوبی کےلئے ایک فوج روانہ کی ۔ اوران کو
بالکل تباہ وبرباد کردیا۔اس کے بعد ارض حجازمیں عمالیق
کی طرف فوج بھیجی اورحکم دیا کہ بجزان لوگوں کے جو یہودی
مذہب کو قبول کرلیں وہاں کسی بالغ شخص کا وجود باقی نہ
رہے۔ چنانچہ یہ فوج ارض حجاز میں آکر عمالقہ سے معرکہ
آرا ہوئی اوراُن کو شکست دی اوراُن کے بادشاہ ارقم کو قتل
کردیا اوراس نے اس بادشاہ کے ایک لڑکے کو بھی گرفتارکرلیا
لیکن چونکہ وہ نہایت حسین اورنوخیز تھا اس لئے اُس نے اس
کے قتل کرنا پسند کیا اوراس کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی
رایِ پر موقوف رکھا لیکن یہ لوگ جب اس نوجوان کو لیکر چلے
تو اُن پہنچنے سے پہلے ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وصال
ہوچکا تھا اس لئے اسرائیل نے اُن کا خیر مقدم کیا۔ حالات
واوقعات پوچھے اورمژدہ فتح سننے کے بعد اس جوان کا حال
دریافت کیا۔ ان لوگوں نے اس کا واقع بیان کیا تو ان لوگوں نے
متفقا کہا کہ یہ ایک گناہ کا کام ہے کیونکہ تم نے اپنے پیغمبر
کے حکم کی خلاف ورزی کی ہے اب تم ہمارے ملک میں
داخل نہیں ہوسکتے ۔ یہ کہکر اُن کو شام میں آنے سے روک
دیا۔ اب اس فوج نے یہ رایِ اقراردی کہ اپنے ملک کے بعد
ہمارے جدید متفوحہ ملک سے بہترکوئی جایِ قیام نہیں ہے
چنانچہ وہ حدود شام سے پلٹ کر حجاز اورمدینہ میں آکرآباد
ہوگئے ۔ اس کے بعد کاہن بن ہارون علیہ السلام کی اولاد بھی
مدینہ کے نشیبی حصہ میں آکر آباد ہوگئی اوراس طرح ایک
مدت تک مدینہ میں یہود کا قیام رہا۔

اس کے بعد رومیوں نے شام پر فاتحانہ حملہ کیا
اوربکثرت یہودیوں کو تہ تیغ کردیا۔ اس حالت میں بنوقریظہ
اوربنو نضیر شام سے بھاگ کر حجازمیں آئے اوراپنے اسرائیلی
بھائیوں کے ساتھ آباد ہوگئے۔

اسی سلسلہ کی ایک روایت یہ بھی ہے کہ جب شاہِ روم
نے شام میں یہودیوں کو شکست دی توبنو ہارون کے خاندان
میں شادی کرنا چاہی لیکن یہودی مذہب عیسائیوں کے
ساتھ نکاح کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ اس لئے یہ لوگ
بلطائف الحیل اُس کو دھوکہ سے قتل کرکے حجاز میں بھاگ
آئے اوریہیں مستقل سکونت اختیارکرلی۔

لیکن طبری کی ایک روایت یہ ہے کہ جب بختصر نے شام میں یہودیوں کو تباہ وبرباد کرکے بیت المقدس کو منہدم اورویران کردیا تو وہ وہاں سے نکل کر حجازمیں آکرآباد ہوگئے۔

انصار: انصاراصل میں یمن کے رہنے والے تھے اورقحطانی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔یمن میں جب مشہورسیلاب آیا جو سیل عرم کے نام سے مشہورہے تویہ لوگ یمن سے نکل کر مدینہ میں آباد ہوگئے ۔ یہ دوبھائی تھے اوس اورخزرج تمام انصارانہی دوکے خاندان سے ہیں۔ ان لوگوں نے مدینہ میں قیام کیا تو ابتداء میں نہایت تکلیف اورعسرت کے ساتھ محکومانہ اورغلامانہ زندگی بسر کی ۔ بنو قریضہ اوربنو نضیر نے یہاں شاہانہ اقتدارحاصل کرلیا تھا اورانصاران کو خراج دیتے تھے۔چنانچہ ایک شاعر کہتا ہے۔

نووی الخرج بعد خراج کسری

وخرج بنی قریظه والنضیر

اس وقت تمام یہود اوس اورخزرج میں بادشاہ کے زیر فرمان تھے اُس کا نام فیطوان یا فیطون تھا اوروہ اس قدرجابرانہ اور مستبدانہ حکومت کرتاتھا کہ جب کسی باکرہ لڑکی کی شادی ہوتی تھی تو شوہر کے پا س جانے سے پہلے اس کو مجبوراً اس کے شبستان عیش میں ایک رات بسرکرنی پڑتی تھی۔اس وقت انصار کے سردار مالك بن عجلان تھے جو نہایت غیوراور باحمیت تھے۔ چنانچہ اُن کی بہن کی شادی ہوئی اوررخصتی کا وقت آیا تو وہ اپنی پنڈلیوں کو کھولے ہوئے بھری مجلس میں آئی۔ اتفاق سے مالك بن عجلان بھی مجلس میں تھے۔ اُنہوں نے اس کی یہ دیدہ دلیری دیکھی تواُس کو لعنت ملامت کی لیکن اس نے کہا کہ "آج شب کو جو واقعہ پیش آنے والا ہے وہ اس سے بھی زیادہ سخت ہوگا۔کیونکہ مجھے اپنے شوہر کے علاوہ ایک دوسرے شخص کے پاس رات بسرکرنی ہوگی۔ یہ کہکر وہ گھر کے اندرچلی گئی اورمالك بھی جوش وغصہ سے بیتاب ہوکراُس کے ساتھ گھر میں آئے اورباہم یہ رائے قرارپائی کہ جب فیطون اُس کے پاس آئے تواُس کا کام تمام کردیں۔ چنانچہ اس قرارداد کے بموجب وہ عورتوں کے لباس میں اُس کے ساتھ گئے ۔ اورجب فیطون اُن کی بہن کے پاس آیا تواُنہوں نے تلوارسے اس کا کام تمام کردیا اورمدینہ سے بھاگ کرشام میں غسانی خاندان کے بادشاہ ابوجلیله کے

دامن میں پناہ لی اوراس کوتمام واقعہ کہہ سنایا۔ ابوجلیلہ نے
فیطون کے جبروتشدد کی یہ پرورروداستان سنی تو قسم کھائی
کہ جب تک مدینہ پہنچ کریہود کوتباہ وبرباد نہ کریگا نہ کسی
عورت سے مقاربت کرے گا نہ شراب پیئے گئے۔ اورجب
فیطون اُن کی بہن کے پاس آیا تو اُنہوں نے تلوار سے اس کا کام
تمام کردیا اورمدینہ سے بھاگ کرشام میں غسانی خاندان کے
بادشاہ ابو جلیلہ کے دامن میں پنا ہ لی اوراس کو تمام واقعہ
کہہ سنایا۔ ابوجلیلہ نے فیطون کے جبروتشدد کی یہ پرورد
داستان سنی تو قسم کھائی کہ جب تک مدینہ پہنچ کریہود کو
تباہ وبرباد نہ کرے گا نہ کسی عورت سے مقاربت کرے گا نہ
شراب پیئے گا اور نہ خوشبولگائے گا ۔ چنانچہ ایک عظیم
الشان فوج کے ساتھ شام سے روانہ ہوکر مدینہ کے قریب
مقام ذی حرمین میں پڑڈالا اوراس اورخرج کو مخفی طورپر
یہ پیغام کہلا بھیجا کہ وہ تمام یہودی سرداروں کودھوکے سے
قتل کردینا چاہتے ہے۔ لیکن اگر ان کو خبر ہوگئی تو قلعہ گیر
ہوجائینگے ۔ اس لئے یہ رازکسی پر افشا نہ ہونے پائے ۔ اس کے
بعد یہودیوں کے سرداروں کودعوت دے کر بلایا اور صلہ
وانعام کی توقع دلائی ۔ چنانچہ یہ لوگ اپنے خدم وحشم کے
ساتھ شرکتِ دعوت کےلئے روانہ ہوئے ۔ اورجب سب کے
سب آگئے تو اُن لوگوں کو خیمہ کے اندرلے جاکر قتل کردیا
اوریہ پہلا دن تھا۔ کہ اوس خزرج نے مدینہ میں اقتدار
حاصل کیا۔ سال وجائیداد کے کے مالک ہوئے نہایت کثرت
سے قلعہ بنائے اورایک مدت تک متحدہ طاقت کے ساتھ
شاہانہ زندگی بسر کی۔ لیکن اس کے بعد خانہ جنگیوں کا ایک
طویل سلسلہ جس کی ابتدا جنگ سمیر سے ہوئی قائم ہوکر
تقریباً ایک سو بیس برس تک قائم رہا اوران لڑائیوں میں انصار
کی متحدہ طاقت بالکل پاش پاش ہوگئی ۔ (تاریخ الحرمین
شریفین صفحہ ۱۷۴سے ۱۷۶)۔

مولانا عبدالسلام پھر لکھتےہیں کہ ۔ چنانچہ سب سے
پہلے سلاطین حمیرتبع بن حسان نے جویہودی تھا کوشش کی
اوراس خزرج کی جنگ سے فارغ ہوکرمدینہ سے واپس آنا چاہا
تو خانہ کعبہ کے منہدم کرنے کا قصد کیا لیکن اس کے ساتھ
جو احبار یہود تھے انہوں نے اس کو روک دیا۔۔۔ اور واپس

چلاآیا۔ صفحہ ۱۱۔ سیرت ابن ہشام صفحہ ۷، ۸ تک تبع بن حسان کا مفصل بیان ملاحظہ ہو۔آپ پھرلکھتے ہیں کہ

عرب کی تجارت تمام تریہودیوں کے ہاتھ میں تھی اوراُن کے مہاجنی کا روبار کا جال تمام ملک میں پھیلا تھا۔ ملک میں غلہ اورسامان شام کے بنطی اوریہودی لا تے تھے اوریہی یہاں کے بیوپاری تھے۔ یہودیوں کی تجارتی کوٹھیاں جو قلعوں کا مقابلہ کرتی تھیں ہر جگہ قائم تھیں"۔صفحہ ۱۰۔

اپنے خطبات میں سرسید عرب کے یہود کا مندرجہ ذیل بیان لکھتے ہیں۔ یہودی مذہب کوشام کے یہودیوں نے عرب کے ملک میں شائع کیا تھا جو اُس ملک میں جاکر آباد ہوئے تھے ۔ بعض مصنف ناواجب جرات کرکے یہ رائی دیتے ہیں کہ ایک قوم قوم بنی اسرائیل کی اپنے جتھے سے علیحدہ ہوکر ملک عرب میں جابسی تھی اوروہاں اکثر قوموں کو اپنا مذہب تلقین کیا۔ مگر یہ راۓِ صحت سے بالکل معرا ہے۔ اصل یہ ہے کہ یہودی مذہب عرب میں اُن یہودیوں کے ساتھ آیا تھا جو ۳۵صدی دینوی میں یا پانچویں صدی قبل حضرت مسیح کے بخت نصر کے ظلم سے جو ان کے ملک اورقوم کی تخریب کے درپے ہوا تھا بھاگ گئے تھے اورشمالی عرب میں بمقام خیرآباد ہوئے تھے۔ تھوڑے عرصے بعد جبکہ اُن کی مضطرب حالت نے کسی قدرسکون اورقرارپکڑا اُنہوں نے اپنے مذہب کو پھیلانا شروع کیا اورقبیلہ کنانہ اور حارث ابن کعب اورکندہ کے بعض لوگوں کو اپنے مذہب میں لا ئے جبکہ ق۳٦۵ دینوی میں ۳۵۴ قبل مسیح کے یمن کے بادشاہ ذونواس حمیری نے مذہب یہوداختیارکیا۔ تب اُس نے اورلوگوں کو بھی بالجبراس مذہب میں داخل کرکے اس کو بہت ترقی دی۔ اُس زمانہ کے یہودیوں کو عرب میں بڑا اقتدارحاصل تھا اوراکثرشہراورقلعے اُن کے قبضے میں تھے۔

اس بات کے یقین کرنے کا قوی قرینہ یہ ہے کہ یہودی بُت پرستی کو گوغصہ اورحقارت کی نظر سے دیکھتے ہونگے مگر عرب کی کوئی مقامی روایت اس مضمون کی نہیں پائی جاتی کہ خانہ کعبہ کی نسبت ان یہودیوں کی رائے عربوں کی رائے سے برخلاف تھی۔ مگر یہ امر تسلیم کیا گیاہے کہ ایک تصویر یا مورت حضرت ابراہیم کی جن کے پاس ایک مینڈھا قربانی کے واسطے موجود کھڑا تھا یہودیوں کے ذریعے سے خانہ کعبہ میں

اُس بیان کے مطابق جو توریت میں ہے کھینچی گئی ہوگی یا رکھی گئی ہوگی۔ کیونکہ یہودی اس قسم کی تصویروں یا مورتوں کے بنانے اور رکھنے کوگناہ نہیں سمجھتے تھے۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ یہودیوں کے ذریعہ سے ملک عرب میں خدا تعالیٰ کی معرفت کاعلم جیساکہ قبائل عرب میں بالعموم پیشتر تھااُس سے بھی دوچندہوگیا۔ وہ عرب جنہوں نے یہودی مذہب قبول کرلیا تھا اوروہ لوگ بھی جو اُن سے ساہ ورسم رکھتے تھے ۔ اس سے فائدہ مند ہوئے تھے۔ کیونکہ یہودیوں کے پاس ایک عمدہ قانونِ شریعت اور سوشیل اورپولٹیکل کا موجود تھا اوراس زمانہ کے عرب اس قسم کی چیز سے بالکل بے بہرہ تھے۔ اس سے ایک مغفول طورپر استنباط ہوتا ہے کہ بہت سے خانگی اورسوشیل آئین اوررسوم کو جو اس قانون میں مذکورہیں عربوں نے اختیار کرلیا ہوگا ۔ خصوصاً یمن کےرہنے والوں نے جہاں کہ اُن کے بادشاہ ذونواس نے یہودی مذہب قبول کرلیا تھا۔ ---- اوراس نے یہودی مذہب کی ترویج میں کوشش کی ہوگی۔

ہم کو اس مقام پر مذہب یہود کےمسائل اورعقائد اوراُن کی رسموں اورطریقوں پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی کیونکہ یہ سب باتیں توریت میں موجود ہیں اورہر شخص اُن سے کسی نہ کسی قدر واقف ہے۔ اور وہ امورجن کا بیان کرنا ہم کو بالتخصیص مدنظر ہے۔ اُس مقام پر بیان ہونگے جہاں کہ ہم مذہب یہود اوراسلام کے تعلق باہمی پر بحث کرینگے۔ (الخطبات احمدیہ صفحہ ۱۴۱، ۱۴۲)۔

بیان مافوق میں چاریہودی بادشاہوں کا ذکر ہوچکا ہے یعنی ملکہ سباکا۔تبغ بن حسان کا ۔ حارث کا ۔ ذونواس کا۔ ان یہودی سلاطین عرب کے زمانوں میں یہودی مذہب کی عرب میں کافی اشاعت ہوئی ہوگی ۔ اگرچہ سرسید نے صرف قبیلہ کنانہ ۔ حارث بن کعب اورکندہ کا ہی یہودی ہونا مانا ہے۔

مگر ابن ہشام عرب کے یہودی قبائل کی فہرست میں اچھا خاصہ اضافہ کرتاہے۔جن کے نام ذیل میں درج ہیں۔ مثلاً بنی عوف (۲) بنی نجار(۳) بنی حرث(۴)بنی ساعدہ(۵) بنی جشم(۶) بنی اوس(۷) بنی ثعلبہ (۸) بنی

شطنه صفحه(۱۷۸ سے ۱۸۰) تک قبیلہ طے۔جس میں سے کعب بن اشرف مشہور آدمی تھا۔ (۹) قیقاع (۱۰) بنی قریظ (۱۱) بنی زریق (۱۲)بنی نضیر(۱۳) بنی حارثہ(۱۴) بنی عمرو ۔ بن عوف صفحہ ۱۸۳ سے ۱۸۴(۱۵) بنی مصطلق صفحہ ۳۵۵ اگران کےساتھ ڈاکٹر عبدالحکیم خاں سول سرجن پٹیالہ کی تفسیر القرآن بالقرآن کے صفحہ ۵۹۹ ۔ ۶۱۳ تک پڑھ کر بنی غالب۔ اہل تھامہ ۔ غطفان۔ اہل نجد کے نام یہودی قبائل میں شامل کرلیں تو عرب میں یہودیوں کی معقول آبادی ثابت ہوسکتی ہے اس کے سوا بھی ملک میں یہودی آبادی کا سراغ ملتا ہے۔ چنانچہ ابن ہشام لکھتا ہے کہ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ جب حضور نے (حضرت محمدنے) معاذ بن جبل کو یمن کی طرف رخصت کیا تو وصیت فرمائی تھی کہ لوگوں کے ساتھ نرمی کرنا سخری نہ کرنا اوربشارت دینا متنفر نہ کرنا اورتم ایسے اہل کتاب کے پاس جاؤ گے جو تم سے پوچھینگے کہ جنت کی کنجی کیا ہے؟ تم جواب دینا کہ جنت کی کنجی لا الہ اللہ وحد ہ لا شریك لا کی گواہی ہے صفحہ ۷۰۴۔

مزید براں عرب میں یہود پانچ وقت عبادت کیا کرتے تھے۔ اُن کی پانچ نمازیں غیر یہود عرب کے نزدیك نہایت پسندیدہ تھیں۔ ابن ہشام لکھتا ہے کہ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ عاصم بن عمر ابن قتادہ بنی قریظہ کے ایك شیخ سے نقل کرتے کہ اُنہوں نے مجھ سے کہا تم کو معلوم ہے کہ ثعلبہ بن سعید اوراسد بن سعید اوراسد بن عبید جوبنی قریظہ کے بھائیوں میں سے جاہلیت میں اُن کے ساتھ اورپھر اسلام میں اُن کے سردارتھے اُن کے اسلام لانے کی کیا وجہ ہوئی ۔ عاصم کہتے ہیں کہ میں نے ان کے شیخ سے کہا مجھ کو نہیں معلوم شیخ نے کہا شام کے یہودیوں میں سے ایك شخص جس کا نام ہیبان تھا اسلام کے ظہور سے چندسال پیشتر ہمارے پاس آیا اورہمارے اندر ٹھہرا ۔ پس قسم ہے خدا کی ہم نے کوئی شخص اس سے بہتر پانچوں نمازیں ادا کرنے والا نہ دیکھا اور وہ یہودی ہمارے ہاں ٹھہرا رہا۔چنانچہ ایك دفعہ امساك باراں ہوا۔ ہم نے اس سے کہا اے ابن ہیبان تم چل کر ہمارے واسطے دعا نزول باران کرو۔۔۔ اُس نے دعا کی اور

ہنوز وہ اپنی جگہ سے اٹھنے نہ پایا تھاکہ ابرنمودارہوااوربارش شروع ہوئی الخ صفحہ ٦٦، ٦٧۔

ہم پیشتر اسلامی روایات سے دکھاچکے ہیں کہ یہودی عرب میں حضرت محمد سے پیشر صدیوں سے آباد چلے آتے تھے۔ یہودی واحد خدا کے پرستار تھے۔ اُن کے پاس پرانے عہدنامہ کے تمام صحائف تھے۔ اس کے سوا ان کے پاس روایات کی صیغم کتابیں تھیں۔ وہ علم وفضل میں غنی تھے۔ اُنہوں نے عرب میں اپنے دین کی اشاعت کی۔ ان کے وسیلے سے اہل عرب کو واحد خدا کا علم ہوا۔ عرب کے کئی ایک بادشاہ یہودی مذہب کے حامی ہوگئے ۔ اُنہوں نے عرب میں اپنی ریاست قائم کی۔بہت سے قبیلے یہودی مذہب میں داخل ہوگئے ۔ عرب میں یہودیوں نے بڑا اقتدار حاصل کیا۔ تمام عرب کی تجارت اُن کے ہاتھ میں آگئی ۔

اگرچہ عرب میں یہودی مذہب کو قبولیت حاصل ہوئی ۔ توبھی یہ بات سچ ہے کہ عرب میں یہودیوں نے اپنے مذہب کی اشاعت میں کمال غفلت کی۔ اُنہوں نے ابتدا سے اپنے مذہب کو تبلیغی مذہب بنانے سے پرہیز کیا۔ گواُن کے نوشتے آج تک اس بات کے شاہد ہیں کہ اُن کا مذہب تبلیغی تھا وہ حضرت ابراہیم کی نسل کی برکات کو زمین کی اقوام کے گھرانوں تک پہنچانے کے ذمہ وارتھے۔ مگرتوبھی یہودی قوم کے اماموں اورمولویوں نے اپنے مذہب کی تبلیغ کو گناہ سمجھا۔ انہوں نے حضرت ابراہیم کے مذہب کی برکت میں غیریہودیوں کی شرکت کو کبھی پسند نہ کیا۔ وہ غیریہودی اقوام کو کتوں کے برابر خیال کرتے رہے اپنے پاک نوشتوں کو کبھی غیریہودی اقوام کوسنانے پر راضی نہ ہوئے ۔ اگروہ اپنی روایات غیریہودی متلاشیوں کو اُن کے گلے ہی پڑجاتے تھے سنا کر انہیں اپنے مذہب میں شامل کرلیتے تھے۔ پر کبھی پرانے عہد کے نوشتے اُن کو نہ دیتے تھے۔ یہی روش عرب کے یہود کی برابر قائم رہی۔ اسی وجہ سے تمام اہل عرب کووہ یہودی مذہب میں شامل کرنے سے رہ گئے ۔ وہ عربوں کی مذہبی پیاس کو نہ بجھاسکے۔

توبھی یہ بات ماننے کے قابل ہے کہ یہودی قوم کے وسیلے سے عربوں کی دیرینہ جہالت وبت پرستی کی تاریکی میں واحد خدا کی صداقت کا ایک مدت تک نورچمکتا رہا۔ عربی

یہودی اگرچہ عرب میں سیدنا مسیح کی مسیحائی کے منکر رہے ۔ توبھی وہ اپنے مسیح موعود کی آمد کے منتظر رہے ان کا یہ انتظار غیر یہود عربوں تک کو معلوم تھا۔ وہ حضرت محمد کے زمانہ کے قریب اپنے مسیح موعود کی آمد کے سخت انتظار میں تھے۔ اُنہوں نے یہودی مذہب کی عالمگیر فتح اور یہودی قوم کی عالمگیر خوشحالی کی تمام امیدیں اپنے مسیح موعود کی آمد کے گلے میں ڈال رکھی تھیں۔ یہ تمام امورہیں جن سے کوئی تاریخ اسلام کا ماہر انکارنہیں کرسکتا ہے۔ سیرت ابن ہشام صفحہ ٦٦ سے ٦٧تک ۔

عربی یہودی گو غیر یہود کو سخت نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے تو بھی غریہود عرب خصوصاً بُت پرست ان کی بڑی عزت کیا کرتے تھے۔ وہ اُنہیں اہل علم یقین کرتے تھے۔ وہ ان کی پانچوقتی نمازوں کو نہایت پسند کرتے تھے وہ ان سے میل ملاپ اورعہد ومعاہدہ رکھتے تھے وہ ان کے مذہب کے مخالف ومکاذب نہ تھے۔ قرائن سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت محمد کے زمانہ کے قریب جو حنفاء ملک عرب میں نمودار ہوئے تھے۔ وہ دراصل یہودیت کے متلاشی یا یہودی مذہب سے متاثر لوگ تھے جنہوں نے واحد خدا کا اعتقاد یہود سے لیا تھا۔ چونکہ حنفاء نے یہودیوں کے جد امجد حضرت ابراہیم کی ملت کا اورواحد خداکا اقرارواعتراف کرلیا تھا۔ اس وجہ سے غیر مسیحی حنفاء کو یہود اوریہودیت سے ایک حد تک خوش اعتقادی ممکن تھی۔ چونکہ عرب میں یہودی مذہب تبلیغی مذہب نہ تھا۔ اس وجہ سے غیر مسیحی حنفاء یہودیت میں داخل ہونے سے محروم ہوکر اپنے ہی حال پر قانع ہوگئے تھے وہ یہود کی مسیحیت سے نفرت وحقارت کودیکھ کر خود بھی یہودیوں کی طرح مسیحیت سے نفرت کرتے تھے۔ پس یہود اورغیر یہود مسیحی حنفاء ایک دوسرے کے دوست ہوکر مسیحیت کے مخالف بن چکے تھے جس سے مسیحیت کی ترقی عرب میں رک گئی تھی۔

تاریخِ اسلام اس بات کی شاہد ہے کہ عربی یہودیوں نے عربی عیسائیوں پر حضرت محمد سے پیشتر سخت ظلم وستم کئے تھے۔ ذونواس حمیری کے مظالم کی داستانیں عرب میں عوام کی زبانوں پر تھیں مگرہم تاریخ اسلا م میں کوئی مثال ایسی نہیں پاسکتے جس سے یہ معلوم ہو کہ عرب کے یہودیوں

نے عرب کے بُت پرستوں پربھی ایسے ظلم کئے تھے۔ پس بیان مافوق سے ظاہر ہے کہ حضرت محمد کی پیدائش کے زمانہ کے قریب عیسائیت کی ترقی کی راہ میں یہودی اوروسط عرب کے غیر مسیحی حنفاء روک تھے۔ حنفاء کے ساتھ وہ تمام عرب تھے جو بُت پرستی اورشرک پرستی کا شکاربنے ہوئے تھے۔ پس حضرت محمد کی پبلک خدمت شروع کرنے سے پیشتر کے زمانہ میں عربی یہودیت کی یہی فتوحات تھیں۔جن کا ذکر ہوا ہے ۔ مگر خدا عرب کے فرزند اعظم کو دنیا میں بھیج کر وہ کام کرنے کو تھاجو۔۔۔ عرب کے یہودیوں کے خواب وخیال میں نہ تھا بلکہ جس کی خبردنیا کو نہ تھی۔

دفعہ ۳۔ عرب میں عیسائی مذہب کی نشوونما کا بیان

اہل یہود کے بعد ملک عرب میں عیسائی بھی داخل ہوئے ۔ اُن کی بھی عرب میں ریاسیتیں اور حکومتیں قائم ہوئیں۔اس کے متعلق ذیل میں مورخین اسلام کا بیان برایِ نمونہ پیش کرتے ہیں۔ ان میں سے سرسید کے بیان کو سب سے پیشترنقل کرتے ہیں۔آپ فرماتے ہیں۔

یہ بات محقق ہے کہ عیسوی مذہب نے تیسری صدی عیسوی میں ملک عرب میں دخل پایا تھا جبکہ ان خرابیوں اوربدعتوں کی وجہ سے جو آہستہ آہستہ مشرقی کلیسیا میں شائع ہوگئی تھیں ۔ قدیم عیسائیوں کی تباہی ہوئی تھی۔اوروہ لوگ ترک وطن پر مجبور ہوئے تھے تاکہ اورکسی جگہ جاکر پناہ لیں۔اکثر مشرقی اورنیز یورپئین مورخ جنہوں نے اس مضمون کو مشرقی مصنفوں سے اخذ کیا ہے اس بات میں پر متفق الرایِ ہیں کہ وہ زمانہ ذونواس کی سلطنت کا زمانہ تھا۔ مگرہم اس رایِ سے کسی طرح اتفاق نہیں کرسکتے کیونکہ ہمارے حساب کے موافق جس کا بیان ہم نے خطبہ اول میں کیا ہے ذونواس کا زمانہ قریباً چھ سوبرس پیشتراس واقع کے گذرچکا تھا اوراسی وجہ سے ہم ان مصنفوں کی اس رایِ کو بھی تسلیم نہیں کرتے جنکا بیان ہے کہ ذونواس نے عیسائیوں کی تخریب کی تھی۔

اوّل مقام جہاں تک یہ بھاگ ہوئے عیسائی آباد ہوئے تھے نجران تھا اوراُس سے پایا جاتا ہے کہ وہاں کے متعدد یہ لوگوں نے عیسوی مذہب قبول کرلیا تھا۔ یہ عیسائی فرقہ

جیکوبائٹ یعنی یعقوبی فرقہ تھا اوراس لقب سے مشرقی فرقہ" مانوفیزییٹز" کا موسوم کیا جاتا تھا اگرچہ صحیح طورپریہ لقب شام اورعراق اوربابل کے فرقہ" مانو فریٹیز" پراطلاق ہوسکتا ہے ۔ جیکوبائٹ کا لقب ایک شام کے راہب کے سبب سے جس کا نام جیکوبس پراڈیس تھا ۔ اس فرقہ کا نام پڑگیا تھا اورجس نے کہ یونان کے بادشاہ جسٹی نین کے عہد میں اپنے ملک سے نکلے ہوئے " مانوفزیٹیز" کا ایک علیحدہ فرقہ قائم کرلیا تھا اُن کا عقیدہ یہ تھاکہ حضرت عیسیٰ صرف ایک صفت رکھتے ہیں یعنی ایک انسانی صفت نے اُن میں تقدیس کا درجہ حاصل کرلیا ہے۔

عیسائی مصنفوں نے بیان کیا ہے کہ عیسوی مذہب نے اہل عرب میں بہت ترقی حاصل کی تھی۔ مگرہم اس باب میں اُن سے اتفاق نہیں کرتے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ باستشنایِ صوبہ نجران کے جس کے اکثر باشندوں نے عیسوی مذہب اختیارکرلیا تھا قبائل حمیر، غسان، ربعیہ، تغلب ، بحرد، توتح ، طے ، قودیہ اورحیرہ میں معدود اشخاص نے اُن کی تقلید کی تھی۔ اورکوئی جماعت کثیر یا قوم کی عیسوی مذہب میں نہیں آئی تھی جس طرح کہ یہودی مذہب میں آگئی تھی۔ اغلب ہے کہ ان متغرق اعراب متنصرہ کی وساطت سے حضرت مریم کی تصویر خواہ مورت حضرت عیسیٰ کو گود میں لئے ہوئے خانہ کعبہ کی اندرونی دیواروں پرکھینچی گئی ہو یا اُس کے اندررکھی گئی ہو۔

خانہ کعبہ میں متعدد قوموں کے معبودوں کی یا بزرگوں کی تصویریں یا مورتیں رکھی ہوئی تھیں اورجس فرقہ سے وہ تصویر یا مورت علاقہ رکھتی تھی وہی فرقہ اُس کی پرستش کرتا تھا۔ جبکہ عرب کے لوگوں نے یہودی اورعیسائی مذاہب اختیارکرلیا تھا تو اسی مذہب کے لوگوں نے حضرت ابراہیم اورحضرت مریم کی تصویر یا مورت خانہ کعبہ میں رکھی یا کھینچی ہوگی۔کیونکہ جس طرح عرب کے اورفرقوں کو اپنے معبودوں یا بزرگوں کی مورتیں رکھنے یا کھینچنے کا کعبہ میں حق تھا اسی طرح اُن عربوں کو بھی حق تھا جو یہودی یا عیسائی ہوگئے تھے اورکسی کو اس کی ممانعت کا حق نہ تھا۔(الخطبات احمدیہ صفحہ ۱۴۲، ۱۴۳)۔

سرسید نے عیسائی قوم کی عرب میں بہت ترقی تسلیم نہیں کی ۔ آپ نے ذونواس یہودی کی سلطنت کا زمانہ جمیع مورخین اسلام کے خلاف سیدنا مسیح سے پیشتر کے زمانہ میں ڈال دیا۔ باوجود اس کے آپ کو ماننا پڑا کہ صوبہ نجران کے باشندے قبائل حمیر، غسان، ربیعه ، تغلب ، بحرد، تونخ، طے، تودیه اورحیره کے لوگ عیسائی ہوگئے تھے۔ حجاز کا بادشاہ عبدالمسیح تھا۔

اس کے سوا یمن میں عیسائی بادشاہوں کی حکومت ہوچکی تھی۔جس کا بیان ذیل ابن ہشام نے کیا ہے۔

ابن اسحاق کہتا ہے کہ ان مقتولوں میں سے جن کو ذونواس نے قتل کردایا تھا ایک شخص سبا کا رہنے والا دوس ذوثعلبان نامی اپنے گھوڑے پر سوار ہوکر بھاگ گیا تھا اورریت کا راستہ اختیارکرلیا ۔ ذونواس کے آدمیوں نے اس کا تعاقب کیا تھا۔ مگر وہ ان کے ہاتھ نہ آیا۔ وہ بھاگ کر قیصر بادشاہ کی خدمت میں آیا اور ذونواس کے برخلاف اُس سے مدد کا طالب ہوا قیصر روم نے کہا تمہارا علاقہ پرلے ملک سے بہت دور ہے۔ میں تمہارے واسطے حبشہ کے بادشاہ کو لکھتاہوں۔ وہ تمہارے ہی مذہب (عیسائی) پر ہے اورتمہارے ملک کے قریب ہے۔ پس قیصر روم نے بادشاہ حبشی کی طرف ایک رقعہ لکھا اوراس میں دوس ذوثعلبان کی رعایت وامداد کی تاکید کی۔ دوس قیصر روم سے خط لیکر نجاشی کے پاس آیا۔ نجاشی نے ستر ہزارحبشی اس کے ساتھ کردئیے ۔ اوراریاطه نامی ایک شخص کو اُن کا سپہ سالا رمقررکیا اوراُس کے ساتھ اس کے لشکر میں ایک شخص تھا جس کا نام ابرھ الا شرم تھا ۔ غرضیکه اریاطه لشکر حبش کو ساتھ لیکر دریا کے راستہ سے یمن کے ساحل پرآپہنچا اوردوس ذوثعلبان بھی اس کے ساتھ تھا۔ اس طرف سے ذونواس بھی قبیلہ حمیر کی فوج اور قبائل یمن کو ساتھ لے کر اریاطه کے مقابلہ پر آموجود ہوا۔ ہر دوطرف ہنگامه کا بازارگرم ہوا تقدیر نے اریاطه کی یادری کی اورذونواس بھاگ نکلا اوراپنا گھوڑا دریا میں ڈال دیا اوردریا کی گہرائی میں پہنچ کر لقمه اجل ہوگیا۔ اریاطه نے یمن میں داخل ہوکر اُس پر قبضه کرلیا اوراُس کا خود مختار بادشاہ بن گیا اورچند سال تک بےکھٹکے یمن میں اپنی سلطنت کا ڈنکا بجایا۔ اس کے بعد ابرھ الا شرم اوراریاط کے

مابین منازعت ومخالفت ہوگئی ۔ اس وجہ سے کچھ حبشی
ابرھہ کی طرف ہوگئے ۔ اورکچھ ارباط کی طرف داربن گئے ۔ پھر
مقابلہ کےلئے میدانِ جنگ میں آئے۔ ابرھہ نے ارياطہ کو
کہلابھیجا کہ میں اس طرح سے فوجوں کا مقابلہ کرواکر انہیں
ہلاك کروانا نہیں چاہتا اورپہلے میں اورتو میدانِ مقابلہ میں
آئیں۔ جو شخص ہم میں سے اپنے مد مقابل کو زك دے سکے
فریق مغلوب کی فوجیں فریق غالب کے پاس چلی جائیں۔
ارباط نے بھی اس شرط کو منظورکرلیا۔ پس ابرھہ نے (یہ
شخص پست قدبدصورت فربہ بدن تھا) ارياطہ پر (یہ
شخص خوبصورت ودراز قد متوسط البدن تھا) حملہ کرنا
چاہا اوراپنے پیچھے اپنے ایك غلام مسمی عتودہ کو کھڑا کرلیا
تاکہ وہ پیچھے سے ارياطہ کے حملے کو روکے۔ مگر ارباط نے
ابرھہ پر حربہ کا وارکیا اورچاہتا تھاکہ اُس کا سر اڑادے لیکن
حربہ صرف اُس کے ابردرناك آنکھ اورلب پر پڑا اور قتل
ہونے بچ گیا۔ مگر عتودہ نے جوابرہ کے پیچھے کھڑا تھا ارياطہ
کو قتل کردیا اوربموجب معاہدہ کے ارياطہ کالشکر ابرھہ کے
زیر کمان آگیا اورتمام حبشی جویمن میں رہتے تھے ابرھہ کے
ماتحت ہوگئے جب ارياطہ کے قتل ہونے کی خبر نجاشی
حاکم حبشہ کو پہنچی تو وہ بہت خفا ہوا اورابرھہ کی اس حرکت
پر بڑا ناراض ہواکہ اُس نے ارياطہ کو قتل کرایا۔ پھر نجاشی نے
قسم کھائی کہ میں ابرھہ کے شہروں کو پامال کرونگا اوراس کے
سر کے بال کھینچونگا۔ جب ابرھہ کو یہ بات معلوم ہوئی تو
اس نے اپنا سر منڈوایا اوریمن کی مٹی سے ایك تھیلی پُر کرکے
نجاشی کے پاس بھیج دی اورلکھا کہ اے آقا نامدارکہ ارياطہ
بھی آپ کا غلام تھا اوربندہ بھی آپ کا بندہ ہے۔ ہمارا باہمی
اختلاف ہوگیا تھا۔ بندہ اُس کی نسبت انتظام وضبط رعایا میں
زیادہ قابلیت رکھتا تھا وہ میرے مقابلہ کی تاب نہ لایا اورتقدیر
الہیٰ سے مقتول ہوگیا۔ میں نے آپ کی قسم کا ارادہ سن کر اپنا
سرمنڈوا لیا ہے اوراپنی زمین ملكِ یمن کی مٹی آپ کے پاس
اس غرض سے بھیجی ہے کہ آپ اس کو اپنے پاؤں سے پامال
کریں اوراس ملك کو اپنا ملك سمجھیں اور مجھے ایك وفادار
تابعدار غلام تصورکریں ۔ نجاشی یہ بات پڑھ کر خوش ہوگیا
اوراُس کو لکھ دیاکہ جب تك میرا کوئی حکم تمہارے پاس نہ
پہنچے اس وقت تك یمن میں پڑے ہو۔

پھر ابرھہ نے صنعا میں ایک قلعہ بنوایا اوراس میں
ایک ایسا عالیشان کیسہ (گرجا) بنوایا کہ اس کے زمانے میں
روئے زمین پر کوئی گرجا اس کا ثانی نہیں تھا۔ پھر نجاشی کو لکھا
کہ اے آقا نامدارمیں نے آپ کی خاطر ایک ایسا گرجا بنوایا
ہے کہ آپ سے پہلے کسی بادشاہ نے نہیں بنوایا تھا اورمیرا ارادہ
ہے کہ لوگوں کو حج مکہ سے بازرکھ کر اس کی طرف متوجہ کیا
جائے ۔ جب ابرھہ کا یہ خط نجاشی کے پاس پہنچا اوراہلِ
عرب جو نجاشی کی رعیت تھے اُن کو یہ حال معلوم ہوا تو
ایک شخص جو قبیلہ فقیم بن عدی بن عامربن ثعلبہ بن حرث
بن مالک بن کنانتہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر کی
اولاد میں سے تھا بڑا حنفا ہوا (اوریہ وہ خاندان ہے جو
جاہلیت کے زمانہ میں حرام مہینوں کو اپنی مرضی کے
مطابق ان میں سے ایک سال ایک مہینہ کو حرام سمجھتے
اورایک مہینہ حرام کو حلال۔۔۔۔ سمجھ کر اس میں لڑائیاں
لڑتے اورایک سال اس کو حرام بناکر دوسرے کو حلال بنالیتے
جس کی نسبت قرآن میں آیت ذیل کے اندراشارہ ہے انما
النیتی زیادتہ فی الکفر یفل بہ الذین کفر والحلونہ عاماً
ویحرمونہ عاماً لیوا طوعدہ ماحرم اللہ۔ الخ اورجس شخص
نے سب سے پہلے عرب میں یہ طریقہ ایجاد کیا تھا اس کا نام
حذیفہ بن عبد فقیم بن عدی بن عامربن ثعلبہ بن حرث بن
مالک بن کنانتہ بن حزیمہ ہے۔اس کے بعد حذیفہ کا بیٹا
عباداس کام قائم ہوا ۔ اس کے بعد عبادہ کا بیٹا قلع اورقلمع
کے بعد اس کا بیٹا امیتہ اورامیتہ کے بعدا سکا بیاٹ عوف اور
عوف کے بعد اس کا بیٹا ابوتمامہ جنادتہ اس کا م پر قائم رہا۔
یہاں تک کہ اسلام کا زمانہ آگیا اورزمانہ اسلام میں جو لوگ
مہینوں حرام میں تاخیر روا رکھتے تھے ان کا سرداریہی ابوتمامہ
بن عوف ہی تھا اورغیرت کی تاب نہ لا کر اس گرجے میں
جوابرھہ نے تعمیرکرایا اس کے اندرپاخانہ کردیا اوراپنے وطن
کو بھاگ آیا اورابرھہ کو خبرہوئی ۔ دریافت کیاکہ یہ کس نے کیا
ہے۔ معلوم ہواہے کہ یہ کسی ایسے شخص کا کام ہے جو اہل
عرب میں سے بیت اللہ کے ساتھ اعتقاد رکھتا ہو۔ اس سے
ابرھہ کے تن میں آگ لگ گئی اورکہا بخدا اب میں بیت اللہ
کو مسمار ومنہدم کئے بغیر نہ رہونگا۔ یہ ٹھان کر اہل حبش کو
جو اس کا لشکر تھا حکم دیا کہ بیت اللہ کی طرف چلنے کی تیاری

کرو۔ فوج روانہ ہوئی اوراُن کے ساتھ ایک مست ہاتھی بھی تھا
جو معرکہ میں کام آیاکرتا تھا۔ اہل عرب کے کانوں میں بھی یہ
آوازپڑی وہ اس کے سننے سے گھبراگئے۔ کہ اگرچہ ہم اس کے
سامنے تابِ مقاومت نہ لاسکیں ۔ تاہم اس کو حتی المقدور
روکنا اورمدافعت کرتا ہمارا فرض ہے ۔ چنانچہ ایک شخص
ذوتفرنامی جو اشراف یمن کی اولاد سے تھا ابرھہ کے مقابلہ کے
واسطے آکھڑا ہوا اوراہل عرب میں سے اُن کو بھی جو اس کی
امداد کیلئے تیار ہوئے اپنے ساتھ ملالیا مگر شکست کھائی
اوراسیرہوکرابرھہ کے سامنے لایا گیا۔ ابرھہ نے ذوتفر کے قتل
کا فتویٰ دیا دوتفر نے کہا اے بادشاہ مجھے قتل نہ کرو۔ ممکن
ہے کہ میری زندگی آپ کے حق میں بہ نسبت موت کے زیادہ
مفید ہو۔ یہ بات ابرھہ کو پسند آئی ۔ قتل سے آزاد کرکے اپنے
پاس مجوس رکھا پھر وہاں سے آگے بڑھا ۔ جب ارض خشعم
میں پہنچا توایک شخص نفیل بن حبیب خشعم کے دوقبیلوں
شہران وناہس کو ساتھ لے کراُس کے مقابلہ کوآیا۔ مگراُس
نے بھی شکست فاش کھائی اوراسیرہوکرابرھہ کے سامنے لایا
گیا۔ جب ابرھہ نے اس کے قتل کا حکم صادرکیا توکہا اے
بادشاہ مجھے قتل نہ کرو میں آپ کو عرب کی زمین تک
پہنچانے کے واسطے رہبرکا کام دونگا اوریہ دونوں میرے قبیلے
شہران اورناہس آپ کی اطاعت وفرنبرداری کے لئے ساتھ
ہونگے۔ ابرھہ نے معاف کردیا اوراُس کو ساتھ لیکر طائف تک
آپہنچا۔ یہاں مسعود بن معتب بن مالک بن کعب بن
عمروبن سعد بن عوف بن ثقیف نے اپنے لوگوں کے ساتھ
اس کا مقابلہ کرنے کا ارادہ کیا۔ مگر لوگوں نے کہا ہم اس کا
مقابلہ ہیں کرسکتے ۔ہمیں اس کی اطاعت کرنی چاہیے۔ وہ
سب ابرھہ کے پاس گئے ۔ اورکہا اے بادشاہ ہم آپ کے غلام
ہیں اورآپ کے برخلاف نہیں۔ جس گھر کو آپ برباد کرنا
چاہتے ہیں وہ یہ گھر نہیں ہے جو طائف میں ہے وہ تو مکہ
میں ہے (اہل طائف کا بھی ایک گھر تھا جس میں اللمات رکھا
ہوا تھا) اورہم آپ کے ساتھ ایک شخص کو کردیتے ہیں
جوآپ کو اُس کا نشان مکہ میں بتلادیگا۔ یہ شرط قرارپاگئی
اوراُنہوں نے ابورخال کو اس کام کے واسطے برھہ کے ساتھ
کردیا۔ جب مقام منعمس پر پہنچے تو ابورخال مرگیا اور
عربیوں نے اس کی قبر پرپتھر برسائے۔ ابرھہ نے مغمس میں

ڈیرے ڈال دئیے اورایک حبشی آدمی کو جس کا نام ابنِ مفعود تھا گھوڑے پر سوارکرکے مکه میں بھیج دیا۔ وہ مکه میں جاکر قریش وغیر قبائیل عرب کے بہت سے اموال واسباب کو تاراج کر لایا۔ اسی لوٹ میں عبدالمطلب بن ہاشم (جدرسول الله) کے د وسواونٹ بھی تھے جوان ایام میں قبیله قریش کے سردارتھے۔ اس بات پر قریش وکنانته وہذیل وغیرہ قبائل عرب نے ابرھہ کے ساتھ مقابله کرنے کا ارادہ کیا۔ پھر یه خیال کرکے ہم اس کے مقابله کی تاب نه لاسکینگے اس ارادہ سے بازرہے۔

ابرھہ نے حناطه حمیری کو مکه میں بھیجا اورکہا که تم مکه میں جاکر اس کے شریف وسردارسے کہو که بادشاہ کہتا ہے که میں تمہارے ساتھ لڑائی کرنے کونہیں آیا۔ اس کا ارادہ صرف خانه کعبه کوگرانا ہے۔ اگرتم اس کام میں اس کی مزاحمت نه کروتو وہ خونریزی نہیں کرے گا۔ اگروہ اس بات کو مان جائے تواس کو میرے پاس لے آنا۔ پس جب حناطه مکه میں داخل ہوا توکسی سے دریافت کیاکه اس وقت یہاں کا شریف وسردارکون ہے اُس نے بتلایا که عبدالمطلب بن ہاشم، اُس کے پاس جاکر ابرھہ کا سارا ماجرا کہہ سنایا۔ عبدالمطلب نے کہا که ہم لڑائی کا ارادہ نہیں رکھتے اور نه ہمیں اس کے مقابله کی طاقت ہے۔ یه خدا کا گھر ہے اوراس کے خلیل ابراہیم کا بنایا ہواہے ۔ اگر خدا کو اپنے گھر کی حفاظت منظورہوئی تواس کو روک دے گاورنه چھوڑدیگا۔ ہمارا اس معامله میں کچھ دخل نہیں ہے۔ حناطه نے کہا که تم میرے ساتھ بادشاہ کے پاس چلو۔ عبدالمطلب اس کے ساتھ ہولیا اوراس کے ساتھ اُس کے چندلڑکے بھی تھے۔ جب عبدالمطلب لشکر میں آیا تو لشکر میں سے دریافت کیاکه ذونفرکہاں (یه ذونفرجو ابرھہ کے پاس مجسوس تھا عبدالمطلب کا دوست تھا)۔ ملاقات ہونے پرعبدالمطلب نے ذونفر سے کہا اے دوست اس مصیبت سے جو مجھ پر نازل ہوئی ہے رہائی پانے کی کیا تدبیرہوسکتی ہے کیا تم کچھ سفارش کرسکتے ہو۔ اُس نے کہا میں قیدی ہوں جس کو شام وسحر قتل کئے جانے کا کھٹکا لگا رہتاہے کیا سفارش کرسکتاہوں۔ہاں ہاتھی کا سائنس جس کا نام اینس ہے میرا دوست ہے اُس کے پاس میں آپ کوبھیج دیتاہوں وہ آپ کو

بادشاہ کے پاس لیجا کر بڑے زور کی سفارش کردے گا۔ پس وہ
عبدالمطلب کو اینس کے پاس لے گیا اور کہاکہ یہ قریش کا
سردار ہے اور مکہ کے چشمہ (زمزم) کا مالک ہے۔ غریبوں
کو کھانا کھلاتا ہے ۔پہاڑوں کے جانوروں کی حفاظت کرتا ہے
بادشاہ ابرھہ نے اس کے دوسواونٹ تاوان میں لے لئے ہیں۔
اس کو بادشاہ کے پاس لے جا اورجہاں تک ہوسکے اس کی
سفارش کرو۔ اینس نے کہا بہت اچھا۔ پس اینس نے جاکر
بادشاہ سے کہا اے بادشاہ عبدالمطلب شریف مکہ وسردار
قریش آپ کے دروازے پر کھڑا ہے اورآپ سے کچھ التجا کرنا
چاہتا ہے۔ ابرھہ نے عبدالمطلب کو داخل ہونے کی اجازت
دی۔ جب ابرھہ نے اُس کودیکھا تو اس کے دل پر اُس کا رعب
طاری ہوا اوراس کی تعظیم وتکریم کے واسطے دل سے مجبورہوا
(کیونکہ عبدالمطلب نہایت خوبصورت ووجیہ آدمی تھا)۔
اوراس واسطے نیچے بٹھلانا نہ چاہا۔ پس آپس اپنے تخت سے نیچے
اُتر کرعبدالمطلب کے ساتھ فرش پر بیٹھ گیا۔ پھر اپنے
ترجمان سے کہاکہ عبدالمطلب سے اُس کی درخواست
دریافت کرے۔ ترجمان نے عبدالمطلب سے دریافت کرکے

بتلایا کہ یہ اپنے دوسواونٹ واپس کئے جانیکی التماس کرتا ہے۔
ابرھہ نے ترجمان سے کہا کہ عبدالمطلب کو کہے کہ بادشاہ
کہتا ہے کہ میں تمہاری اس درخواست سے بڑا حیران ہوں تو
اپنے اونٹوں کو دئیے جانے کی خواہش کرتا ہے اوراپنے مذہبی
گھر کے بارے میں (جو تیرا اورتیرے آباؤ اجداد کا دین ہے)
کچھ کلام نہیں کرتا اوراُس کے نہ گرائے جانے کی سفارش نہیں
کرتا۔ عبدالمطلب نے کہا مجھے اس گھر سے کچھ واسطہ نہیں
جو اس کا رب ہے خود اُس کی حفاظت کرے گا۔ میں تو
اونٹوں کا مالک ہوں اس واسطے اُنہیں کے واپس کئے جانے کی
التجا کرتاہوں ابرھہ نے یہ معقول جواب سن کر اُس کے اونٹ
واپس دیدئیے۔ عبدالمطلب نے مکہ میں واپس آکر لوگوں کو
اس واقع کی خبردی اورمشورہ دیاکہ ہم میں ابرھہ کے مقابلہ
کی طاقت نہیں بہتر ہے کہ ہم یہاں سے نکل جائیں اورپہاڑوں
اورگھاٹیوں کے غاروں میں جاکر چھپ جائیں پھر عبدالمطلب
نے جانے وقت چند قریش کو ساتھ لیکر خانہ کعبہ کے دروازہ
کا حلقہ پکڑا اورابرھہ اوراس کے لشکر کے حق میں بددعا کی۔
پھر قریش کے ساتھ پہاڑوں میں جاکر محفوظ ہوگیا اورانتظار

کرنے لگا کہ ابرھہ مکہ کے ساتھ کیا کرتا ہے۔ اُدھر سے ابرھہ نے صبح کے وقت مکہ پر چڑھائی کردی اوراُس کے گرانے کے واسطے اُس ہاتھی کو جو ساتھ لائے ہوئے تھے تیارکیا اُس کا نام محمود تھا۔ جب ہاتھی مکہ کے گرانے کے لئے تیارکیا گیا تو نفیل نے (جس کا ذکر اُوپر ہوچکا ہے) ہاتھی کا کان پکڑلیا اورکہا اے محمود بیٹھ جایا یہاں سے آیا ہے اُسی طرف سیدھا لوٹ جا۔ کیونکہ تو بلدحرام میں ہے۔ یہ کہکر اُس کا کان چھوڑدیا اورہاتھی بیٹھ گیا اورنفیل بن حبیب مذکوربھاگ کرپہاڑ پر چڑھ گیا۔ ہاتھی کے وارثوں نے جب یہ معاملہ دیکھا تو اُنہوں نے ہاتھی کو ماراتاکہ کھڑا ہوجائے مگر اس نے نہ مانا۔ پھر اُنہوں نے اُس کے اٹھانے کے واسطے اُس کے سر پر کلہاڑی ماری مگر وہ نہ اٹھا ۔پھر اُنہوں نے اُس کا منہ یمن کی طرف کردیا اوروہ اٹھ کر دوڑنے لگا۔ پھر شام کی طرف متوجہ کیا ادھر بھی چلنے لگا۔ پھر مشرق کی طرف اُس کا منہ پھیرا اُدھر بھی ایسا ہی کام آیا۔ پھر مکہ کی طرف متوجہ کیا تو بیٹھ گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے سمندرکی طرف سے ابابیل جیسے جانوربھیجے جن کے پاس تین تین سنگریزے تھے۔ ایک ایک تو اُن کی چونچوں میں اوردودو ان کے پنجوں میں جنکی مقدارچنے یا مسورکی سی تھی۔ جس کو وہ سنگریزہ لگتا تھا ہلاک ہوجاتا تھا۔ اب خوف کے مارے بھاگنے لگے اورجس راستے آئے تھے اُس کی طرف دوڑنے لگے اورنفیل کو جو انہیں راستے لایا تھا تلاش کرنے لگتے تاکہ اُن کو یمن کا راستہ بتادے مگراب نفیل کہاں۔ نفیل توپہاڑوں پر اُن کی درُگت ہوتے ہوئے دیکھ کر کہہ رہا تھا۔

این المفروالا الہ الطالب

ولا شرم المغلوب لیس الغالب

ترجمہ : اے بدکرداروا ب کہاں بھاگتے ہو۔ خدا کی تلاش وقہر سے کہاں جاسکتے ہو۔ ابرھہ مغلوب ہوگیا اوراپنے خیال کے موافق غالب نہ رہا۔ (سیرت ابن ہشام صفحہ ۱۵ سے ۱۹تک)۔

ابن ہشام کے بیان سے پایا جاتا ہے کہ ذونواس یہودی بادشاہ کی حکومت یمن میں تھی۔ جس نے نجران کے عیسائیوں کو آگ میں جلایا تھا اوراس بادشاہ کو حبش کے عیسائی بادشاہ نے یمن میں شکست دے کر وہاں اپنی

حکومت قائم کی۔ اورابرھہ الاشرم وہاں کا عیسائی بادشاہ ہوا جس نے کعبہ کو منہدم کرنے کیلئے مکہ پر فوج کشی کی اورابابیل کے لشکر سے شکست کھائی پس سرسید کا بیان نادرست ہے۔ کیونکہ ابن ہشام کا بیان ہے کہ:

غرضیکہ واقعہ فیل کے بعد جب ابرھہ ہلاک ہوگیا تواُس کا بیٹا یکوم بن ابرہ حبش کا مالک ہوا اورجب وہ بھی مرگیا تواُس کے بعداس کا بھائی مسروق حبش میں یمن کا مالک ہوا ۔ پھر جب اہلِ یمن پر نہایت تکالیف ومصائب آنے لگیں اوراپنے ظالم حکام کے ہاتھ سے بہت تنگ آگئے توایک شخص جس کا نام بن ذی یزن حمیری تھا اورجس کی کنیت ابوترترہ تھی اپنی قوم کی طرف سے بادشاہ روم کے پاس شکایت لیکرآیا اورکہا کہ ہم لوگ حبشہ کے ہاتھ سے جو اس وقت ہمارے ملک یمن پر حکمران ہیں نہایت تنگ ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ ان کوہمارے ملک سے نکالدیں اورروم میں سے کسی کو ہمارا بادشاہ مقررفرمائیں۔ مگربادشاہ روم نے اُس کی شکایت رفع نہ فرمائی ۔صفحہ ۲۱۔ ارياطہ ، ابرھہ، یکوم ، مسروق نے یمن پر۲۷ سال حکومت کی تھی صفحہ ۲۳۔

رحمتہ اللعلمین کے مصنف جلد اول میں خلاصہ تاریخ العرب صفحہ ۳۹ کے حوالے سے لکھتا ہے کہ عیسائیت کو ۳۳۰ء میں بنو غسان نے قبول کیا اورپھر عراق عرب بحرین، اورصحرای فاران ودومتہ الجندل اورفرات دجلہ کے دوآبہ میں یہی مذہب پھیل گیا اوراس دین کی اشاعت میں نجاشی اورقیصرروم نے باہم مل کرکوشش کی تھی ۔ ۳۹۵ء و ۵۱۳ء میں اس کی اشاعت پر بڑا زور دیا گیاتھا اوریمن میں اناجیل بکثرت پھیل گئی تھی" ۔ جلد اول صفحہ ۸ پھر یہی مصنف لکھتا ہے کہ

اس کے (عرب کے) جنوب پر سلطنت حبش اور مشرقی حصہ پر سلطنت فارس کا اورشمال اقطاع پرروما کی مشرقی شاخ سلطنت قسطنطنیہ کا قبضہ تھا اندرونی ملک بزعم خودآزاد تھالیکن ہرایک سلطنت اس پر قبضہ کرنے کے لئے ساعی تھی ۔ جلد اوّل صفحہ ۶، ۷۔

پھر یہی مصنف جلد اوّل صفحہ ۱۴۳ کے حاشیہ پر لکھتا ہے کہ فلاڈلفیا کا قدیم کلیسیا جس کا ذکر مکاشفہ ۳: ۷تا ۱۳۔ میں ہے تبوک کے ہی متصل تھا عرب اسے الفضر کہتے

تھے ۔ حجاز ریلوے کی سڑک میں اس کے کھنڈربھی پائے گئے
زمان نبوی میں اس جگہ عیسائی قومیں آباد تھیں۔ اس لئے
ایام قیام تبوک میں) ان اقوام میں تبلیغ اسلام بھی کی گئی
اوراُن سے معاہدات بھی کئے گئے ۔ عیسائیت پر قائم رہنے والی
اقوام کو مذہب کی آزادی دی گئی اوراُن کے جان ومال کا ذمہ
مسلمانوں نے اپنے اوپر لے لیا اس طرف چند چھوٹی چھوٹی
ریاستیں بھی عیسائیوں کی تھیں ۔مثلاً کیدردومتہ الجندل میں
حکمران تھا اوریوحنا ابلہ کا فرمانروا تھا۔ ان کی حکومتوں کو
قائم رکھا گیا۔ اہل اذرج بھی عیسائی تھے ۔ اورآزاد قبائل تھے ۔ الخ

۱۔ قبل ازاسلام عرب میں عیسائی مذہب کی اشاعت
وترقی کا بیان جومورخین اسلام نے کیا ہے وہ ہر طرح سے
تعجب خیز اورحیرت انگیز ہے۔ خصوصاً جب اسبات کو
دیکھا جاتا ہے عرب میں یہود کی آبادی اوراُس کی ترقی واثر
عرب میں مسیحیت نے مسیحیت کی مخالفت ومکاذبت
میں کوئی کسرباقی بھی نہ چھوڑی تھی توایسے اسباب وحالات
کی موجودگی میں مسیحیت کا عرب میں وہ غلبہ اوثر حاصل
کرتا جس کا ذکر اسلامی مورخوں کے بیان میں گذرا ہے کوئی ہلکا
معاملہ نہیں ہے۔ جسے آسمانی سے نظر اندازکیا جاسکے۔

عیسائیت کی عربی عیسائی لاریب انہیں عقائد کے
ماننے والے تھے جو اس زمانہ کی عیسائی دنیا مانا کرتی تھی۔
اس بات کا ثبوت خود قرآن عربی اور مسلم روایات میں
موجود ہے۔ جس کا ذکر بعد کو آنے والا ہے۔ اسکے ساتھ ہی
وہ سیدنا مسیح کی دوسری آمد کے یہودی قوم کی طرح
سخت منتظر تھے ممکن نہیں کہ اُن کا عقیدہ صرف
عیسائیوں میں ہی محدود رہاہو۔ اوراس کی خبر عرب کے
غیرعیسائی عربوں تک نہ پہنچی ہو۔

اسلام کے مورخوں کے بیان کے ۔۔۔ قرینہ سے پایا
جاتا ہے کہ عرب میں عیسائیت کی اشاعت ہرگز جبرواکراہ
سے نہیں ہوئی بلکہ پادریوں اورراہبوں کی پرُامن اشاعت کے
طریق سے ہوا کی ۔ اس شاعت میں لاریب روم اورحبش کے
مسیحی سلاطین نے بڑا حصہ لیا تھا۔ اُنھوں نے ضرورمسیحی
مبشرین ومنذرین کی روپیہ پیسہ سے اعداد کی ہوگی۔ جیساکہ
مسلم مورخین نے ذکر کیاہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں

ہوسکتا ہے کہ مسیحیوں کی ان تمام کوششوں میں کلام اللہ کی وہ بشارات جو عرب کی ہدایت وروشنی کے متعلق وارد ہوئی تھیں۔ لفظاً ومعناً تکمیل کو پہنچی تھیں۔ بُت پرست عربوں نے مسیحیت کے وسیلے سے خدا کا اورانسان کا مذہب اوراُس کی صداقت کا گناہ اورنجات کا علم وعرفان ضرور حاصل کیا تھا۔

۲۔عرب میں مسیحی مذہب کی اشاعت کی دوبڑی صورتوں کا ذکر مسلم مورخوں نے کیا ہے۔ جن میں سے ایک صورت عرب پر مسیحی حکمرانوں کی فتوحات سے تعلق رکھتی ہے مثلاً عرب کے شمال اورمشرق اورمغرب میں روم کی عیسائی سلطنت نے قبضہ کرلیا تھا اورجنوب میں ملک یمن کی یہودی حکومت کو حبش کے عیسائی بادشاہ نے فتح کرکے وہاں سے یہودی اقتدارا ٹھادیا تھا۔ ابن ہشام کا بیان ہے کہ ملکِ یمن پر حبش کی طرف سے چار عیسائی بادشاہ حکومت کرتے رہے۔ جن کی حکومت کا زمانہ ۷۲ سال کا تھا۔ ان عیسائی حکمرانوں کوایرانیوں نے وہاں سے نکالا تھا۔

عرب کے شمال مشرق میں رومی عیسائی غالب تھے۔ شمال اورشمال مغرب میں تبوک تک رومی حکمرانوں کی حکومت تھی۔ وسط عرب میں حجاز کی حکومت کے حکمران اگر سب عیسائی نہ تھے توکم ازکم ایک حکمران عبدالمسیح نامی توضرورعیسائی تھا۔پس عرب میں عیسائی حکمرانوں کی حکومت کے اثر کا لازمی نتیجہ تھاکہ غیریہود وعرب عیسائیت سے متاثر ہوں۔ عیسائی حکومت نے عربوں کو مذہبی آزادی دی۔ اس وجہ سے بحرین ، حیرہ، غسان، دومتہ الجندل ایلہ ، صحرای فاران کے حکمران عیسائی ہوگئے ۔ ان کے ساتھ ان کی رعیت میں سے بہت سے لوگ بھی عیسائی ہوئے ہونگے۔یمن نجران حجاز میں بھی حضرت محمد کی پیدائش کے زمانہ کے قریب بہت سے عیسائیوں کا پایا جانا قرین قیاس ہے۔ عیسائیت کا اثر انہیں ایام میں حجازمیں اس قدرغالب ہوگیا تھا کہ بت پرست عربوں نے اپنے کعبہ کی دیوار پر اپنے معبودوں کے درمیان سیدنا مسیح اورآپ کی والدہ ماجدہ کی تصاویر ضرور بنوالی

تھیں۔ جن کی عزت وہ اغلباً اپنے معبودوں کے ساتھ کیا کرتے تھے۔

۳۔ عرب میں عیسائی حکومتوں کے سوا مسیحیت کی اشاعت کے دیگر وسائل بھی تھے۔ جن میں سے ایک وسیلہ مسیحی مبشرین (منذرین ، پادری صاحبان کا تھا جو عربوں کے میلوں میں وعظ ونصیحت کیا کرتے تھے۔ تاریخ اسلام میں اس بات کی بھی چند مثالیں ملتی ہیں جن کا یہاں پر ذکر کرنا ضروریات میں سے ہے مثلاً:

۱۔ یمن کے پاس ایک نجرانی علاقہ ہے۔ وہاں کے لوگ کسی زمانہ میں بت پرست تھے۔ پھر اُنہوں نے دین عیسوی قبول کرلیا تھا۔ اوراُن کاایک سردار تھا جس کو عبداللہ الثامر کہتے تھے۔ اہل نجران کے مذہب عیسوی قبول کرلینے کی مجمل کیفیت یہ ہےکہ ایک شخص فیمیون عابد وزاہدان کے درمیان آگیا اس نے ان کو مذہب عیسوی کے قبول کرنے پر برانگیختہ کیا اوراُس کی تفصیل ابن اسحاق نے مغیرہ بن ابی لبید مولی الاخفس سے اوراُس نے دہب بن متبہ یمانی سے اس طرح بیان کی ہے کہ مذہب عیسوی کا پابند ایک شخص فیمیون نامی تھا جو بڑا عابد پرہیزگار ،مجتہد، مستجاب، الدعوات تھا اورگاؤں بہ گاؤں پھرا کرتا تھا۔ جب گاؤں کے لوگ اس کی زہد وتقویٰ وکرامت سے واقف ہونے لگے تو دوسرے گاؤں میں چلا جاتا اوراپنے ہاتھ کی کمائی یعنی معمار کا کام کرکے اپنی معاش پیداکرتا اوراتوار کےروزکوئی دنیاوی کام نہ کرتا۔ بلکہ کسی جنگل میں نکل جاتا اور سارا روز عبادت ونمازمیں گذاردیتا اورشام کو واپس آتا۔ ایک دفعہ ملک شام کے گاؤں میں سے ایک گاؤں میں اپنے معمول کے موافق عبادت وتقویٰ میں مصروف تھا کہ اس گاؤں کا ایک شخص مسمی صالح اس کے حال پر واقف ہوگیا اوراس کی محبت اس کے دل میں جاگزیں ہوگئی ۔ فیمیوں جہاں جاتا صالح بھی اُس کے پیچھے ہولیتا۔ مگر فیمیون کو خبرنہ ہوتی۔ایک دن وہ اپنی عادت کے موافق اتوارکوکسی جنگل میں نکل گیا اورصالح بھی اُس کے پیچھے گیا۔ وہ اپنی نمازمیں مصروف ہوگیا اور صالح ایک پوشیدہ جگہ بیٹھ کراسکو دیکھتا رہا۔ جب وہ نماز میں تھا۔ توایک سات سرکاسانپ اس کی طرف آیا۔ فیمیون نے اُس کےلئے بددعا دی اوروہ مرگیا۔ صالح سانپ دیکھ کر

چلا یا کہ اے فیمیون سانپ سانپ اوراُسے یہ خبرنہ تھی کہ سانپ اُس کی بددعا سے مرچکا ہے۔ فیمیون اپنی نمازمیں مصروف رہا لیکن اس کومعلوم ہوگیاکہ صالح اس کی کرامت پر مطلع ہوگیا ہے جب شام کو واپس ہونےلگے تو صالح نے کہا اے فیمیون آپ جانتے ہیں کہ مجھے آپ سے ازحد محبت ہے۔ اس واسطے میں اپ کی مفارقت گوارا نہ کرسکا۔ آپ اندیشہ نہ کریں کہ آپ کا رازفاش ہوجائے گا۔ میں اُسے افشا نہ کرونگا ۔ مگر شہر کے لوگ بھی اس کے حالات سے واقف ہوتے جاتے تھے یہاں تک کہ اگر کوئی شخص بیمار ہوجاتا تو وہ اس کے حق میں دعا کرتا اوروہ اچھا ہوجاتا ۔ اوراگرکسی کو کسی آفت ومصیبت آنے کا اندیشہ ہوتا تو اُس کی دعا سے وہ ٹل جاتی ۔ اُس گاؤں میں ایک شخص تھا اوراس کا بیٹا اندھا تھا۔ اس نے اُس کی کرامت کا شہرہ سن کر اس سے استدعا کا ارادہ کیا۔ مگرلوگوں نے اُس سے کہا کہ وہ کسی کے گھر پرنہیں آیا کرتا۔ وہ تعمیر عمارت کا کام کیا کرتا ہے۔ اُس کو تعمیر یا مرمت کے طریقہ سے گھر میں بلالو اورپھر اس سے دعا کرو۔ اس شخص نے اپنے بیٹے کو ایک کوٹھری میں بند کردیا اور فیمیون کے پاس آکر کہا کہ میرے گھر میں تھوڑا سا کام ہے فرصت ہے توآکرکرجاؤ۔

اس طرح سے اُس کو اپنے گھر لے گیا اورلڑکے کونکال کر پیش کردیا۔ کہ اے فیمیون اس خدا کے بندے(مراد اپنی بیٹا) کو یہ مصیبت ہے جس کوآپ دیکھ رہے ہیں ۔(یعنی اندھا ہے) اس کے حق میں دعا کیجئے ۔ اُس نے دعا کی اوروہ اچھا ہوگیا۔ فیمیون نے دل میں کہاکہ اب یہاں سے نکلنا چاہیئے۔ پس اس گاؤں سے نکل پڑا۔ مگرصالح نے اس کا پیچھا نہ چھوڑا جب راستہ میں چلے جاتے تھے توایک بڑے درخت سے کسی نے فیمیون کہکر پکارا ۔ فیمیون نے جواب دیا۔ اس شخص نے کہاکہ میں تیری ہی انتظاری میں تھا اورتیری آواز سنی چاہتا تھا۔ ایلواب میں مرتاہوں اورتجھے میرا جنازہ دفن کرکے جانا ہوگا۔ وہ مرگیا اورفیمیون نے اُس پرنمازادا کرکے دفن کردیا چلتے چلتے عرب کی کسی زمین میں پہنچ گیا اورصالح بھی اُس کے پیچھے تھا۔ اہلِ عرب نے ان دونوں پر حملہ کیا اور عرب کے ایک قافلہ نے انہیں لے جاکر نجران میں ہردو کو فروخت کردیا۔ ان دنوں میں اہلِ نجران ایک لمبی کھجورکی

عبادت کیا کرتے تھے اورہرسال عید کیا کرتے تھے اوراس کھجور
کوعورتوں کے زیور اوراچھے کپڑے پہنایا کرتے تھے پس اہلِ
نجران میں سے ایک شخص نے فیمیون کو خریدلیا اور
دوسرے نے صالح کو ۔ اس آقا کے گھر میں جب فیمیون
تہجد کی نمازپڑھتا تو وہ گھر بغیر چراغ کے روشن ہوجاتا اور
صبح تک روشن رہتا۔ ایک روزاُس کے آقا نے یہ کیفیت دیکھ
کر بڑا تعجب ظاہر کیا۔ اوراس سےپوچھا تمہارا کیا دین
ومذہب ہے۔ فیمیون نے اپنا مذہب عیسوی ظاہرکرکے
اس کو بطورخیرخواہی کہا کہ تمہارا مذہب باطل ہے ۔ یہ
کھجورتمہیں کوئی نفع ونقصان نہیں پہنچاسکتی ۔ اگرمیں اپنے
خدا سے جس کی میں عبادت کرتاہوں اس کےلئے بددعا کروں
تواس کو جلادے۔ اس کے آقا نے کہاکہ اگرتو ایسا کردکھائے
توہم تیرے دین میں داخل ہوجائینگے۔ پس فیمیون نے اٹھ کر
وضو کیا اوردورکعت نمازپڑھ کر دست بدعا اٹھایا۔ اللہ تعالیٰ
نے ایک سخت آندھی بھیجی۔ جس نے اس کھجورکو جڑ سے
اکھاڑدیا۔ اس وقت اہلِ نجران نے مذہب عیسوی کو قبول
کرلیا۔ پس اس روز سے زمین عرب میں نجران کے اندر
نصرانیت پیدا ہوگئی ۔ ابن اسحاق نے یزید بن زیادہ سے اور
زیاد نے محمد بن کعب القرطی سے اورنیز بعض اہلِ نجران سے
اس طرح روایت کی ہےکہ اہلِ نجران مشرک بُت پرست تھے
اورنجران کے قریب ایک گاؤں میں ایک ساحر رہا کرتا تھا جو
اہل نجران کو جادو سیکھایا کرتا تھا۔ اتفاقاً فیمیون عیسائی
راہب نے اس گاؤں کے نزدیک اپنا خیمہ گاڑدیا۔ جب نجران
کےلڑکے اس جادوگر کے پاس جادوسیکھنے جاتے تو راستہ
میں اس عیسائی راہب کونمازعوبادت میں مصروف پاتے
اوراس کی حرکت سے متعجب ہوتے۔ ایک روزکاذکر ہے کہ
نجران کے ایک ثامر نامی نے اپنے بیٹے عبداللہ کودوسرے
لڑکوں کے ساتھ اس جادوگر کے پاس بھیجا۔ راستہ میں جب
اس نے اس راہب فیمیون کونمازوعبادت کرتے دیکھا تو اس
پراُس عبادت کا اثرہوا وہ اُس کے پاس آنے جانے لگا اوراس
کے اقوال وخیالات سننے لگا۔ یہاں تک مسلمان ہوگیا اورخدا
کی توحید کا قائل ہوگیا اوراللہ کی عبادت کرنے لگا۔ پھر اس
راہب سے احکام اسلام دریافت کرنے لگا۔ جب علم دین ماہر
ہوگیا تو ایک روز اُس نے فیمیون سے اسم اعظم دریافت کیا۔

اس نے کہا اے عزیز اس کا جانتا تیرے حال کے مناسب
نہیں تو کمزور رہے۔ تو اس کی تکلیف برداشت نہیں کرسکیگا۔
عبداللہ نے جب دیکھا کہ راہب اسم اعظم سکھلانے سے
بخل کرتا ہے تو اُس نے تمام اسماء الٰہی کو جو راہب نے
سکھائے ہوئے تھے تیروں پر لکھ کر آگ میں ڈالنے شروع
کردئیے۔ تاکہ جس پر اسم اعظم ہوگا وہ آگ میں نہیں جلیگا۔
چنانچہ ایسا ہی ہواکہ وہ تیر جس پر اعظم لکھا ہوا تھا۔ آگ
سے کود کر باہر آپڑا اوراس طرح سے اس کو اسم اعظم معلوم
ہوگیا پھر راہب کے پاس آکر کہا میں نے اسم اعظم معلوم
کرلیا ہے۔ راہب نے حیران ہوکر پوچھا وہ کیا ہے کہا کہ فلاں
کہا تو نے کس طرح معلوم کیا۔ اُس نے سارا ماجرا کہہ سنایا۔
راہب نے کہا اے عزیز اس کو پوشیدہ رکھیو اورضبط سے کام
لیجیو۔ اب عبداللہ بن ثامر کا یہ کام ہوگیا کہ جب نجران میں
کسی کو مصیبت یا بیماری لاحق ہوتی تو اُس کو کہتا اے فلا
نے اللہ پر ایمان لے آ اورمیرے دین میں داخل ہوجا۔ میں
اللہ سے دعا کرونگا وہ اللہ تجھے اس مصیبت سے نجات دیگا۔ اگر
وہ اسے قبول کرلیتا تو عبداللہ اس کے حق میں دعا مانگتا اوروہ
اچھا ہوجاتا۔ اس طرح سے نجران کے بہت سے آدمی اس کے
تابع ہوگئے اوراس کے دین کو قبول کرلیا۔ رفتہ رفتہ اُس کی
شہرت نجران کے بادشاہ کے کان تک پہنچی۔ بادشاہ نے اُس
کو بلا کر کہا تو نے میری رعیت کا مذہب خراب کردیا ہے اور
میرے دین اوراپنے آباؤ اجداد کے دین کی مخالفت کی ہے۔
اب میں تجھے اس کا بدلہ دونگا اور تجھے سخت عذاب میں
مبتلا کرونگا۔ عبداللہ بن ثامر نے کہا۔ بادشاہ تو مجھے کوئی
تکلیف نہیں دے سکیگا۔ بادشاہ نے کہا کہ اس کو اونچے پہاڑ پر
لے جاکر سر کے بل گرادیں اسے گرایا گیا مگر اس کو کچھ ضرر
نہیں پہنچا اور صحیح وسلامت زمین پر آپہنچا۔ پھر اُس کو
نجران کے گہرے پانیوں میں گرادیا تھا تاکہ وہ ڈوب جائے
مگر وہ بلاضرور وہاں سے بھی نکل آیا۔ جب بادشاہ اس پر کسی
طرح غالب نہ آسکا تو عبداللہ نے کہا اگر تومجھ کومارنا
چاہتا ہے تو اللہ پر ایمان لے آ اور جس چیز کو میں مانتا ہوں
تو بھی مان لے۔ اس کے بعد تو میرے قتل پر قادر ہوسکیگا۔
کہتے ہیں کہ بادشاہ نے عبداللہ کے مذہب کو قبول کرلیا۔ پھر
اپنے عصا سے ہی عبداللہ کا کام تمام کردیا۔ پھر آپ بھی اسی

مقام پر ہلاک ہوگیا۔ اورنجران کےلوگوں نے عبداللہ بن ثامر کے دین کوقبول کرلیا یعنی عیسیٰ اوراُس کی کتاب وحکمت کو ماننے لگ گئے پھر ان میں بھی بدعات کا ظہورہوا۔ جیساکہ ہرمذہب میں اخیر پرہوا کرتا ہے۔ پس اس طرح سے نجران کی نصرانیت کی بنیاد پڑی تھی۔ جب نجران کی یہ حالت تھی تو ذونواس کے بھائی احسان بادشاہ یمن نے لشکر لیکر اہل نجران پر چڑھائی کی اوریہودیت کی طرف بلایا اورانہیں اختیار دیاکہ یا یہودی ہوجاؤیاقتل کو پسند کرو۔ اُنھوں نے قتل پسند کیا۔پس اُس نے اُن کیلئے آگ کی خندق کھدوائی اوران لوگوں کو آگ میں جلادیا۔ جوآگ سے بچ رہے اُن کو تلوار سے قتل کردیا۔ یہاں تک کہ بیس ہزارآدمی اسی طرح سے ہلاک کئے گئے۔ اسی ذونواس اوراس کے لشکر کے حق میں اللہ نے آیت ذیل اتاری تھی قتل اصحاب الاخدود النارذات الوقوداذ هم علیها قعود۔ وهمه علیٰ مایفعلون بالمومنین شهود وما نقهو امنهه الا ن یومنوباللہ العزیز الحمید۔(ترجمہ) خندق والوں پر خدا کی مارجنہوں نے خندق میں آگ بھڑکائی اوراس پر بیٹھ کرمومنوں کا عذاب مشاہدہ کررہے تھے اورمسلمانوں سے

انتقام لینے کی وجہ صرف یہ تھی کہ وہ اللہ عزیزحمید پر ایمان لائے تھے (بھلا یہ بھی کوئی وجہ انتقام ہوسکتی ہے۔

ابن اسحاق کہتا ہے کہ وہ مقتول جنکو ذونواس نے قتل کروایا تھا۔ ان عبداللہ بن ثامر ان سرداربھی شامل تھا۔ ابن اسحاق نے عبداللہ بن ابوبکر محمد بن عمرحزم سے روایت کی ہے کہ اہل نجران میں سے ایک شخص نے حضرت عمر کے زمانے میں نجران کی خرابہ زینوں میں سے ایک خراب کھودا۔ اس کے نیچے سے عبداللہ بن ثامر دفن کیا ہونکلا کہ اس کا ہاتھ اپنے سر کی ضرب پر رکھا ہوا تھا۔ وہ شخص بیان کرتا۔ تھاکہ جب میں اس کا ہاتھ وہاں سے ہٹاتا تھا تو خون جاری ہوجاتا تھا اورجب پھر اس کے ہاتھ کو اسی جگہ رکھ دیتا تھا تو خون بند ہوجاتا تھا اوراُس کے ہاتھ میں انگشتری تھی۔ جس پر (ربي اللہ) لکھا ہوا تھا۔ اس شخص نے یہ ماجرا حضرت عمر کی خدمت میں لکھ بھیجا۔ حضرت عمر نے لکھ بھیجا کہ اس کو اس کے حال پر رہنے دو اوراس کو ویسا ہی دفن کردو(سیرت ابن ہشام صفحہ ۱۲،۱۶)۔

۲۔ خاص مکه میں حضرت ورقه بن نوفل جیسے علامه عصر مسیحی موجود تھے۔ جن کی بابت تاریخ اسلام میں بہت کچھ موجود ہے۔بطورمثال ذیل کا بیان پیش کیا جاتا ہے۔ مثلاً:

وهو ابن عمه خدیجه اخی ابیها وکان امر تنصر فی الجاهلیته وکان یکتب من الاانجیل بالعربیه ماشاء الله ان یکتب وکان شیخا لبیرا۔ یعنی وه خدیجه کے چچا کے بیٹے تھے۔ اورجاہلیت کے زمانه میں عیسائی ہوگئے تھے اوروه عربی زبان میں ایک کتاب یعنی انجیل لکھا کرتے تھے جتنا که الله کو منظور ہوتا تھا اوروه بہت بوڑھے تھے۔ دیکھو صحیح مسلم کتاب الایمان باب بداء الوحی۔

۳۔ امیه بن ابی الصلت ۔ عرب کے اس مشہورشاعر کی بابت آیا ہےکه امیه بن ابی صلت ایک شاعر تھا که ابی جاہلیت تھا اور ہوائے تدین وتاله سر میں رکھتا تھا یعنی خواہش دین جاری کرنے کی اورخدا پرستی کرنے کی رکھتا تھا اور قدیم کتابیں پڑھا ہوا اورنصاریٰ کے دین پر آیا ہوا تھا۔ اوربت پرستی سے اعراض یعنی سرپھرایا تھا"۔ منابیح النبوت جلد دوم چھاپه زلکشورواقع کانپورصفحه ۲۳۰۔

ایک اوربزرگ لکھتے ہیں که امیه بن ابی الصلت عرب کا مشہورشاعر تھا اس نے قدیم مذہبی کتابوں کا اچھی طرح مطاله کیا تھا۔ اُس کے مذہبی رنگ کے ساتھ اُس کی زبان پر سب سے قدیم مذہبی لٹریچر کے الفاظ چڑھ گئے تھے۔ اس کے کلام میں آیا ہے۔

قمر وساهورلیل ونعیم
واللطیطه فوق الارض مقتدر
علیکه علی عرش السماء مهیمن
فعره تعنوا الوجوه متسحد
ملائکه اقدا مهمه تحت عرشه
بکفیه لا الله کلوا وابلد و
امین الوحی المقدس سوجبریل فهم
ومیکال دوالرزح اتقویٰ السدود
علیك السماوات الشند ادوارهمنا
ولیس بشئ عن قضاه ماود
فکن خالفا اللموت والبعث بعده
ولاتك ممن غیرالیوم اوغد

یہ قصیدہ غائیت مسطول ہے۔جس میں اُس نے مذہبی رہنگ وآب سے خدا کی قدرت اور فرشتوں کی کثرت غیر ذی روح چیزوں کی تسبیح تحلیل کی تصویر کھینچی ہے۔ لیکن ہم نے اُس کے عقائد کے اظہار کے صرف چند شعر نقل کئے ہیں۔ امیہ ابن الصلت نے جناب رسالت پناہ کا زمانہ پایا تھا۔جب آپ کے سامنے اس کے یہ اشعار پڑھے گئے ۔

والشمس تطلح کل اخرلیلتہ

حمراء الصبح لولھا تیورد

تابی فلاطلح النا فی رسلھا

الا معذیتہ الاتجلد

تو آپ نے فرمایا صدق ضیاء السلام مراد آباد جلد نمبر ۳ کو دیکھو۔

صحیح بخاری مطبوعہ احمدی لاہور کے پارہ ۱۵ کے صفحہ ۲۷ کے حاشیہ پر صحیح مسلم کی ایک روایت یوں آئی ہے ۔ صحیح مسلم میں شرید سے روایت ہے ۔ آنحضرت نے فرمایا مجھے امیہ بن ابی الصلت کی شعر میں سناؤ۔ میں نے آپ کو سوبیتوں کے قریب سنائیں ۔ آپ نے فرمایا یہ تو اپنی شعروں میں مسلمان ہونے کے قریب تھا امیہ جاہلیت کے زمانہ میں عبادت کیا کرتا ۔ آخرت کا قائل تھا۔ بعضوں نے کہا نصرانی ہوگیا تھا۔ اس کے شعروں میں اکثر توحید کے مضامین ہیں۔

۴۔ قیس بن ساعدہ ۔ قیس بن ساعدہ عرب کا مشہور خطیب تھا اور سوق عکاظ میں عموماً مذہبی اوراخلاقی خطبے دیا کرتا تھا۔ جناب رسول اللہ نے اس کا خطبہ سنا تھا اوراُس کی تعریف فرمائی تھی۔ قیس بن ساعدہ کے خطبات اور اشعارتمام تران عقائد سے بھرے ہوئے ہیں۔ چنانچہ ہم اس کے چند شعر نقل کرتے ہیں۔

وجبال شواضح راسیات

وبحارمیاھن غزار

ونجوم قلوح فی ظلم البیل

والشمس فی کل یوم تلدار

وغلام الشحط ورضیع

کلھمہ فی التراب یوماً یزار

والذی قدذکرت دل علی اللہ

نضوماً لها هدی واعتبار

باداعی الموت والمحلو فی حبدث

علهم من بقایا خزهم خرق

وعهم فان لهمه یوماً یصاح لهمه

فهمه وانبتهم امن نوهم فرق

حتی یعوء الجال غیر حالهمه

خلقاً جدید المامن من قبدها خلقو

منهوعراه ومنهم فی ثباه بهمه

منها الجدید ومنها المنهج الخق

ترجمہ: بلند اور اٹل پہاڑ پر پانی سے لبریز دریا اور ستارے جو رات کی تاریکی میں چمکتےہیں اور سورج جو دن میں گردش کرتا ہے لڑکے اورادھیڑ شیرخواربچے سب کے سب ایک دن قبرمیں ملینگے۔ یہ تمام چیزیں خدا کی طرف ان نفوس کو رہنمائی کرتی ہیں۔جو ہدایت پذیر ہیں ۔ اے داعی موت اس حالت میں کہ مردے قبر میں ہیں اوراُن کے بچے کچے کپڑے پرزُے پررُے ہوگئے ہیں ان کو پڑا رہنے دے کیونکہ ایک دن وہ پکارے جائینگے۔ پس خوفزدہ ہوکر بیدار کی طرف رجوع کرینگے۔ جیساکہ پہلے مخلوق ہوئے تھے۔ بعض ان میں ننگے ہونگے اوربعض نئے پُرانے کپڑے پہنے ہوئیء ہونگے"۔ ضیاء السلام جلد ۵ نمبر۳۔

۵۔ حضرت خدیجہ کی بابت ذیل کا بیان آیا ہے:

چونکہ حضرت بی بی خدیجہ تمام رؤسایِ عرب میں ممتاز اورقوم قریش میں سب سے زیادہ عزت وحرمت میں سرفراز اورحسن وجمال میں شہرہ آفاق اورکثرت مال و دولت میں طاق تھیں۔لہذا تمام عرب کے امرائے نامداراورشہریار ذی وقاران کے ساتھ عقدومناکحت کے خواستگارتھے اوراسی وہم وخیال میں فیل ونہارگرفتارتھے اورحضرت خدیجہ نے بعد انتقال اپنے شوہر کے اپنے دل کو یاد الہیہ اور اشتعال کتب سماویہ میں مشغول کیا اورکبھی اپنے عقد ثانیہ کا نام بھی نہ لیا۔ بی بی خدیجہ خود روایت کرتی ہیں کہ چند عرصہ کے بعد ایک رات مجھے یہ خواب دکھائی دیا کہ مہتاب عالمتاب آسمان سے آکرمیری گود میں گرااوراس کے نورنے میری بغل سے نکل کر تمام عالم کو اپنی روشنی سے گھیر لیا۔ جب میں خواب دیکھ کربیدارہوئی تواُس کی تعبیر کے واسطے نہایت بے

قرار ہوئی ۔ حتیٰ کہ اس حالت بیقراری میں دریافت حال کے
واسطے ایک آدمی بحیرا راہب کے پاس دوڑایا۔ وہ وہاں سے یہ
جواب لایا کہ خدایِ دوجہان نے نبی آخر الزمان کو مبعوث
فرمایا ہے اور تو عنقریب اُن کے عقدہ نکاح میں آملیگی۔ یہی
تعبیر اس خواب کی ہے جو تیرے دیکھنے میں آیا ہے اور وحی
الہیٰ تیرے ہی مکان میں ان کے پاس نزول فرمائیگی اور سب
سے پیشتر تو ہی اُن پر ایمان لائیگی اور قوم قریش کے اولاد بنی
ہاشم نے یہ مرتبہ پایا ہے ۔ ایسا نبی برگزیدہ خدا نے اُن میں
پیدا فرمایا ہے۔۔۔۔۔یہ فرماکر خدیجہ نے خود تورات
وانجیل دیگر کتب سماویہ میں پیغمبر آخر الزماں کے حالات
ونشانات دیکھنا شروع کئے جب تکہ حضرت تشریف لائیں
جملہ حالات نبوت خوب ذہن نشین کر لئے۔ تواریخ احمدی
مطبوعہ منشی نولکشور کا نپور صفحہ ۵۳ سے ۵٦۔

٦۔ حضرت زید بن عمرو بن نفیل بھی عیسائی تھے۔
جن کے کلام میں سے ذیل کا کلام ہدیہ ناظرین ہے:

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھ کو یہ روایت پہنچی ہے کہ
زید بن عمر وبن نفیل کے فرزند سعید بن زید اور عمر بن
خطاب نے رسول اللہ سے عرض کیا کہ حضور آپ زید بن
عمرو بن نفیل کے واسطے دعا مغفرت کیجئے۔ فرمایا ہاں وہ
تنہا قبر سے اٹھایا جائیگا۔

زید بن عمروبن نفیل نے اپنی قوم کا دین ترک کرنے
اوران کی تکالیف کے سہنے کو نظم کیا ہے جس کے چند شعر
ہم نقل کرتے ہیں۔

اشعار

اربًا واحداً امه الف ربٍ
ادین تقسمتِ الا منور

ترجمہ: آیا ایک پروردگار کو مانوں یا ہزاروں کو۔ جبکہ دین کے
امور لوگوں میں تقسیم ہوگئے ۔

عزلت الات والغویٰ جمعیاً
کذالک یفعل الحد الصبور

ترجمہ: لات اور عزیٰ وغیرہ سب بتوں کو میں نے چھوڑدیا۔
ایسا ہی ہوشیار صابر شخص کرتا ہے۔

فلامفریٰ ادین الا اینتھا
ولا صمنی منبی عمرو واذو

پس نہ میں عزیٰ کا دین رکھتاہوں اورنہ اس کے دونوں بیٹوں کا
اورنہ بنی عمرو کے دونوں بتوں کی زیارت کرتاہوں۔
ولا غنما ادین وکان رباً
لنا فی الذھر اذ حلمی یسیر
اورنہ غم بت پر میرا اعتقاد ہے حالانکہ وہ اس زمانہ میں میرا
رب تھا جبکہ میری عقل تھوڑی تھی۔
ولکن معبد الرحمن ربی
لیغفر ذنبی الرب الغفور
ولیکن میں تو اپنے پروردگار رحمن کی پرستش کرتاہوں۔ تاکہ
میرا پروردگاربخشندہ میرے گناہ بخش دے ۔
فتقویٰ اللہ ربکم صما حفظوھا
متی ماتحفظوھا لاتب روا
پس اے لوگو تم اپنے پروردگارکی جو اللہ ہے پرہیزگاری اورخوف
کو لازم پکڑو۔ جب تک تم اس پرہیزگاری کی حفاظت کروگے
ہلاك اوربرباد نہ ہوگے۔
تری الابراردارھمہ حنان
والکفا حاصیہ سعبیر
تونیك لوگوں کا گھر جنت کودیکھیگا۔ اورکفاروں کے واسطے
بھڑکتی ہوئی دوزخ کو۔
وخری فی الحیاتہ وان یموتوا
یلا قوما تضیروبہ الصدور
زندگانی میں بھی کافروں کے واسطے ذلت ہے اورجب مرینگے تو
ایسی مصیبت میں گرفتارہونگے جس سے دم گھٹ کرسینہ میں
پھول جائیگا۔
اوریہ بھی زید بن عمروبن نفیل ہی کا کلام ہے۔
الی اللہ اھدی مدحتی وتنایا
وقولا میمنا لا یعنی الذربا قبا
خدا ہی کی جناب میں اپنی مدح وثنا کا تحفہ بھیجتاہوں اور
قول محکم وستوارجو ہمیشہ زمانہ میں باقی رہنے والا ہے۔
الی الملك الااعلےٰ الذی لیق فوتہ
الاولا رب یکون مدانیا
اس بادشاہِ برترکی جناب میں جس سے اوپر کوئی معبود نہیں
ہے اورنہ اس کے سے رتبہ والا کوئی اوررب ہے۔
الا ایھا الانسان ایاك الروی

فانک لاتخفی من الله خافیا

اے انسان تو اپنے تئیں بُرے کاموں سے بچا کیونکہ تو کسی بات کو خدا سے پوشیدہ نہیں کرسکتا ہے۔

وایاك الاتجعل مع الله خیره
فان سبیل الرشد اصبح بادیا

اور خبردار خدا کے ساتھ کسی کو شریك نہ کیجیو۔کیونکہ ہدایت کا راستہ صاف اورروشن ہوگیا ہے۔

حنانیك ان الحن کانت رجاءھم
وانت الٰہی ربنا ورجائیا

بیشك جناتوں سے لوگ اپنی آرزوئیں کرتے ہیں اورتو اے الله میرا رب ہے اورتجھی سے میری آرزو ہے۔

رفیت بك اللھمه یا فلن اوری
ادین الھا غیرك الله ثانیا

تیرے ساتھ اے میرے الله میں راضی ہوں۔ پس میں نہیں دیکھتا ہوں۔ تیرے سوا کوئی دوسرا معبود جس کا دین اختیار کروں۔

وانت الذی من فضل من ورحمته
بعثت الی موسیٰ رسولا منادیاً

اورتو وہ ذات پاك ہے کہ تونے اپنے فضل کی بخشش ورحمت سے موسیٰ کی طرف اپنا پیغامبر جبرائیل کو بھیجا جس نے موسیٰ کی ندا کی۔

فقلت له اذھب وھارون فادعو
الی الله فرعون الذی کان طغیا

پھرتو نے موسیٰ کو حکم دیا کہ تو اورہارون دونوں فرعون کے پاس جاؤ اورخدا کی طرف اُس کو بلاؤ وہ سرکش ہوگیا ہے۔

وقولا له انت سویت ھذه
بلاوحد متی ظلمت کماھیا

اورتم اس سے کہو کہ کیا تونے اس زمین کو بغیرکسی مسیح کے ایسا صاف بچھادیا ہے اگریہ اس طرح ثابت ہے ہلتی تک نہیں۔

وقوله لا انت رفعت ھذه بلامعمده ارفق احنایك بانیا

اوراس سے کہو کہ کیا تونے ان آسمانوں کو اس طرح بغیر ستون کے بلند کردیا ہے توتو بڑابنانے والا ہے اگرتونے ایسی ایسی چیزیں بنائی ہیں۔

وقوله له انت سویت ومطہما

منیراً اذامالك للل هادیا

اور کہو کہ کیا تو نے ہی آسمان کے بیچ میں چاند بنایا ہے۔ جب اندھیری رات ہوتی ہے تو وہ لوگوں کو رستہ دکھاتا ہے۔

وقوله لہمن یزسل الشمس غلاوته

فیصبح مامت من الارض فیاجیا

اوراس سے کہو کہ کون ہے جو صبح کے وقت سورج بھیجتا ہے کہ زمین پر جہاں تک اُس کی روشنی پہنچتی ہے روشن ہوجاتی ہے۔

وقوله له من بیت الحب فی التوی

فیصبح منه البقل هترزابیا

اوراس سے کہوکہ کون ہے جو دانه کو زمین میں اُگاتا ہے کہ پھر اس سے ساگ وغیرہ ہرا بھرا لہلہانے لگتا ہے۔

ویخرج منه حبه فی وسه

وفی ذالك ایات لمن کان واعیا

اورپھر اس میں سے اُس کے سروں میں دانے نکلتے ہیں اوران چیزوں کی اُس شخص کے واسطے نشانیاں ہیں جو اُن کو دل سے دیکھ کریاد رکھے۔

وانت بفضل منك یخیت یونسا

وقد بات فی اضعاف خوف لیالیا

اورتو نے ہی اے پروردگار اپنے فضل سے یونس کو نجات دی جو کتنی راتیں مچھلی کے پیٹ میں رہا۔

وانی لوسبحت باسمك ربنا

لاکثرالاماغفرت خطائیا

اورمیں اسے پروردگار۔اگرچه کثرت کے ساتھ تیرے نام کی تسبیح پڑھتاہوں مگرتم ہی میری خطاؤں کی بخشش فرمائیو۔

فرب العبادالق سیبا ورحمته

علی بارك فی بنی ومالیا

پس اے پروردگار بندوں کے اپنی عنایت اوررحمت مجھ پرنازل کراو میری اولاد اورمال میں برکت فرما۔(سیرت ابن ہشام صفحه ۷۳ سے ۷۵)۔

بیان مافوق میں اس بات کی بخوبی تشریح ہوچکی ہے کہ عرب میں عیسائیت نے عربوں کو اپنا گرویدہ بنالیا تھا۔ ملکی ریاست جو حنفاء ہی عرب کی واحد خود مختارریاست بھی جس میں وسط عرب کی آبادی شامل تھی حضرت محمد

کی دینی خدمت شروع کرنے سے پیشتر ہی مسیحیت کے غالب اثر کے آگے ایک حد تک سرجھکا چکی تھی وہ مسیحی راہبوں اور خطیبوں اور شاعروں اور محققتوں کے آگے سرادب خم کر چکی تھی۔ خود حضرت محمد کے اپنے عزیز مسیحیت کا اثر قبول کرچکے تھے۔ پس حضرت محمد کی دینی خدمات شروع کرنے سے پیشتر عرب میں مسیحیت ایک زبردست اورغالب ملت تھی۔ مسیحیت نے عرب کی چوٹی تک شرفاء میں مقبولیت پانا شروع کرلیا تھا۔

۷۔ مکہ شریف کے حنفاء میں مذہبی ریوائول یا تروتازگی

بیان ماقبل میں ہم نے ملتِ حنیف اورصابیت کا اور صابیوں اورحنفاء کا کافی بیان کردیا ہے۔ جس سے حنفاء اور صابیوں کی بابت اس قدر حقیقت ظاہر ہوچکی ہے کہ وہ اصولاً ایک ہی مذہب کو ماننے والے تھے ۔ جس میں بُت پرستی کا عنصر عظیم پایا جاتا تھا لیکن صابی حضرت محمد کے زمانہ کے قریب اپنے آبائی مذہب کو چھوڑ کر مسیحیت اختیارکرنے کی وجہ سے اپنے آبائی مذہب کے منکر مشہور ہوچکے تھے۔ اس پربھی صابیوں کا ایک گروہ اپنے آبائی مذہب پر قائم رہ گیا تھا۔

اس کے ساتھ ہی ہم نے حنفاء اورانکی حنفیت کی بابت یہ حقیقت اسلامی تحریرات سے ظاہر کی تھی کہ گواُن کا دین حنفیت حضرت محمد کی پیدائش سے پیشتر عرب میں مشہورومعروف تھا اورلوگ اُسے مانتے تھے مگر وہ بھی بُت پرستی سے پاک نہ تھا۔ حضرت محمد کی پیدائش کے زمانہ کے قریب اسی دین حنیف کو ماننے والوں کےدرمیان خاص مکہ شہر میں ایک عظیم الشان مذہبی ریوائول شروع ہوا تھا۔ جس کا ذکر ابن ہشام نے کیا ہے۔ اس مذہبی تروتازگی اور جستجو اورتلاش کی اہمیت پینٹیکوسٹ کے واقع کے اگربرابر نہیں تو اس کے دوسرے درجہ پر ضرور تسلیم کی جاسکتی ہے۔ جو مذہبی تحریک زمانہ کورمیں شروع ہوئی تھی وہ پھر کبھی نہیں رکی اور عجب معاملہ یہ ہے کہ اس تحریک کے محرک قبیلہ قریش کے حنفا ہی تھے۔ ابن ہشام نے اس تحریک مذہبی کا بیان حسب ذیل کیا ہے۔

حضرت کے اقوال واعمال قلمبند کرنے والوں میں سب سے پہلا مورخ زہری گذرا ہے جس نے ۱۲۴ء میں وفات پائی تھی۔ اس نے جو کچھ لکھا تھا آنحضرت کے اصحاب کی متواتر روایات سے حاصل کیا تھا بالخصوص عروہ کی سند سے جو حضرت عائشہ کے عزیزوں میں تھا۔ اس میں تو شك نہیں کہ اس قدر مدت گذرجانے کی وجہ سے ان روایات میں بہت کچھ مبالغہ اوراشتباہ مل گیا تھا تو بھی اگر زہری کی کتاب اس وقت موجود ہوتی تو غالباً اس سے ان لوگوں کا بڑا کام نکلتا جواسلام کی ابتدا کے متعلق حقیقت کھوج وتلاش میں ہیں۔ کیونکہ وہ کتاب سب سے قدیم اوراس لئے سب سے معتبر سمجھی جاتی۔ زہری کی کتاب توبالکل ناپید ہوگئی لیکن اس کا ایك شاگرد ابن اسحاق تھا جس نے ۱۷۱ھجری میں وفات پائی۔ اُس نے اسی مضمون پر ایك اورکتاب لکھی تھی جو کتاب بھی بعد ازاں گم ہوگئی۔ مگر اس کے اکثراجزا ابن ہشام کی کتاب سیرت الرسول میں محفوظ رہ گئے ہیں۔ اس ابن اہشام نے ۲۱۲ھجری میں وفات پائی۔ اس وقت ہم اسی کتاب سے حنفاء کا کچھ تھوڑا سا حال یہاں نقل کرتے ہیں۔

قال ابن اسحق واجتمعت قریش یوما فی عید لهم عند صنم من
اصنامهم کانوا یعظمونه وینحرون له ویعکفون عنده ویدیرون به و
کان ذلك عیدا لهم فی کل سنة یوما فخلص منهم اربعة نفر نجیا ثم
قال بعضهم لبعض تصادقوا ولیکتم بعضکم علی بعض قالوا اجل وهم ورقة
بن نوفل بن اسد بن عبد العزی بن قصی بن کلاب بن مرة بن کعب
بن لوی وعبید الله بن جحش بن رئاب بن یعمر بن صبرة بن مرة
بن کبیر بن غنم بن دودان بن اسد بن خزیمة وکانت امه امیمة بنت عبد المطلب
وعثمان بن الحویرث بن اسد بن عبد العزی بن قصی وزید ابن عمرو
ابن نفیل بن عبد العزی بن عبد الله بن قرط بن ریاح بن رزاح
بن عدی بن کعب بن لوی فقال بعضهم لبعض تعلموا والله ما قومکم علی شیء
لقد اخطؤا دین ابیهم ابراهیم ما حجر نطیف به لا یسمع ولا یبصر ولا
یضر ولا ینفع یا قوم التمسوا لانفسکم فانکم والله ما انتم علی شیء فتفرقوا
فی البلدان یلتمسون الحنیفیة دین ابراهیم فاما ورقة بن نوفل فاستحکم
فی النصرانیة واتبع الکتب من اهلها حتی علم علما من اهل الکتاب و
اما عبید الله بن جحش فاقام علی ما هو علیه من الالتباس حتی اسلم
ثم هاجر مع المسلمین الی الحبشة ومعه امرأته ام حبیبة بنت ابی

سفیان مسلمة فلما قدمها تنصر وفارق الاسلام حتى هلك هنالك
نصرانیا قال ابن اسحق فحدثنی محمد بن جعفر بن الزبیر قال كان
عبید الله بن جحش حین تنصر یمر باصحاب رسول الله صلى الله علیه
وسلم وهم هنالك من ارض الحبشة فیقول فقحنا وصأصأتم اى
ابصرنا وانتم تلتمسون البصر ولم تبصروا بعد وذلك ان ولد الكلب اذا
اراد ان یفتح عینیه لینظر صأصأ لینظر وقوله فقح فتح عینیه. قال ابن اسحق وخلف
رسول الله صلى الله علیه وسلم بعده على امرأته ام حبیبة بنت ابی سفیان
بن حرب ... قال ابن اسحق واما عثمان بن الحویرث فقدم على قیصر
ملك الروم فتنصر وحسنت منزلته عنده (قال ابن هشام) ولعثمان
بن الحویرث عند قیصر حدیث منعنی من ذكره ما ذكرت فی حدیث الفجار
قال ابن اسحق واما زید بن عمرو بن نفیل فوقف فلم یدخل فی یهودیة
ولا نصرانیة وفارق دین قومه فاعتزل الاوثان والمیتة والدم والذبائح
التی تذبح على الاوثان ونهى عن قتل الموءودة وقال اعبد رب
ابراهیم وبادى قومه بعیب ما هم علیه. قال ابن اسحق وحدثنی هشام
بن عروة عن ابیه عن امه اسماء بنت ابی بكر رضی الله عنهما قالت لقد
رأیت زید بن عمرو بن نفیل شیخا كبیرا مسندا ظهره الى الكعبة وهو یقول
یا معشر قریش والذی نفس زید بن عمرو بیده ما اصبح منكم احد على
دین ابراهیم غیری ثم یقول اللهم لو انی اعلم اى الوجوه احب الیك
عبدتك به ولكنی لا اعلمه ثم یسجد على راحته. قال ابن اسحق و
حدثت ان ابنه سعید بن زید بن عمرو بن نفیل وعمر بن الخطاب و
هو ابن عمه قالا لرسول الله صلى الله علیه وسلم استغفر لزید بن عمرو
قال نعم فانه یبعث امة وحده (وقال زید بن عمرو بن نفیل فی فراق
دین قومه وما كان لقی منهم فی ذلك)

(سیرت الرسول جلد ٦، ٧٧)۔ ترجمہ: ابن اسحاق نے کہا کہ ایک روز اپنی عید کے دن قریش اپنے ایک بات کے پاس جمع ہوئے سو وہ لوگ اُس کی پوجا کرتے تھے اس پر اونٹ قربان کرتے اوراس کے پاس اعتکاف میں بیٹھتے۔ اورگرد اُس کے پرکرما کرتے تھے اوریہ عید اُن کی ہرسال ایک دن ہوتی تھی۔ ان میں چار شخص تھے جنہوں نے خفیہ مشورت کرلی اوران لوگوں سے جدا ہوگئے۔ تب آپس میں اُنہوں نے ایک دوسرے سے کہا آؤ ہم لوگ عہد باندھ لیں کہ ایک دوسرے کا رازفاش نہ ہونے دیں ان لوگوں نے کہا بہت خوب۔ ان لوگوں کے نام یہ ہیں۔

ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبد العزی بن قصی بن کلاب بن مرتہ بن کعب بن لوی اورعبید اللہ بن حجش بن رکاب بن یعر بن عبرتہ بن مرتہ بن کبری بن غنم بن ودوان بن اسد بن خریمہ (اس کی ماں امیمہ عبدالمطلب کی بیٹی تھی اور عثمان بن الجویرث بن اسد بن عبدالعزی بن قصے اورزید ابن عمرو ابن نفیل بن عبداالعزی بن عبداللہ بن قرط بن ریاح بن رازح بن عدی بن کعب بنی لوی ان لوگوں نے آپس میں ایک

دوسرے سے کہا ۔ تم کو معلوم ہے کہ خدا کی قسم تمہاری
قوم کچھ دین پرنہیں۔ یقیناً وہ لوگ اپنے باپ ابراہیم کے دین
سے برگشتہ ہوگئے ۔پتھرکیا ہے کہ ہم اس کی پرکرما کریں۔ نہ وہ
سنے نہ دیکھنے نہ ضرر پہنچائے نہ نفع۔ اے قوم اپنے والوں
میں غورکرو کہ بخدا تم کچھ راہ پرنہیں ہو۔ یوں وہ لوگ الگ
الگ ہوگئے ۔ اورمختلف ملکوں میں چلے گئے کہ حنفیت یعنی
دین ابراہیم کی کھوج کریں۔ ورقہ بن نوفل تو دین عیسائی میں
پکا ہوگیا اوران لوگوں کی کتابوں کی کھوج میں لگا یہاں تک کہ
اس نے اہلِ کتاب کا علم سیکھ لیا۔ عبید اللہ بن حجش جو تھا
وہ جس شبہ میں تھا اُسی میں قائم رہا۔ حتی کہ مسلمان ہوگیا
پھر اُس نے مسلمان کے ساتھ حبشہ میں ہجرت کی اوراُسی
کے ساتھ اس کی جوروام حبیبہ ابی سفیان کی بیٹی بھی گئی تھی
جو مسلمان تھی ولیکن جب وہ اس ملک میں گیا تو وہاں
عیسائی ہوگیا اوراسلام کو ترک کردیا اوردین مسیحی پر وفات
پائی ۔ ابن اسحاق نے کہا کہ محمد بن جعفرابن الزبیر نے مجھ کو
خبر دے کر کہا جب عبید اللہ بن حجش عیسائی ہوگیا تو وہ
اصحاب رسول اللہ صلعم کے پاس جو اس وقت سرزمین
حبشہ میں تھے آتا اوراُن سے کہا کرتاکہ ہماری آنکھیں توکھل
گئیں اورتم اب تک چوندھیاتے ہو۔ یعنی ہم تو آنکھوں
دیکھنے لگے اورتم ابھی بینائی کی تلاش ہی میں ہو۔ اس کے معنی
لفظی یہ ہیں کہ جب کتُے کا پلہ اپنی آنکھ کھولنا چاہتا ہے کہ
دیکھے توپہلے صاء صاء کرتا ہے یعنی چوندھیاتا ہے اوریہی لفظ
فتح کے معنی ہیں کہ آنکھیں کھولیں ابن اسحاق نے کہا ہے کہ
اس شخص کے بعد رسول اللہ نے اس کی جوروام حبیبہ دختر
ابی سفیان بن حرب کو لے لیا۔ ۔۔۔۔ ابن اسحاق نے کہا رہا
عثمان بن الحویرت تو وہ قیصر رسوم کے پاس گیا اورعیسائی
ہوگیا۔ وہاں کی بادشاہ کی درسگاہ میں اس کو بہت عزت
حاصل ہوئی اورابن ہشام نے کہا کہ اس عثمان بن الحویرث
کے قیصرپاس ٹھہرنے کے متعلق ایک روایت ہے جس کا ذکر
یہاں ترک کرتاہوں ۔ کیونکہ اس کا بیان حدیث فجار میں
ہوچکا ۔ ابن اسحاق کہتا ہے کہ ولیکن زید ابن عمروابن نفیل
جو تھا وہ ٹھہرارہا ۔ نہ دین یہودی اُس نے اختیارکیا نہ دین
نصرانی ۔ اس نے صرف اپنی قوم کے دین کو ترک کردیا اور
بتوں اور مرداراورخون اورقربانی سے جوبتوں پرچڑھائی جاتی

پرہیز کرتا تھا اوردخترکشی سے منع کرتا اور کہتا تھاکہ میں ابراہیم کے خدا کی بندگی کرتاہوں اورجن برائیوں کی اس کی قوم مرتکب ہوتی تھی وہ اُن کو رد کرتا تھا۔ ابن اسحاق نے کہا کہ مجھ کو خبردی ہشام بن عروہ نے اپنے باپ سے جس نے سنا تھا اپنی ماں اسماء بنت ابی بکر سے وہ کہتی تھی کہ میں نے زید بن عمروبن نفیل کو دیکھا جب وہ بہت بڈھا ہوگیا کہ کعبہ سے پیٹھ ٹیکے ہوئے کہہ رہا تھا اے قوم قریش قسم ہے اُس کی جس کے ہاتھ زید بن عمر کی جان ہے کہ بجز میرے تم میں کوئی بھی نہیں جودین ابراہیم پر ثابت ہواورپھر کہتا تھا بارِ خدایا اگرمجھ کو معلوم ہوکہ کونسا طریق تیری بارگاہ میں زیادہ پسندیدہ ہے تو میں اسی طریق سے تیری بندگی کرتالیکن میں نہیں جانتا ۔ پھروہ دونوں ہتھیلیاں زمین پرٹیک کرسجدہ میں جاتا۔ ابن اسحاق نے کہا مجھ کو خبرملی ہے کہ اس کے بیٹے سعید بن زید بن عمروبن نفیل نے اورعمر بن الخطاب نے جو اس کا عمزادہ تھا دونوں نے رسول اللہ سے کہا کہ زید بن عمرو کے لئے مغفرت مانگئے۔ آپ نے کہا بہت خوب وہ یقیناً مثل ایک امت کے تنہا قیامت میں اٹھیگا اور زید بن عمروبن نفیل نے اپنی قوم کا دین ترک کرنے پر اورجوکچھ اس وجہ سے اُن کے درمیان اس پربیتا اشعیارذیل کہے ہیں۔

ابن ہشام خبردیتا ہے کہ خطاب نے جو زید کا چچا تھا زید کومکہ سے نکال باہر کیا تو مجبورہوکر وہ کواہ حراہ میں جارہا جواس کے شہر کے سامنے واقع ہے۔ خطاب زید کو مکہ کے اندرگھسنے نہیں دیتا تھا۔ (سیرت الرسول جلد اول صفحہ ۷۹) اوراسی کتاب سے یہ خبر ملتی ہے کہ حضرت محمد بھی گرمیوں کے موسم ہرسال تخنث کرنے کی خاطر اسی کوہ حرا کے ایک غارمیں اہلِ عرب کی رسم کے موافق جاکر رہا کرتے تھے جس سے گمان غالب ہوتا ہے کہ آپ جو اپنی قوم کے دین سے بیزارتھے وہاں جاکر زید ابن عمرو سے جو علاوہ خداپرست اورمصلح قوم ہونے کے آپ کے قریبی رشتہ داروں میں بھی تھے ملاقات کیاکرتے تھے [3]۔ اس خیال کی تائید کے ایک قول سے

---

[3] کتاب الاغانی الامام ابی الفرح الاصبہانی کے جزثالث صفحہ ۱۵ میں یہ روایت ہے زبیر نے کہا روایت کی مصعب بن عبداللہ نے اُس ضحاک بن عثمان سے اُس نے عبدالرحمن بن ابی ناد سے اس نے موسیٰ بن عقبہ سے اس نے سالم بن عبداللہ سے کہ اس نے عبداللہ بن عمر کو سنا روایت کرتے ہوئے رسو ل اللہ سے کہ آپ زید بن عمروبن نفیل سے وادی بلدح کے نچان میں ملے تھے اوریہ پیشتر اس سے ہوا کہ آپ پر

بھی ہوتی ہے۔ وہ یہ کہ جس وقت آپ پروحی آئی آپ اسی غار میں تھے ۔ ثمہ جاء جبرئیل بما جائہ من کرامتہ اللہ وھو بحراء فی شھر رمضان۔۔۔کان رسول اللہ صلعمہ یجادرنی حراء من کل سنتہ شھر اوکان ذالك بما تحنث بدقریش فی الجاھلیہ والتحنث التبرو ۔۔۔۔ قال بن ہشام تقول العربالحتنث والتحیف یریدون الحنیفہ نبیہ لون الفاء آمن الثاء (صفحہ ۸۰، ۸۱)۔ ترجمہ پھر جبرائیل اُن کے پاس آئے اورجوکچھ خدا کی کرامت سے تھا لائے اورآپ اس وقت حراء میں تھے۔ ماہ رمضان کے دنوں میں۔۔۔ اوررسول اللہ ہرسال ایك ماہ حرا میں گوشہ نشینی کرتے تھے۔ وجہ اس کی یہ تھی کہ ایام جاہلیت میں قریش اسی طرح تحنث کرتے تھے ۔ تحنث کے معنی میں تزکیہ نفس۔ ابن ہشام کہتا ہے کہ اہل عرب تحنث اورتخف دونوں کہتے تھے اورمراد اس سے خفیت لیتے تھے۔ پس یوں اُنہوں نے ف کوث سے بدل دیا۔ (ازینابیع الاسلام)۔

۸۔ ابنِ ہشام نے قریش کے چاروں محققفین کی تحقیقات کے نتائج میں سے تین کی تحقیقات کے نتائج بیان کردئیے کہ وہ عیسائیت کو ملت ابراہیم جان کر قبول کر بیٹھے تھے مگر حضرت زید بن عمروبن نفیل کی بابت ناتمام بیان چھوڑ دیا گیا اورآپ کی بابت صرف اس قدرلکھدیا کہ اُس نے نہ یہودیت کو مانا نہ عیسائیت کو اپنے آبائی دین کو بھی ترك کر بیٹھا۔ اس پر کہا کرتا تھا کہ صرف میں ہی دین ابراہیم پر ہوں مگر ہمیں زید بن عمروبن نفیل کی بابت زیادہ دریافت کرنا ہے کہ وہ کیوں عیسائی نہ ہوا تھا؟ مسلم روایات میں آپ کی بابت مزید بیان ذیل آیا ہے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ مجھ سے محمد بن ابی بکر مقدمی نے بیان کیا۔ کہا ہم سے فضیل بن سلیمان نے کہا۔ ہم سے موسیٰ بن عقبہ نے کہا۔ ہم سے سالم بن عبداللہ بن عمر نے اُنہوں نے اپنے والد عبداللہ بن عمر سے کہ آنحضرت زید بن عمروبن فضیل سے بلدح میں ملے۔ ابھی آپ پر وحی اترنا شروع نہ ہوا تھا۔ آپ کے سامنے کھانے کا دسترخوان چنا گیا۔ زید نے وہ کھانا کھانے سے انکار کیا پھر کہنے لگا میں ان

وحی نازل ہو۔ پس رسول اللہ نے اُس کے آگے خوان پیش کیا۔ اُس میں گوشت تھا۔ پس زید نے کھانے سے انکارکیا اورکہاکہ میں کوئی شے نہیں کھاتا بجزاس حال کے کہ اس کے اوپر خدا کا نام لیا گیا ہو(مقابلہ کرواعمال ۱۵ سے ۲۰تک)

جانوروں کا گوشت نہیں کھانے کا۔ جن کو تم تھانوں پر کاٹتے
ہو۔ میں اس جانور کا گوشت کھاؤنگا جو اللہ کے نام پر کاٹا
جائے اورزید قریش کے لوگوں پر ان جانوروں کو کاٹنے کا عیب
دھرتا تھا۔ کہتا تھا بکری کو تواللہ نے پیدا کیا۔ آسمان سے پانی
بھی اُسی نے برسایا (جس کو بکری پیتی ہے) چارہ بھی زمین
سے اُسی نے اُگایا۔ (جس کو بکری کھاتی ہے) پھر تم لوگ اُس کو
اوروں کے نام پر کاٹتے ہو وحدان مشرکوں کے کام پر انکارکرتا
تھا اوراس کو بڑا گناہ خیال کرتا تھا۔ موسی بن عقبہ نے کہا
مجھ سے سالم بن عبداللہ نے بیان کیا۔ میں سمجھتاہوں انہوں
نے عبداللہ بن عمر سے نقل کیا کہ زید بن عمرونفیل دین حق
کی تلاش میں مکہ سے شام کے ملك کو گئے۔ وہاں یہود کے
ایك عالم سے ملے اس سے کہنے لگے مجھے اپنا دین بتلا شاید میں
تیرا دین اختیارکرلوں فقال لاتکون علی دینا حتی تاخذ بنصیبك
من غضب اللہ اس نے کہا اگر توہمارا دین اختیارکرے گا تو
اللہ کے غضب میں سے اپنا حصہ لیگا۔ یعنی خدا کے غضب
میں گرفتار ہوگا) زید نے کہا واہ میں توخدا کے غضب سے
بھاگ کر آیاہوں (اس سے بچنا چاہتاہوں)پھر خدا کے
غضب کو تو میں اپنے اوپر کبھی نہ لونگا اورنہ مجھ کو اُس کے
اٹھانے کی طاقت ہے۔اچھا اور کوئی دین تو مجھ کو
بتلاسکتا ہے۔ اُس نے کہا میں نہیں جانتا (کوئی دین سچا ہو)
ہو تو حنیف دین ہو۔ قال ما الحلمه الا ان یکون حنیفا) قال
زید وما الحنیف قال دین ابراہیم لویکن یھودیا ولا نصرانیا ذلا
یعبد الا اللہ ۔ زید نے کہا حنیف دین کیا ہے۔اس نے کہا
حضرت ابراہیم کا دین جونہ یہودی تھے۔ نہ نصرانی اکیلے اللہ
کی پرستش کرتے تھے۔ خیرزید وہاں سے چلے گئے ۔ایك نصرانی
پادری سے ملے ۔ اس سے بھی یہی گفتگو کی فقال لن تکون علی
دیننا حتی تاخذ نصیبك من تعنه اللہ۔ اس نے کہا توہمارے
دین میں آئے گا تو اللہ کی لعنت میں سے ایك حصہ لیگا ۔ زید
نے کہا (راہ) میں تو خدا کی لعنت سے بھاگنا چاہتاہوں ۔مجھ
سے نہ خدا کی لعنت اٹھ سکیگی نہ اُس کاغضب کبھی اٹھ
سکیگا۔بھلا مجھ میں اتنی طاقت کہاں سے آئی۔ اچھا تو اور
کوئی (سچا) دین مجھ کو بتلاسکتا ہے ؟ قال ما اعلمه یھودیا
والا نصرانیاً ولا یعبد الااللہ۔ پادری نے کہا میں نہیں جانتا اگر
ہوتو دین حنیف سچا دین ہو زید نے کہا وہ کیا؟ کہنے لگا

ابراہیم کا دین نہ یہودی تھے اورنہ نصرانی اکیلے اللہ کو پوجتے تھے۔ جب زید نے یہودیوں اورنصرانیوں کا یہ قول حضرت ابراہیم کے باب میں سنا اوروہاں سے نکلے تو اپنے دونوں ہاتھ (آسمان کی طرف) اٹھائے ۔ کہنے لگے یااللہ میں گواہی دیتاہوں میں ابراہیم کے دین پرہوں۔

اورلیث بن سعد نے کہا مجھ کو ہشام نے اپنے باپ کی یہ روایت اسماء بنت ابی بکر سے لکھ بھیجی وہ کہتی تھیں۔ میں نے زید بن عمروبن نفیل کو دیکھا کھڑے ہوئے کعبہ سے اپنی پیٹھ لگائے ہوئے کہہ رہے تھے۔ قریش کے لوگو خدا کی قسم تم میں سے ابراہیم کے دین پر میرے سوا اورکوئی نہیں ہے اورزید بیٹیوں کو جیتا نہیں گاڑتے تھے وہ اس شخص سے جو اپنی بیٹی کو مارنا چاہتاہوں یوں کہتے تو اُس کو مت مار (مجھ کو دے ڈال) میں پال لونگا۔ پھر اُس کو لیکر پالتے۔ جب وہ بڑی ہو جاتی تو اُس کے باپ سے یوں کہتے اگر تو چاہے تو اپنی بیٹی لے لے میں دیدونگا۔ اگر تیری مرضی ہو تو میں اُس کے سب کام پورے کردونگا"۔ صحیح بخاری مطبوعہ احمدی لاہور۔ ۱۵پارہ صفحہ ۲۱۔ ۲۳۔

قبیلہ قریش کے چارسرداروں کی حنفیت

اگر صابیت اور حنفیت کو واحد مذہب تسلیم کرلیا جائے اورملت حنیف اور صابیت میں بت پرستی کاایک عظیم عنصر مان لیا جائے جیساکہ روایات وبیانات ما فوق سے روشن ہوچکا ہے اوراس بات کا بھی اعتراف کرلیاجائے کہ قریش حنفیت کو ملت ابراہیم جان کر ہی مانا کرتے تھے توپھر حضرت زید بن عمرو نفیل کی " ملت ابراہیمیٰ یا حنفیت ایک وسیافت طلب امرہ جاتی ہے۔ گو عام طورسے ملت حنفیت میں بت پرستی وشرک پرستی پائی جاتی تھی۔ گو اس بات پرستی کے ساتھ دیگر مکروہات کا بھی تعلق ہے۔ جس کے سبب سے اس کے ماننے والے عربی یہودیت ومسیحیت ماننے والوں سے جدارہنا پسند کرتے تھے۔ مگراس پر بھی یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ حضرت زید بن عمر وبن نفیل کی حنفیت اُس کی دیگراقسام ہے نہایت افضل واعلیٰ تھی۔ اس میں آبائی حنفیت کانام کے سوا کچھ پایا ہی نہیں جاتا تھا۔ آپ کی حنفیت کی بابت مورخوں نے صاف لکھا ہے کہ حضرت زید بن عمروبن نفیل کچھ عرصہ تک نہ یہودی

ہوئے نہ مسیحی ہوئے تھے۔ توبھی آپ آبائی حنفیت کوبالکل ترك کرکے صرف واحد خدا کا اعتبار رکھتے ہوئے اُسی کی عبادت میں مصروف رہتے تھے اوراپنی قوم کے روبروصفائی سے اعلان کرتے رہتے تھے کہ تم میں میرے سوا کوئی ملت ابراہیم پر یاملت حنیف پر یا ملت ابراہیم حنیف پر نہیں ہے اوریہی حضرت ورقہ بن نوفل اور دیگر محققین قریش کی تحقیق کا نتیجہ تھا کہ ملت ابراہیم تو مسیحیت ہے۔اس سے یہ بات روزروشن کی طرح ظاہر ہوجاتی ہے کہ گو حضرت محمد کی زندگی کی ابتدامیں ملت حنیف یاملت ابراہیم حنیف میں بہت پرستی یا شرك پرستی کا عنصر عظیم پایا جاتا تھا مگر قریش کے چارسرداروں کی تحقیق وتلقین سے اصلی ملت ابراہیم یا ملت حنیف ان معانی کی رونما ہوچکی تھی جس میں بت پرستی وشرك پرستی کا مطلق دخل نہ تھا جواعلیٰ درجہ کے محققین کی تحقیق میں مسیحیت کی ہمعناملت قرارپاچکی تھی۔ جیساکہ بیان مافوق سے عیاں ہوچکاہے۔

مزید براں یہ بات بھی فراموش نہیں کی جاسکتی کہ قریش کےاعلیٰ طبق میں ملتِ حنیف اورملتِ مسیحیت میں جو تطبیق دی جاچکی تھی وہ قریش کے عوام اورعرب کےجہلاء کے خیالات وعقائد سے نہایت بلند تھی۔ عوام کی آبائی ملت حنیف کے ہی دلداہ تھے وہ ملت حنیف میں اصلاح پسند نہ کرتے تھےاوریہی اصلاح کا وہ کام تھا جس کی تکمیل عرب کے فرزند اعظم نے دنیامیں رونما ہوکر کرنا تھی۔ آپ کی اصلاح کا بیان انشاء اللہ کتاب کے دوسرے حصہ میں آئے گا۔

بیان مافوق میں دین حنیف کی تلقین ایك یہودی اورایك مسیحی عالم کی زبانی حضرت زید بن عمروبن نفیل کو کرائی گئی ہے ۔ جو خود بچپن سے ہی دین حنیف کو مانتے آتے تھے جو دین حنیف سے ہی بیزار ہوکراُس کی اصلیت دریافت کرنے کو عرب سے شام پہنچے تھے۔ یہودی اورمسیحی عالموں کا حضرت زید کو یہودی یا مسیحی ہونے سے روکنے کی تلقین کرنا ایك ایسا معاملہ ہے جوکسی ناظر کی سمجھ میں نہیں آسکتا اس کا فیصلہ خود ناظرین کرام کرسکتے ہیں۔ بیان مافوق میں دوسری بات قابلِ غور دین حنیف کی تعریف کی ہے۔ اگرایك یہودی اورمسیحی عالم نے دین حنیف

کی وہ تعریف کی ہو جو روایت مافوق میں مذکور ہے تو اس سے بھی یہی نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ معانی مذکور کا دین حنیف زید بن عمروبن نفیل نے یہودیوں اورمسیحیوں سے سیکھا تھا اورآپ نے اپنے وطن میں آکر کچھ عرصہ تک اسی اعتقاد پر اعتماد کیا تھا۔ لیکن ابن ہشام اوردیگر مسلم علماء کے بیان سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ معانی مذکورہ بالا کا دین حنیف عام طورسے قریش کے لوگوں کو معلوم نہ تھا جیساکہ فضول ماقبل سے عیاں ہوچکا ہے۔ غرضیکہ صحیح بخاری کی روایت کا مطلب اگر کچھ ہوسکتا ہے تویہی ہوسکتا ہے کہ حضرت زید بن عمر نے دین حنیف خاص کی تعلیم یہود ونصاریٰ سے پائی تھی مگرآپ کا یہودی یامسیحی ہونے سے باز رہنا معقول وجہ پر مبنی نہیں ہے۔اس میں یہودی اورمسیحی علماء کے عذرات غیرمعقول ہے۔

اس کے سوا مسلم روایات سے اس بات کی بھی دلالت ہوتی ہے کہ حضرت زید بن عمروبن نفیل کو مسیحیت سےکمال اُنس تھا۔ آپ اپنی مکی زندگی میں کھانے پینے کی چیزوں کی بابت کتاب اعمال ۱۵: ۲۰ پر عامل تھے۔

اس کے سوا ابن ہشام کے بیان سے ظاہر ہے کہ حضرت زید بن عمر وبن نفیل معانی مذکورہ بالا کے دین حنیف کومانتے ہوئے اپنی قوم کی نظر میں نامقبول تھے۔آپ مکہ میں اپنے گھر میں ہی نہ رہ سکتے تھے ۔آپ کے بزرگ آپ سے بیزارتھے۔آپ غارِحرا میں ایام گذاری کیاکرتے تھے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت زید کا دین حنیف اورحضرت زید کے آباؤ اجداد کا اورعام قریش کا دین نہ صرف ایک نہ تھا بلکہ نہایت مختلف تھا۔

مزید براں مولانا مولوی نجم الدین صاحب سیوہاری اپنی کتاب" رسوم جاہلیت" مطبوعہ خادم التعلیم سٹیم پریس لاہور کے صفحہ ۲ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ حضرت زید بن عمروبن نفیل بھی آخرکارمسیحی ہوگئے تھے۔

غرضیکہ اگراسلامی روایات منقولہ بالا کا اعتبار کیا جاسکے تو حنفاء کے مکی ریوالول کو تاریخ اسلام میں عظیم الشان اہمیت دی جاسکتی ہے۔ قریش کے چارسرداروں کا جو اپنے علم وفضل میں گویا یگانہ روزگار تھے۔ اپنے آبائی دینِ حنیف کی تحقیق وتدقیق پر آمادہ ہوکر اس دین کی اصلیت

مسیحیت میں پانا اوراعلیٰ دین حنیف اورمسیحیت میں
موافقت ومطابقت تلاش کرلینا ایک ایسا تاریخی معاملہ ہے
جسے کووی صاحب بصیرت ہلکی نگاہ سے نہیں دیکھ سکتا ہے
اس کے ساتھ ہی جب ہم اس بات کا خیال کرتے ہیں کہ قریش
کے سرداروں نے دین حنیف کی اصلاح وپاکیزگی کی
جوتحریک شروع کی تھی وہ کبھی بند نہ ہوئی تھی۔ اس میں
ترقی کا اضافہ ہی ہوتا گیا تھا توہمیں تحریک مذکور کے لئے
خدا کا شکرکرنے کے بجای اوردوسری بات سوجھتی ہی نہیں
ہے۔اس وجہ سے ہمیں اس بات کا صفائی سے اعتراف کرنا
پڑتا ہے کہ مکہ میں دینِ حنیف کی بابت جو تحریک شروع
ہوئی تھی وہ ضرورخدا کی طرف سے تھی۔ جس نے عرب کے
فرزند اعظم کی معرفت دنیا کے کناروں تک پہنچنا تھا۔ کیونکہ
عربی دین حنیف کی اصلاح کے معنوں میں گویا اس زمانہ کی
دنیا کےمذاہب کی اصلاح مضمر تھی۔

قریش میں دین حنیف کیااصلاح کا جو کام ان چارہ
قریشی علماء سے شروع ہوا تھا اس کی مخالفت بت پرست
حنفاء اورصائبہ کی طرف سے لازمی تھی ہمیں اس کامفصل
بیان مورخین اسلام نے نہیں سنایا ہے صرف ابن ہشام کے
بیان مندرجہ صدرمیں اجمالاً اس پر دلالت ہی کی گئی ہے۔
کہ بت پرست قریش نے حضرت زید بن عمروبن نفیل سے
جو سلوک روا رکھا تھا وہ بت پرست حنفاء کی اُس مخالفت کا
جوانہیں تحریک مذکور سے پیدا ہوئی تھی ایک ادنیٰ نمونہ
تھا۔ بُت پرست حنفاء کی یہی وہ مخالفت تھی جس کا قلع
قمع کرنے والا اس زمانہ میں انہیں پرورش پارہا تھا۔ جس
نےآنے والے زمانہ میں نہ صرف عرب کے بُت پرستوں کو
علم اسلام کے آگے جھکانا تھا۔ اس وقت کے بعد کی دنیا نے
اُس کے آگے جھکنا تھا۔ مگر ہنوزاُس کی ہستی کاکسی کو علم
نہ تھا۔

دسویں فصل

حضرتِ محمد کی زندگی کے ابتدائی زمانہ کا عرب

ملکِ عرب اوراُس کے باشندے خواہ اپنے ملک میں کیسے ہی تھے اورکیسی ہی مکروہات میں مبتلا تھے۔ خواہ خارجی دنیا کی نظروں میں وہ کیسے ہی خیال کئے جاتے تھے مگر اس بات میں بھی شک وشبہ کا مطلق دخل نہیں ہے کہ وہ ملک کنعان کے انبیاء برحق کی نبوتوں اوربشارتوں کا موضوع بنے رہے۔ بائبل مقدس کی کثیر عبارتیں ملک عرب اوراُس کے باشندوں کی خوشحالی کی خبروں سے مملو ہیں۔ اُن کی گمراہی اورضلالت کے دورہونے کی خبروں سے پُرہیں۔اسرائیل کے واحد خدا کی طرف پھرنے اورعلمِ توحید الہٰی کے نیچے خدا کی بشارتیں سنانے کی خبروں سےلبریز ہیں۔ جس کی مثال ہم فصل اول میں پیش کرچکےہیں۔ یہاں پر ہم ناظرین کرام کویہ بتلانا چاہتے ہیں کہ حضرت محمد کے زمانہ سےسینکڑوں برس پیشتر سےکلام خدا یہود اورمسیحیوں کے عرب میں آبادہونے کے ساتھ پورا ہونا شروع ہوگیا تھا توبھی کلام خدا کی تکمیل عرب کے فرزند اعظم کی وساطت سے ہونےکوباقی تھی۔ جس کےلئے قدرت وحکمت الہٰی نےملک عرب میں سخت مشکلات پیدا ہونے دی تھیں۔ جن میں سے ایک مشکل

عرب کی غیرملکی حکومتوں کی موجود گی تھی

حضرت محمد کےبچپن کے زمانہ میں عرب کے شمال مشرقی کنارے سے لیکر خوبی مغربی کنارے تک کے تمام زرخیز اورآباد علاقے اورریاستیں ایشیاء کی زبردست ایرانی حکومت کی ملکیت بن گئی تھیں اوریمن کی تمام مسیحی آبادی ایران کی محکوم ہوچکی تھی۔ ان علاقوں میں ایرانی بستیاں آبادہوکر عرب کو ایرانی مذہب میں بھرتی کرتی جاتی تھیں۔

عرب کے شمال اورشمال مشرق سےلیکر شمال مغرب کے تمام ملک پر خلیج عقابہ تک سلطنت روم نے قبضہ کرلیا تھا۔ وہاں کے امراء اورشرفاء اوربادشاہوں تک نے مسیحی مذہب اختیارکرلیا تھا جس کی وجہ سے وسط عرب اورمدینہ کی یہودی ریاست ہی آزاد رہ گئی تھیں لیکن وسط کی یہ تمام آبادی اوراُس کا مقبوضہ مک ایرانی اوررومی

حکومتوں کے پنجروں میں یوں بند نہ تھا جیسے پرندا بند کیا جات ہے گو وسط عرب کی آبادی ان حکومتوں سے تجارتی معاہدے رکھتی تھی۔ مگر اُن کی تجارت پر بھی پابندیاں عائد تھیں۔ ان حکومتوں نے ملک عرب کی آبادی کو تین حصوں میں تقسیم کردیا تھا۔ جس سے ہرسہ حص کے آبادکار آپس میں میل جو نہ رکھ سکتے تھے شمال وجنوب کی غیر ملکی حکومتوں سے وسط عرب کی آبادی کا سخت تنگ ہونا ایک قدرتی بات تھی جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا ہے یعنی اس کے ساتھ ہی یہ بات کہنا بھی بے جانہ ہوگا کہ مدینہ کی یہودی ریاست وسط عرب کی آزاور ریاست کے ساتھ اُس کے دکھ سکھ میں شریک کار تھی اوراپنی تجارت سے وسط عرب کی آبادی کی بہت مشکلات حل کرنے کا وسیلہ تھی جسے وسط عرب میں معقول اقتدار حاصل ہوگیا تھا توبھی وسط عرب کی آبادی کی جملہ مشکلات کا حل مدینہ کی یہودی ریاست تجویز نہ کرسکتی تھی ۔ کیونکہ وسط عرب کی مشکلات کوظاہر کرنے والا پیغام قرآن شریف کی معرفت ذیل کے الفاظ میں ہم تک پہنچ گیا ہے جو ان لوگوں کی دشواریوں کا خلاصہ ہے جو وسط عرب میں آباد تھے لکھا ہے۔

ام لهمه نصیب من الملك فاذ لا هیوتون النا من نقیراً ۔ یعنی کیا ان کے واسطے ملک میں کوئی حصہ ہے۔ پس وہ لوگوں کو تل برابر جگہ نہیں دیتے ہیں نساء ۸ رکوع ۔

ایران اورسدوم کی زبردست فتوحات عربیہ نے وسط عرب کی ریاستوں پر جو دباؤ ڈالا ہوا تھا اس نے نہ صرف وسط عرب کے امراء اورشرفاء کا خون خشک کررکھا ہوگا بلکہ اُن میں خود غرضی اورتنگ نظری اورباہمی بےاعتباری اورباہمی نفاق کی بلائیں بھی پیدا کردی ہونگی۔ قرآن شریف میں اُن کےباہمی نفاق کا زور دار الفاظ میں ذکر آیا ہے ۔ چنانچہ لکھا ہے الاعراب اشد کفراً ونفاقاً ۔ ایسے حالات واسباب کی موجودگی وسط عرب کی آزاد ریاستوں کےلئے جیسی کہ مہلک تھی بیان کی محتاج نہیں ہے۔

بیان مافوق میں جوکچھ وسط عرب کی آبادی کی بابت لکھا گیاہے وہ ہمارا ہی خیال نہیں بلکہ مورخین اسلام کےبیان کا خلاصہ ہے۔ ذیل کا بیان بطورمثال ملاحظہ ہو۔

جسے آئینہ الاسلام مولفہ عالیجناب آغا مختار حسین صاحب سلمہ ربہ میرآبپاشی ریاست جموں وکشمیر، مطبوعہ یوسفی پریس دہلی ۱۹۱۱ء سے ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔ آپ لکھتے ہیں :

اس وقت عرب کی یہ حالت تھی کہ سات سو سال سے اس ملک کے باشندہ قتل وغارت کواپنا پیشہ اختیار کئے ہوئے تھے ۔ عیش وعشرت اُن کا شیوہ تھا۔ رعایا کوکوئی ملکی ومالی حقوق میسر نہ تھے۔ بیچارے غریب کا شتکار اورمفلس لوگ امیروں کاشکار ہوتے تھے۔ اگرچہ زراعت پیشہ لوگوں کےپاس زمینیں بھی تھیں لیکن اعلیٰ مالکان اراضی کو اختیار تھاکہ جس وقت چاہیں زمینیں ان سے چھین لیں اوربیچارے کاشتکاروں کو بھوک سےمرنے دیں ۔غلاموں کی یہ حالت کہ ہروقت اُن کےگلوں میں بھاری طوق پڑا رہتا تھا اوروہ چوپاؤں کی طرح جگہ بجگہ ہانکے جاتے تھے عام طورپر بردہ فروش غلاموں کی خریدوفروخت میں مصروف تھے اوراس انسانی ریوڑ کو ایک بڑے چابک کےساتھ اِدھر اُدھر لئے پھرتے تھے ۔ مردوعورت چتھڑے لگائے سروپابرہنہ دیار بدیارلیجائے جاتے تھے۔ اگرکوئی چلنے سے معذور ہوجاتا تو اُسے چابکو سے اس قدرمارپڑتی کہ وہ بیدم ہوجاتا تھا۔ اہل عرب بالعموم خانہ جنگی اورفتنہ وفساد میں مشغول تھے۔ انسانی خون بہانا یتیموں کا مال کھاجانا ان لوگوں کے آگے معمولی بات تھی۔ غرضیکہ دنیا کی کوئی بدکاری اور بد خصلتی ایسی نہ تھی جواُن میں موجود نہ ہو"صفحہ ۲

حالات مندرجہ صدر اس بات کے شاہد ہیں کہ حضرت محمد کے زمانہ کا عرب غیرملکی حکومتوں کے اختیار واقتدارکی زنجیروں سے جکڑبند تھا۔ آزاد یارستوں کی اندرونی حالت اوربھی خطرناك اوردہشت انگیز تھی۔ان ریاستوں میں ہرگز یہ دم خم نہ تھاکہ وہ اپنے آپ کو تباہی اوربربادی سے بچالیں۔

زمانہ جاہلیت کے عربی مذاہب پر غورکرو

عرب کے ملکی حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے اہم اہل عرب کے مذاہب وعقائد ورسوم کو فراموش نہیں کرسکتے۔ بائبل مقدس کے بیان سے یہ بات ظاہر وثابت ہوسکتی ہے کہ ملكِ عرب ہی ایك ایسا ملك تھا جو واحد خدا کے

پرستاروں کی اولاد کے ورثہ میں آیا تھا ۔ حضرت سم بن نوح کی اولاد ہی زیادہ تر ملک عرب میں آباد ہوئی تھی۔ جس کے ڈیروں میں خدا کی سکونت ظاہر کی گئی تھی۔ پر خاص کر ملک عرب تو اس کا گویا موروثی حصہ تھا۔ عجیب تر معاملہ یہ بھی ہے کہ اس ملک میں بعد کے زمانوں میں حضرت ابراہیم کی نسل بھی آباد ہوئی ۔ لیکن موحدین کی عربی نسل واحد خدا کی پرستش چھوڑکربت پرستی کی تاریکی میں ضرور مبتلا ہوگئی ۔ جس کا انکارنہیں کیا جاسکتا ہے۔

عربوں کے بتوں کا ان کے معبدوں ، اُن کی پرستش کے رسوم وغیرہ کا جب دیگربت پرست اقوام کے بتوں، معبدوں اوران کی پرستش نہایت سادہ معلوم ہوسکتی ہے۔ جس کے ساتھ نہایت کم مکروہات شامل تھیں تمام ملک عرب میں صرف مکہ شہر کا کعبہ ہی ایک ایسا معبد تھا جس میں ۳٦۰ بتوں سے زیادہ بت رکھے تھے اورتعجب ہے کہ تمام ملک میں اس کے سوا کوئی دوسرا معبد ہی نہ تھا۔ تمام عرب اسی کعبہ کی عزت وحرمت کیا کرتے تھے۔ اسی میں یہود وقریش کے جد امجد کی تصاویر رکھی تھیں۔ اسی میں مسیحیت کے بانی اورآپ کی والدہ ماجدہ کی تصویریں موجود تھیں۔ اسی میں دیگر اقوام عرب کے بت دھرے تھے۔ واقعی مکہ کا کعبہ اپنی نوعیت میں عجیب وغریب معبد تھا جس کی مثال زمین پرناپید تھی۔

اس کےسوا عرب کے بت پرستوں اور دنیا کے دیگر ممالک کے بت پرستوں میں ایک بات میں یہ بھی کھلا امتیاز تھاکہ جہاں دوسرے ممالک کے بُت پرست اپنے بتوں اور بناوٹی معبودوں کوہی الوہیت مجسم مانتے تھے۔ وہاں عربی بت پرست کاایک خدا کا اقرار کرتے ہوئے اپنے باطل معبودوں کو خدا کے حضوراپنے لئے شفاعت کنندے خیال کرتے تھے۔ اگرچہ دیگر اقوام کی طرح وہ بھی اپنے باطل معبودوں کو مذکرومونث مانتے اوراُن کی بُت پرستی میں بابل اورمصر کے معبودوں کی شمولیت پائی جاتی تھی۔ لیکن اصل عربوں کے اپنے معبود بہت کم تھے۔

سرزمین عرب کو گوزمانہ قدیم سے بُت پرستی کی مکروہات نے ظلمت کدہ بنایا ہوا تھا۔ مگر اسے اس بات میں بھی نمایاں امتیاز حاصل تھاکہ اسی سرزمین کی سطح پر شہر

اور آباد تھا۔ جہاں سے رئیس الموحدین حضرت ابراہیم عبرانی کا خاندان نکلا تھا کہ وہ برکت ابراہیمی سے زمین کے کناروں تک کوروشن کرے۔ اس کی اولا د سے زمین کی اقوام کے گھرانے برکت پائیں۔ گو حضرت ابراہیم سے لے کر یہود کے ملک عرب میں آباد ہونے کہ دن تک اورمسیحیوں کے ملک عرب میں پناہ پانے کہ دن تک یا حضرت محمد کے پیدا ہونے کے دن تک عام طور سے اہلِ عرب بُت پرست ہی رہے توبھی اس طویل زمانہ میں ملک عرب میں حضرت ایوب اورہود صالح جیسی ہستیاں ضرورپیدا ہوئیں جو واحد خدا کی پرستارتھیں۔ مگر اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی ماننا پڑتی ہے کہ عربوں کی بُت پرستی کی جہالت نے عرب کی ان بلند مرتبہ ہستیوں کی تمام کوششیں بے اثر کرڈالی تھیں۔

حضرت محمد کے زمانہ کے قریب وسط عرب کی آزاد ریاست میں یہودیت خصوصاً مسیحیت کے اثر سے موثر ہوئے تھے۔ جن میں سے بعض کی کوششیں واقعی شاندار تھیں۔ اگرچہ ان کی زندگی اوراُن کے کام کا احاطہ نہایت محدود تھا۔ل یکن اس میں کلام نہیں ہوسکتا کہ اُنہوں نے ہی ایک دفعہ پھر ملکِ عرب کی آزادی اورحریت کی ایسی بنیاد رکھ دی تھی جس پر بعد کے ایام میں عرب کے فرزند اعظم نے اسلام کی شاندات عمارت تمعیر کرنا تھی جسے آنے دآنے زمانوں کی دنیا نے ہزاروں سال تک عزت واحترام سے دیکھنا اوراس میں پناہ لینا تھا۔ توبھی حضرت محمد کی خدمات سے قبل وسط عرب کی آزاد ریاست بُت پرستی کی تمام مکروہات کے نشہ میں مخمور تھی اوراپنے حقیقی خیراندیشوں کاآخری مقابلہ کرنے کوتیارہورہی تھیں۔

ہم پیشتر اس بات کا باربار ذکر کرچکے ہیں کہ عرب کی آبادی حضرت سم بن نوح اورحضرت ابراہیم عبرانی کی نسل سے تھی۔ سمی اقوام میں عورت مرد کے وہ رشتے ناپید تھے جو حضرت محمد کے زمانہ کے قریب عربوں میں پائے جاتے تھے۔ واقعی یہ رشتے نہایت مکروہ تھے۔ اس کے سوا ان میں لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کا رواج انتہا درجہ تک ظالمانہ تھا۔ یہ رواج بھی سمی اقوام میں ناپید تھالیکن عربوں میں عام تھا۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ عربوں نے یہ مکرورواج کہاں سے لئے تھے؟

اگران باتوں کی بابت دریافت کیا جائے توعورت مرد کے رشتوں زیر نظر کی ہستی اورلڑکیوں کو مارنے کا دستور مہذب ہند کے درمیان مل سکتا ہے ۔ منوکے دھرم شاستر میں عورت مرد کے دہی آٹھ بواہ مذکورہیں جوعربوں میں مروج تھے۔ ہندوستان میں لڑکیاں بھی ہلاک کی جاتی تھیں جوزمانہ حکومت انگلشیہ سے ہی بچنی شروع ہوئی ہیں محرمات سے نکاح کی رسم غالب ایرانی اقوام سے جاری ہوئی ہوگی۔ پس ایسے حالات کی موجودگی میں ہمارا یہ کہنا بے جانہیں ہوسکتا کہ عربوں میں عورت مرد کے رشتے ملک ایران اورہندوستان سے ہی اخذ کئے گئے ہونگے۔ جن کے مکروہ ہونے کے سوا عربوں کی بربادی کا ایک بڑا چشمہ یہی رشتے تسلیم کئے جاسکتے ہیں۔ اوران کے سوا شراب خوری،جوابازی، اوردیگر بدرسوم وسط عرب کو برباد کررہی تھیں۔ جن کا ذکر پیشترہوچکا ہے۔

زمانہ زیرنظر میں اہلِ عرب کی گذشتہ شان ہی مفقودنہ تھی۔ بلکہ اس زمانہ میں خارجی اوراندرونی آفتیں وسط عرب کی آبادی کا خون چوش رہی تھیں ۔ جن سے خلاصی اوررہائی پانا انسانی عقل وفکر اور قوت وطاقت کی حدود سے باہر ہوچکا تھا۔ اہل عرب کا اپنے بندھنوں سے آزادہونا اوراپنی آزادی وحریت کو پھر حاصل کرنا واقعی قدرت کے معجزانہ کام پر منحصر تھا۔ جس کا کوئی حق پسند انسان ہرگز انکا رنہیں کرسکتا ہے۔ چونکہ خدا نے یہ عظیم الشان کام حضرت محمد مکی ومدنی کی معرفت کیا تھا اس وجہ سے ہمارے زمانہ کی ۲۴کروڑانسانی آبادی عرب اوراس کے فرزند اعظم کی عزت وحرمت کررہی ہے۔

احقر العباد۔ پادری غلام مسیح

ایڈیٹر۔نورِافشان۔ لاہور